نقوشِ سدرۂ جمال

پروفیسر احمد رفیق اختر

تالیف: کلثوم اسماعیل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ
رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ
كَلِمٰتُ رَبِّيْ ……(الکھف ۱۸:۱۰۹)

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں
کیلئے سیاہی ہوتو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا
اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی……

ےتُو ہے میرے کمالاتِ ہنر سے
نہ ہو نومید اپنے نقش گر سے
میرے دیدار کی ہے اک یہی شرط
کہ تُو پنہاں ہو اپنی نظر سے

فہرست

	عنوان	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	9
☆	قرآن کا نظریہء اعتدال (لیکچر)	11
	سوال و جواب	47
☆	مَن عَرَفَ نَفسَہٗ (لیکچر)	100
	سوال و جواب	123
☆	تصوف عہد حاضر میں (لیکچر)	145
	سوال و جواب	165
☆	تصرّف فی الاصول الدین (لیکچر)	172
	سوال و جواب	197
☆	حکمتِ قرآن (لیکچر)	222
	سوال و جواب	246

پیش لفظ

"یہ" کون ہے جو وقت کے بحرِ بیکراں میں بے نام و نشان منزل کو رواں ہے؟ "وہ" کون ہے جس نے اسے ان بیکراں وسعتوں میں کھوج کے سفر پر روانہ کر دیا ہے۔ جستجوئے انسان کیا ہے؟ کیا یہ بے نام و نشان منزلوں کے سفر کا گرداب ہے یا کیا ہے؟ ماضی کی دھند میں چھپی بستیوں کی یادوں کا بوجھ اٹھائے، نئی زمینوں اور اجنبی جزیروں کے تجسس کا کرب لئے نا آگہی کے غم سے بوجھل انسان کے دل کا سفینہ افق در افق پھیلتے سوالوں کے دائروں کی جانب ازل سے رواں ہے۔ زمان و کائنات کے سوالوں کے تانے بانے میں الجھا ہوا انسان سوچتا ہے:

؎ ہاتھ الجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں
اب بتا کون سے دھاگے کو جدا کس سے کریں

تجسس کا کرب اور سوالوں کی حیرت اس وقت آگہی کے تشکر میں بدل جاتے ہیں جب "پروفیسر احمد رفیق اختر" جیسا "استاذ" اپنے زمانے کو میسر ہو اور وہ "لاینحل" سوالوں کی اذیت سے نجات دلا دے۔

پروفیسر صاحب کے لیکچرز پر مشتمل یہ کتاب "نقوشِ سدرۂ جمال" پڑھنے کے بعد بے شمار پیچیدہ سوالوں کی گتھیاں سلجھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

اپنی جبلتوں سے مغلوب "سزا و عذاب" کے حوالے سے ہی اپنے خدا کو پہچاننے والے انسان کیلئے ترغیب و تحریص کی اس دنیا سے اپنا دل سلامت لے کر گزرنا بڑا ہی کٹھن ہے مگر یہ سب اس وقت بہت آسان ہو جاتا ہے جب اس کے تمام احساسات پر اس کے مالک کی محبت کا احساس غالب ہو اور پھر یہی "محبت" زمان و کائنات میں پھیلتی ہوئی اس کے خالق کی پہچان بنتی ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کی تعلیمات سے اسی محبت کی روشنی پھوٹتی ہے اور میرے خیال میں اسی محبت کو وہ تصوف

کہتے ہیں۔ انہوں نے ”خوفِ خدا“ کی Term کو ”محبتِ خدا“ میں بدلا ہے۔ اِس ”سحرِ بیکراں“ کے فسانے میں بس یہی اک ”حقیقتِ لازوال“ ہے۔

؎ فنا کے ساگر میں جب بھی دیکھا وہی گہر لازوال دیکھا

پروفیسر احمد رفیق اختر کی شخصیت اور ان کی علمی معرفت کسی اسرار کی طرح ہے اور اس کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ:

”ایک عارف کو ایک عارف ہی پہچان سکتا ہے“۔

اُن کی ایک ادنیٰ سی شاگرد ہونے کے ناطے اپنے محترم استاد کیلئے احسان مندی اور تشکر کے محسوسات کے اظہار کی خواہش کے باوجود ان کے بارے میں کچھ کہنا ایک بڑا ہی مشکل کام ہے کہ نہ ہی میرے الفاظ میں دم ہے اور نہ اندازِ بیان میں ایسی تاثیر......میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ ”استاذ“ ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ زمانہ کسی ”خداشناس“ سے خالی نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے محترم استاد کی مختلف موضوعات پر گفتگو کو کتابی صورت میں مدوّن کرنے کی توفیق اور ہمت عطا کی۔

”پیمانِ ازل“ سے لیکر ”نقوشِ سدرۂ جمال“ تک کا سفر میری کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے بڑا کٹھن سہی مگر استادِ محترم کی محبت، شفقت اور توجہ نے اسے آسان کر دیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اگر ان تمام کتابوں میں کوئی لفظی، معنوی یا عبارتی غلطی آپ کی نظر سے گزرے تو اسے میری کم فہمی پر محمول کیجئے گا اور درج ذیل ایڈریس پر اس کی نشان دہی ضرور کیجئے گا: مقصود الٰہی، پاک ڈسٹری بیوٹرز آف فارما سیوٹیکلز، کچہری روڈ مشین محلہ نمبر 1 جہلم موبائل: 0321-5442326 یا
www.alamaat.com

کلثوم اسماعیل
3 مارچ 2008ء

قرآن کا نظریہء اعتدال

اَعُوذُ بِااللهِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۰ وَسَلامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۰
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۰

خواتین وحضرات! آج کی اس تقریر کو میں نے دو قسم کے مسلمانوں کیلئے منسوب کیا ہے ایک وہ اداس محزون، غمزدہ، پریشان حال، مستقبل کے بارے میں فکرمند، اپنی زندگی اپنی قوم اور اپنے ملک کے بارے میں فکرمند...... جن کو تمام اقوام کی طرف سے مسلسل یہ باور کروایا جا رہا ہے کہ شاید یہ بد تہذیب، گنوار، کم تعلیم یافتہ اور جاہلان مطلق افراد کی قوم ہے جو صرف تشدد پسند کرتے ہیں، جو صرف مکروفریب کی زندگی چاہتے ہیں، جو صرف ظلم و بربریت کے شائق ہیں......

خواتین وحضرات! ایک فاری کا مصرعہ ان کیلئے ہے اور دوسرا ''ان صاحبان فکر کیلئے جنہوں نے کبھی قرآن کھول کر نہیں پڑھا ہوتا، جنہوں نے کبھی حدیث کے اوراق نہیں دیکھے ہوتے مگر وہ اسلام کو مسلمانوں کی حالت پر گمان کرتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس دقیانوسی قصہ پارینہ میں اب

ایسی کوئی حلاوت نہیں رہی کہ جس کو دیکھ کر آپ کہہ سکیں کہ کیا یہ بھی رسم و رواج کا، اخلاقیات کا، زندگی میں جد و جہد کا کوئی مذہب ہے۔ یہ دو مصرعے جناب افتخار عارف کی اجازت کے ساتھ:

ے بپاسِ خاطرِ آشفتہ حالاں
بنامِ شاھدِ روشن خیالاں

خواتین و حضرات! اس مطالعہ تاریخ نے انسانوں کو بڑا confuse کیا ہے۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تاریخ زمینی حقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات و حالات و حادثات و افراد و اعمال کا ایک اجتماع تاریخ ہے مگر زمین کو دیکھنے کا ایک مختلف انداز بھی ہے۔ زمینی حقائق کو پرکھنے کی ایک حقیقت اور بھی ہے جس کی طرف سے ہم تاریخ پر نظر ڈال سکتے ہیں اور وہ آسمانی حقائق ہیں۔

خواتین و حضرات! کیا عجیب بات ہے کہ تاریخ کوئی وجود نہیں ہے، تاریخ کوئی انسان نہیں ہے، تاریخ کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس میں از خود اپنے آپ کو دہرانے کی صلاحیت ہو مگر آخر یہ کیا چیز ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے؟ آخر ہم کس بات پر بنیاد کر کے کہتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے سماجی شعور، تمام بڑی بڑی سیاسی قوتیں، فوجی قوتیں اسی طریقۂ کار سے اضمحلال کا شکار ہوئیں، اسی طرح اپنے زوال کا شکار ہوئیں، مگر آپ نے اس بات پر غور کیا کہ تاریخ بذاتِ خود نہیں سوچتی، تاریخ کوئی دماغ تو نہیں ...... یہ افراد کا مجموعی طرزِ عمل ہے یا انفرادی طرزِ عمل ہے جو اوراقِ گم گشتہ میں درج کیا جاتا ہے، اس کے اثرات درج کیے جاتے ہیں مگر کیا عجیب بات ہے کہ جب سے انسانی تہذیب شروع ہوئی، جب سے انسانی تاریخ شروع ہوئی تاریخ نے اپنے نتائج نہیں بدلے، اپنے انداز نہیں بدلے، اپنے عروج کے اسباب نہیں بدلے، اپنے زوال کے اسباب نہیں بدلے تو پھر سوچنا پڑتا ہے کہ ایک بے نام حقیقت میں اس قدر ضابطہ اور تنظیم کیسے آ سکتا ہے سوائے اس کے کہ ہم اسے کسی آسمانی حقیقت کی نظر سے دیکھیں۔ ہمیں دیکھنا پڑتا ہے کہ کس نے تاریخ کے اصول مرتب کیے؟ کیوں تاریخ اپنے pattern سے انحراف نہیں کر جاتی؟ صدیوں میں کبھی ایک مرتبہ تو تاریخ اپنے انداز سے انحراف کر جائے...... کبھی تو ایسا

لگے کہ کوئی جابرِ مطلق جابر ہی رہ جائے اور کبھی کوئی مظلوم ابد باابد تک مظلوم رہ جائے...... ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ خواتین و حضرات! اس لئے کہ تاریخ زمین پر مرتب نہیں ہوتی، آسمانی حقائق زمینی حقائق کو تہذیب دیتے ہیں۔ آسمانی حقائق نے چند اصول، چند اخلاقی، چند ذہنی، چند عملی اصول مرتب کر رکھے ہیں اور یہ وہی ہوسکتا ہے...... وہی قادرِ مطلق جو حالات کو زندگی دیتا ہے، جو لمحات کو زندگی دیتا ہے، جو واقعات کو زندگی دیتا ہے، وہی انسانوں کی تعمیر و ترقی کے اصول بھی دے رہا ہے۔ تاریخ اسلئے نہیں بدلتی خواتین و حضرات! کہ پروردگارِ عالم یہ فرماتے ہیں:

"فَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللہِ تَبدِیلاً" (فاطر ۴۳:۳۵)

(پس تو ہرگز اللہ کی عادت کو بدلتا ہوا نہ پائے گا۔)

ہمارا انداز فکر نہیں بدلتا۔ کوئی قوم ہم سے ان اصولوں پر رعائت نہیں لے سکتی جن اصولوں پر ہم نے زندگی استوار کی ہے، جن اصولوں پر ہم نے عروج و زوالِ قوم رکھا ہے اور فرمایا قرآن حکیم میں کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی قوم اپنے تاریخی ادوار سے ایک لمحہ آگے بڑھ جائے یا ایک لمحہ پیچھے ہو جائے۔ اسی پروردگارِ عالم نے اپنی judgement کے تحت جب یہ سارے حالات مرتب کیے تو کچھ اقوام کا جائزہ لینے سے ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آخر ہوا کیا؟ اتنی بڑی بڑی قومیں رسوا کیوں ہوئیں؟ جو اتنے بڑے جابرِ مطلق اشخاص تھے، وہ کیوں زمین پر آن پڑے؟ ایک ہلکا سا جائزہ میں آپ کو ان تمام تہذیبات کا دینا چاہتا ہوں جو آج سے تین ہزار سال قبل گزری تھیں۔

وہ analysis جو مؤرخین نے کیے، جو philosophers of history نے کیے، ان میں ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے Gim Nelson Black نے اپنی کتاب "When Nations Die" (جب قومیں مرتی ہیں) میں لکھا کہ جب قومیں مرتی ہیں تو اس وقت ان کے اصول کیا ہوتے ہیں۔ وہ ایک حیران کن بات یہ کہتا ہے کہ ہزاروں سال کی تاریخ دیکھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ قومیں ہر جگہ صرف ایک وجہ سے مرتی ہیں۔ قوموں کا عروج و زوال صرف ایک main cause کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی کی زبان میں مَیں وہ جملے آپ کیلئے پڑھنا چاہتا ہوں:

"There are many reasons for the decline and fall of a nation, but an important and often overlooked reason is its abandonment of religion."

کیونکہ زمینی حقائق والے یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ صدیوں بعد جب مؤرخین
analyse کرتے ہیں، جب اشیاء کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں، جب غور و فکر کرتے ہیں تو ان کو جو
major cause نظر آتی ہے اس کو mention کرتے ہوئے Gim Nelson
Black کہتے ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنا دین چھوڑ
جاتے ہیں۔

خواتین و حضرات! میری تھوڑی سے amendment اس بیان میں یہ ہے کہ
نہ صرف یہ کہ دین چھوڑ جاتے ہیں بلکہ اپنے شہوات و ذات کی خاطر ایک مکمل اور بہتر دین میں ایسی
تحریفات لاتے ہیں، ایسے اسباب نکال لیتے ہیں کہ جسکی وجہ سے دین وہ دین ہی نہیں رہتا۔

"And all the list of the nations in India, China and other parts of globe demonstrate the principles that civilizations arise from religion and die with religion." یہ
تمام اقوام عالم کے پروان چڑھنے کا اور انکے زوال پذیر ہونے کا ایک انداز زندگی ہے۔

Will Durant کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ بڑا مشہور مفکر ہے، اچھا writer ہے،
اس کی تحریر میں ادبیت ہے اور اس کا تاریخ کو لکھنے کا انداز منفرد ہے۔ اس نے بھی ایک
judgement دی ہے:

"There is no significant example in history, before our time, of a society successfully maintaining moral life without the aid of religion."

کہ ہماری پوری تاریخ میں کسی ایسی قوم کی مثال نہیں ملتی کہ جس نے اپنا اخلاقی نظام مذہب کے بغیر

استوار کیا ہو یا کرنے کے قابل ہوا ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جن اقوام میں ترقی ہوئی، جن اقوام نے عزت پائی، جن اقوام نے زمانے پر حکمرانی کی انکا کوئی نہ کوئی مذہب ضرور تھا، کوئی نہ کوئی tradition ضرور تھی اور ان traditions سے وابستگی کی وجہ سے ان اقوام نے ایسا character built کیا جس کی وجہ سے وہ دنیا میں سربراہ ہوئے۔

In a study of the French Revolution, "Jose Ortega" noted that "Order is not pressure which is imposed on society from without, but an equilibrium which is set up from within."

اس نے یہ اصولی بات کی کہ نظم و ضبط خارجی ذرائع سے، بیرونی ذرائع سے، حکومتی ذرائع سے اقوام پر قائم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ وہ اعتدال ہے، یہ وہ balance ہے یہ وہ منشورِ زندگی ہے جو قومیں اپنے اندر سے develop کرتی ہیں اور یہ اخلاقی شعور ہے جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے۔

بہت ساری قوموں کے زوال کا آپ کے سامنے میں ہلکا پھلکا جائزہ پیش کروں گا۔ یہ بڑی لمبی داستان ہے۔ میں یہاں کسی civilization کے اس قسم کے مطالعہ کیلئے نہیں آیا کہ جس میں آپکو اتنی بڑی detail دوں۔ میں نے تو اپنے موضوع کی طرف جانا ہے مگر

There are three important trends demonstrate moral decay. They are the "rise in immortality," the "decay of religious belief," and the "devaluing of human life."

تین بڑی بنیادوں کی وجہ سے یہ روحانی زوال آتا ہے۔ جب اخلاقیات ختم ہو جائیں، جب بداخلاقی اور شہوانیت بڑھ جائے اور جب انسانوں کی قدر و قیمت گر جائے، جب مذہب سے اعتبار اٹھ جائے، اور جب لوگ اخلاقی اقدار کے تنزل کا شکار ہو جائیں تو وہ قوم زوال پذیر ہوتی ہے۔

خواتین و حضرات! آخر میں میں "Toynbee" کے نظریہ کے چند الفاظ کا ذکر

کرتا ہوں جو بڑا مشہور فلسفہ تاریخ کا عالم ہے کہ

"Abandoning morality and self control together replace creativity, and truancy and martyrdom together replace the discipleship by the creative minority."

کہ جب آپ اصول اور مذہب کو ترک کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ چھوٹی سی creative community آپ پر غالب آ جائے جو آپکو زوال پذیر کر دے اور جس کی وجہ سے آپ اقوامِ عزت میں سے نکل جائیں۔

خواتین وحضرات! ہمارے پاس بڑی لمبی لسٹ ہے civilizations کی ----- Mesopotamia اور Egypt کی civilizations ہیں، بابل اور نینوا کی تہذیبیں ہیں ۔ ان تمام تہذیبوں کی تباہی اور ان کے زوال کا باعث اندرونی اخلاقیات کی conditions تھیں ۔ جب یہ کمزور ہو گئے تو بیرونی اقوام نے بڑی آسانی سے ان پر تسلط حاصل کر لیا۔

خواتین وحضرات! تاریخ میں ایک ایسی قوم بھی گزری ہے جو زندگی کی جدوجہد سے اتنا عاری ہو گئے -----اور کسی وقت تاریخِ عالم میں ان کا بڑا مقام تھا۔ ہم ان کو Carthagian (کارتھیجیا) تہذیب کہتے ہیں کہ جنہوں نے اپنی حفاظت کیلئے خود لڑنا بھڑنا چھوڑ دیا تھا اور کرائے کے سپاہی بھرتی کئے ۔ "کارتھیجیں" نے اپنی مملکت کے نظم ونسق کو چلانے کیلئے کرائے کے سپاہی بھرتی کیے۔ آپ کے لیے حیرت کا باعث ہوگا کہ اگر پاکستانی دنیا سے کرائے کے سپاہی لے آئیں اپنے ملک کی حفاظت کیلئے -----تو ایک وقت ایسا گزرا کہ دنیا کی اس عظیم قوم نے اپنے ملک کی حفاظت کیلئے بیرونی ملکوں سے کرائے کے سپاہی بھرتی کئے ہوئے تھے جو انکی خاطر دفاعِ وطن کا مسلک سرانجام دیتے تھے۔ خواتین وحضرات! نتیجہ وہی ہوا کہ وہ خود عیش وعشرت میں تھے، آسانیوں میں تھے، شہوات دنیا میں تھے اور بدکاری کا یہ عالم تھا کہ بچے کو باپ نہیں نظر آتا تھا، نہ ملتا تھا اور ایسے عالم میں بڑی آسانی سے وہ Roman Empire کا شکار ہو گئے۔

There is no way of escape وادئ سندھ کی تہذیب، ہڑپا اور موہنجو داڑو کی

تاریخ بالکل ویسی ہے کہ جب ان کی immortality اور بد اخلاقی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا تو آج تک باقیات میں سے تو کوئی ایسا نہ رہا جو ہمیں بتاتا کہ آخر وہ قومیں بے نام ونشان کیوں ہو گئیں۔ شاید اس لئے پروردگار عالم فرماتے ہیں کہ:

"اَوَلَم یَسِیرُوا فِی الاَرضِ فَینظُرُوا کَیفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم وَ کَانُو اَشَدَّ مِنھُم قُوَّۃً" (فاطر ۳۵:۴۴)

(اور کیا تم نے زمین پر سفر کر کے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ اُن سے زور میں سخت تھے)

(کیا زمین پر گھوم پھر کے تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کتنی بستیاں اوندھی کر دی ہیں، کتنے کنویں برباد پڑے ہیں اور کتنی زمینیں بے برگ وآب ہیں؟ کیا تم پھر بھی سبق نہیں لیتے ؟)

شاید تاریخ انسانی الہام سے سبق سیکھنے کیلئے ------ But we are not ready to learn مجھے ایک واقعہ یاد آیا خواتین وحضرات ------! Marlow نے خواہش کی کہ میں Battle of Troy کی ہیروئن کو دیکھوں۔ اسکی بڑی خواہش تھی کہ میں یونان کے سب سے بڑے بادشاہ Agmemnon (ایگمینان) کے بھائی Manelaas کی بیوی Hellen of Troy کو دیکھوں ------ Troy پر حملہ ہوا۔ ایک ہزار جہاز سمندر میں ڈالے گئے۔ طویل جنگ ہوئی اور Greeks نے وہ جنگ اس طرح جیتی کہ Elians دوسرے سے نیست ونابود ہو گئے تو Marlow نے خواہش ظاہر کی کہ میں Hellen کو دیکھوں، جب اس نے Hellen کو دیکھا تو ایک جملہ کہا۔ Marlow کا بولا ہوا وہ جملہ ادبیات عالیہ میں چلا گیا کہ جونہی اس کی نگاہ اسکے چہرے پر پڑی تو اس نے کہا:

"Is this the face?" (کیا یہ وہ چہرہ ہے؟)

"Is this the face that launched a thousands ship and burnt the topless towers of Elia."

یہ وہ چہرہ ہے؟ کیا خوبصورتی کیا افسانہ بنا تھا اور اسکی وجہ سے ایک مملکت برباد ہو گئی تو خواتین و حضرات! میں سوچ رہا تھا کہ سوا ایک برس کے بعد جب لوگ عراق سے گزریں گے تو کہیں گے:

کیا یہ وہ ویرانہ ہے؟

یہ وہ صحراء ہے؟
جس کے سیال
سونے کے دریا کیلئے
ایک سفاک سیاہ کار شہرِ مغرب نے
اپنی طاقت وحشمت کا جنوں خاک کیا
یہ وہ صحرا ہے......!

مجنوں کیلئے ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی خاتون ہی ہو۔ مجنوں کے لئے تو زمین بھی ہو سکتی ہے، سونے کی ڈلی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر آپ تو ارد میں جائیں اور یہ دیکھیں کہ قوموں کے جنوں کسی نہ کسی لالچ میں جب in built سے out built کو جاتے ہیں اور پھر اپنے نقصانات کو دیکھتے ہیں تو وہ قومیں بچتی نہیں ہیں۔ شاید زوال کی اس سے بڑی کوئی نشانی نہیں ہوتی کہ جب ہم قوموں کو، بڑی قوموں کو، متکبر قوموں کو، زبردست قوموں کو کسی لالچ میں، کسی ہوس میں اپنے سے کمزور تر قوتوں کے دست وگریبان دیکھتے ہیں۔

خواتین وحضرات! ایک مؤرخ نے بڑی عجیب بات کہی: ''سمجھ نہیں آتا کہ جو کل کی حالت تھی وہ آج کی حالت سے کتنی مشابہ ہے''۔ یعنی کل کی جو حالت تھی کہ کارتھیجیا میں زرخیزی کی دیوی پر بچوں کو قربان کر دیا جاتا تھا کہ وہ بدلے میں زیادہ پیداوار دے، اور آج وہی حالت اس سوسائٹی میں بھی ہے جو چالیس ملین بچوں کو abortions کے نتیجے میں اپنے آرام و آسائش کی بھینٹ چڑھا دیتی ہے۔ کیا آپ نے کوئی فرق محسوس کیا کل کی society میں اور آج کی society میں؟ کل کا ''بت'' شاید ہبل اور لات اور عزیٰ ہو سکتے تھے۔ آج کے ''بت'' جدیدیت، سہولت، ذاتی آزادی اور شخصی آرام کی دہلیز پر چار کروڑ بچے قربان کیے جاتے ہیں۔

خواتین وحضرات! بہت سے ایسے mentions موجود ہیں کہ جو Aegean society دو ہزار قبل مسیح میں گزری، Mediterranean culture کو دیکھیں! وہی انجام جس کو میں بار بار دہرانا نہیں چاہتا، وہی انداز زندگی، وہی عظمت، وہی بربادی کے نشان ------ China میں سولہ سو قبل مسیح میں بڑی تہذیبات تھیں، سب اسی طرح برباد ہوئے، زمین نے انکو وہی انجام دیا، آسمان نے انکو وہی انجام دیا۔ Central America میں، Indies میں بارہ سو قبل مسیح میں جو تہذیب تھی وہ سولہ سو قبل مسیح میں Spanish کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔ تمام نے وہی انجام

پائے۔ خواتین وحضرات! نہ Americans نے سبق سیکھا، نہ Chinese نے سیکھا، نہ ہم سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Mediterranean fall one thousand B.C. Aegeans, phoenicians, Greeks, Romans تمام زوال پذیر ہوئے۔

اس میں تھوڑا سا ایک نقطہ آپ کو بیان کر دوں کہ Roman civilization کے زمانے میں تحفظِ نسواں کا ایک بل پاس ہوا۔ جب وہ بل پاس ہوا تو اس وقت کے سب سے بڑے دانشور، سب سے بڑے مفکر، سب سے بڑے عالم، آج بھی جس کی باتیں مشہور ہیں، Cicero نے کہا کہ اے Roman Senators یہ بل جو تم پاس کر رہے ہو، یہ لاابالیت کا بل جو تم پاس کر رہے ہو، یہ جو بے جا آزادی تم عطا کر رہے ہو اسکا نتیجہ میں تمھیں سناتا ہوں کہ پچاس برسوں میں This great Roman empire will be split into pieces. حیرانی کی بات ہے خواتین وحضرات کہ اس کا vision اتنا مکمل تھا کہ پچاس برس سے پہلے ہی Roman Empire ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

اسلام سے پہلے کی جتنی بھی تواریخ ہم دیکھتے ہیں اس میں اگر کوئی پہلو اسلام کی فتح کا نظر آتا ہے تو وہ انکا مذہب، moral strength, proper committment اور وہ قوت تھی جس نے انہیں زندہ رکھا اور دوسری قوموں پر غلبہ دیا۔ میرے پاس بڑی لمبی لسٹ ہے ان تہذیبات کی...... میں وہ یہاں آپکو سنانا نہیں چاہتا۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تمام مذاق جو قومیں اپنی زندگی کے ساتھ کرتی ہیں اور جو افراد اپنی زندگی کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، اس میں دیکھنا یہ ہے کہ خدا کا رویّہ کیا ہے؟ خدا کون ہے؟ کیا extremist ہے؟ کیا کوئی depressent personality ہے؟ کیا اللہ کا وجود ایک ایسا وجود ہے کہ جس سے ایسے احکامات issue ہوتے ہیں جسمیں غور وفکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی؟ کیا اللہ ایک ایسا tyrant ہے؟ جو اپنی مرضی سے اپنی سہولت کیلئے قانون دیتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ ذرا کوشش کیجئے یہ دیکھنے کی کہ ''اللہ'' خود کون ہے؟ کون سا طرزِ عمل اسے مرغوب ہے؟ کیا وہ کائنات میں ایک maximum power کے تصور کو اجاگر کرنا چاہتا ہے؟ یا وہ کوئی اور طرزِ عمل اختیار کرتا ہے؟ اللہ فرماتا ہے: ''ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ '' (پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف پس اس کو درست کر دیا۔)

بلندی، آسمانوں کو ہم نے درست فرمایا۔ ”فَسَوّٰهُنَّ“ کا ترجمہ ہے کہ details تک جا کر برابر کر دینا۔ ہم نے ان کو معتدل کر دیا۔ وہ جابرانہ قوتیں تھیں۔ بے پناہ آگ کی قوت تھی جلانے والی، چارگنا radiation تھی، پانی نہیں تھا زمین پر...... ہم نے ان کو درست فرمایا تاکہ زندگی، انسان باقی رہے اور ہم نے اس کی پرورش رکھی۔ اللہ لفظ استعمال کرتا ہے: ”فَسَوّٰهُنَّ“ کہ یہی طریقہ کار ہے ہمارا ...... ہم خود بھی معتدل ہیں اور ہم نے زندگی کی گزران کے لئے جو اصول بنایا ہے وہ اصولِ اعتدال ہے۔

”رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا“ (نازعات ۲۸:۷۹)

(بلند کیا اس کی چھت کو پھر اس کو برابر کیا۔)

جب ہم آسمانوں کو بلند کر رہے تھے تو وہ بڑی دبیزی تہہ، وہ imbalance میں تھی۔ پھر ہم نے اس کو برابر کر دیا۔ ہم نے اس کو معتدل کر دیا۔ اسکی موٹائیاں ختم کر دیں۔ ہم نے اسکو balance میں رکھا۔ پھر جہاں جہاں بھی پروردگارِ عالم نے بے ترتیبی دیکھی اسے درست فرمایا۔ پھر فرمایا: ”وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا“ ہم نے نفسِ انسان کو تخلیق کیا اسے برابر کر دیا۔ ہم نے اس میں دو صلاحیتیں برابر کر دیں۔ اسے دیوانہ اور پاگل اور مجنوں نہیں بنایا، اسے یکطرفہ کردار نہیں دیا کیونکہ ہم خود معتدل تھے۔ بڑی اچنبھے کی بات ہے۔ میرے ایک بڑے بزرگ دوست ڈاکٹر تھے۔ میں ایک دفعہ ان کے پاس ویسے ہی چلا گیا۔ وہ بہت جھنجھلائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ذرا معتدل ہو جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اعتدال تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ ہم کون سے معتدل ہیں ...... بخدا!!! بڑی مناسب بات انہوں نے فرمائی کہ اعتدال تو صرف اللہ ہے۔ مکمل اعتدال کی اگر کوئی صورت آپ نے دیکھی ہو اور دیکھنی ہو تو وہ صرف اللہ ہے۔ جہاں بھی آپ نسلِ انسان کو دیکھیں گے تو اس میں یہی پائیں گے کہ: ”سَوّٰهَا“ ہم نے انسان کو درست کر دیا، balance کر دیا ”سَوّٰهَا“ کا مطلب ہے کہ details میں جا کر، باریکیوں میں جا کر معتدل کرنا کہ کہیں بھی inflammation نہ رہے irritation نہ رہے۔ یہ جو ہم میں چیزیں موجود ہیں یہ اللہ کی پیدا کردہ نہیں ہیں، یہ ہماری genetics ہیں، personal ہیں، acquired ہیں۔ اللہ نے وہی ایک اصول بخشا ہے انسان کیلئے ...... ”وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا“ ہم نے نفسِ انسان کو درست کر دیا۔ اگر اس میں چالیس یا پچاس فیصد صلاحیت خیر کی رکھی ہے تو پچاس فیصد شر موجود ہے اور پھر ہم نے اسے choices دے دیئے: ”فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَ

"ھَا وَتَقْوٰھَا" (ہم نے فسق و فجور بھی balance کر دیئے۔) اور انتخاب ان میں اللہ نے انسان کو دے دیا کہ عقلِ موزوں دی، جسم موزوں دیا، مناسب قد و قامت تخلیق کئے: "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" (ہر طرف سے برابر کر دیا۔) یہی طریقہ ہے پروردگار کا......اس نے انسان کو اپنی image پر تخلیق کیا اور اس کو اعتدال بخش دیا۔

خواتین و حضرات! دیکھنا یہ ہے کہ "شرع" کیا ہے؟ اگر وہ معتدل ہے تو "شرع" کیا ہے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ شرع وہ قانون ہے جو اللہ نے اپنی مرضی سے، بغیر انسان کو consult کیے، بغیر مشورہ کیے، بغیر اس کی قوت و استعداد دیکھے، بغیر اس کے مظاہراتِ زندگی دیکھے، بغیر اسکی کمزوریاں دیکھے اس پر ٹھونس دیا اور اعتراض کرنے والا ہاتھ کاٹنے پر اعتراض کرتا ہے، اخلاقی جواز پر اعتراض کرتا ہے، شرع کی مختلف شقوں پر اعتراض کرتا ہے۔ خدا کی طرف سے تو کسی نے شرع کو نہیں دیکھا۔ خواتین و حضرات! میں آپ کے لیے شرع کو define کرتا ہوں۔ شرع وہ کم سے کم زادِ راہ ہے جسے افعال و اعمال میں سمیٹ کر آپ زندگی کی منزلِ آخر تک سلامت پہنچتے ہیں اور آخرت کی منزلِ اوّل تک پہنچتے ہیں۔ شرع وہ کم سے کم زادِ راہ ہے، وہ سب سے Light weight restrictions ہیں جس سے کم تر آپ کسی معاشرے کو دے نہیں سکتے۔ شرع وہ زادِ راہ ہے، وہ اسباب ہیں، وہ اعمال ہیں، وہ تصورات ہیں جو خدا نے انسان کی آسانی کیلئے بنائے اور جن کو لیکر آپ اپنی زندگی اور معاشرے اور قوم کو منزلِ آخر تک سلامتی سے پہنچا سکتے ہیں۔

خواتین و حضرات! سوال یہ تھا کہ اللہ اچانک سب کچھ کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا۔ اس کا سارا طریقِ کار علم و فکر کا تھا، حکمت کا تھا، اسکے انداز suddenness کے نہیں تھے، تربیت کے تھے، اخلاقی تربیت کے تھے، ذہنی تربیت کے تھے۔ عرصہ دراز سے انسان زمین پر ہے، عرصہ دراز سے اس نے انسان پر تجربات کئے، انسان کی ہمتیں دیکھیں تو اس نے موزوں سمجھا کہ میں کم سے کم بوجھ انسان پر ڈالوں، اس نے کہا:

"طٰهٰ o مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی" (طہ۲۰:۱،۲)

(اے محمد ﷺ! اے میرے سردار! اے میرے پیغمبر میں نے تم پر قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔) میں نے لوگوں کی آسانی کیلئے اتارا ہے۔ اگر غور کرو گے، سوچو گے، سمجھو گے، تو آج شرع کو سب سے زیادہ آسان طریقہ، زندگی پاؤ گے۔ جو آپ کی چیز ہے اس میں خیر ہے۔ جن چیزوں کو آپ اپنی مرضی کے خلاف سمجھتے ہو وہ آپ کی زندگی کی تباہی و بربادی کا باعث ہیں اور اگر غور کرو گے تو

آپ کو شرع میں تحفظ، سکون اور زندگی کا قائم رہنا اور اس کے چلنے کا سلیقہ نظر آئے گا۔

خواتین وحضرات! شرع کے بعد ہم نے یہ غور کرنا ہے کہ آخر یہ اتنا بڑا شور جو مچا ہوا ہے اسلام کے بارے میں ...... تو آخر شرع ہے کیا؟ وہ کس قسم کا قانون ہے؟ وہ کس قسم کا attitude اپنے بندوں سے چاہتا ہے؟ وہ کس قسم کی اخلاقیات چاہتا ہے اپنے بندوں سے......؟ اگر آپ دیکھو گے اور اس سارے conduct کا مطالعہ کرو گے تو میں یہ قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ آپ اپنے گریبان میں سر چھپالو گے۔ ہم سے خدا کی اتنی خوبصورتی اور اتنی روشن خیالی قبول نہیں ہے۔ ہم اس پر عمل کرنے کی استطاعت و استقامت نہیں رکھتے۔ قرآن کو نہ پڑھنے والے آزاد ہیں۔ جنہوں نے قرآن نہیں پڑھا، نہیں دیکھا، نہیں سمجھا وہ تو آزاد ہیں۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ خدا انسان سے کیا چاہتا ہے مگر جن لوگوں کو قرآن پڑھنا ہے، سوچنا ہے، سمجھنا ہے ان کو پتہ ہے۔ ان پہلی آیات کو دیکھیے:

"اَلَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِاالغَیبِ وَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقنٰھُم یُنفِقُونَ" (البقرہ ۲:۳)

(وہ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

آپ نے غور کیا کہ اس آیت کے پس منظر میں خدا کیا کہتا ہے کہ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں ان کے دو خارجی اظہار ہیں: نماز قائم کرنا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنا۔ کبھی آپ نے سوچا یہ خرچنا کیوں؟ یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے کہ نماز وہی پڑھے گا کہ جسے غیاب میں کسی حضور اور شہنشاہ کا خیال ہوگا مگر یہ مال کا خرچنا غیب کا حصہ کیسے ہوگا؟

خواتین وحضرات! Human psychology says کہ ہم مال اس لیے نہیں خرچتے کہ ہمیں احساس ہے کہ اس کو replenish کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اسکو بڑھانے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر اس کو خرچ کر دیا تو ہمیں کہاں سے ملے گا؟ دیکھا آپ نے کہ کہاں، کس باریکی میں جا کر "بالغیب" قائم ہوتا ہے۔ اگر مجھے اللہ کا یقین نہیں ہے اور اگر مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ میرے مال کی کمی پوری کر دے گا تو میں مال نہیں خرچ سکتا۔ یہ ایمان بالغیب کا ایک حصہ ہے، خرچنا اور یہ یقین رکھنا کہ اللہ میری اس کی بیشی کو دور کر دے گا:

"مَن ذَاالَّذِی یُقرِضُ اللہَ قَرضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضعَافًا کَثِیرَۃً" (البقرہ ۲:۲۴۵)

"کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو وہ اس کیلئے کئی گنا بڑھا دے۔"

(جو اللہ کو قرض دیتا ہے تو یہ یاد رکھو کہ وہ اسے کئی گنا اضافہ کر کے لوٹا دیتا ہے۔)

خواتین وحضرات! جس شخص کو اللہ ہی کا یقین نہیں، جس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ مال کون دیتا ہے، جس کے ایمان بالغیب میں خدا کے پاس پیسے کی حاکمیت ہی نہیں ہے وہ خرچے گا کیسے؟؟؟ یہ کتنا بڑا اصول ہے جو اس نے ایمان بالغیب کا حصہ بنا دیا کہ خرچنا، لوگوں پر خرچنا، کشادہ دست رہنا ایمان بالغیب کا حصہ ہے مگر کیسا خرچنا؟ اب یہ تو نہیں کہ آپ سارا مال واسباب ہی خرچ کر چھوڑیں۔ جہاں اس نے خرچنا کہا وہاں اس نے خرچنے کے اصول بھی بتائے۔ کون یہ conduct بتاتا ہے زمین وآسمان میں؟ کونسی society یہ روشن خیالی، یہ conduct دیتی ہے؟

"اَلَّذِینَ یُنفِقُونَ اَموَالَھُم فِی سَبِیلِ اللہِ ثُمَّ لَا یُتبِعُونَ مَا اَنفَقُوا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّھُم اَجرُھُم عِندَ رَبِّھِم" (البقرہ ۲:۲۶۲)

(وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کئے ہوئے پر نہ تکلیف دیں نہ احسان رکھیں تو انکا اجر انکے رب کے پاس ہے۔)

یعنی اگر کسی کو مال دو تو اسے ایذا نہ دو، صبح وشام اسکا ڈھنڈورا تو نہ دو۔ اسکو رسوائے خلق تو نہ کرو۔ ہمارے پرانے دوستوں کی گورنمنٹ کالج میں شرارت ہوتی تھی۔ پہلے جا کر کسی کو کوٹ قرض دیتے تھے کہ یار یہ پہن کر جانا، بڑے سمارٹ لگو گے پھر عین جب مجلس میں پہنچتے تو کہتا کہ یار میرا کوٹ اتار...... آپ اندازہ کریں کہ کس قسم کا اثر ہوتا ہوگا اس پر......تو خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ جس پر احسان کرو، جس کو مال دو اسے ایذا نہ دو۔ اسے روز روز جتاؤ نہیں۔

Honestly tell me ladies and gentelman! Do you know another conduct of priority or conduct?

کہ جس میں اس قسم کی نصیحت مال خرچنے کے بارے میں کی گئی ہو۔

یہ تو بڑا نادر سا اصول ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچو اور جس پر احسان کرو اس پر احسان جتاؤ نہیں، اسے یاد کرا کرا کے ایذا نہ دو۔ اسکو مت یہ احساس دو کہ میں نے کس بُرے آدمی سے مال قرض لے لیا۔ یہ وہ مسلمان ہے جس کے بارے میں یہ گمان ہے کہ بڑا بدتہذیب اور terrorist ہے۔ خدا کہتا ہے، دیکھو! تمہیں بڑی بڑی چیزوں سے محبتیں ہیں، بڑی بڑی چیزوں سے تمہارا رسوخ ہے مگر تم مجھے نہیں پا سکتے جب تک self sacrifice پر آمادہ نہیں ہوتے، تم مجھے نہیں پا

سکتے جب تک میرے لیے اپنی possessions نہیں خرچ کرتے۔ تم مجھے نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیزیں نہ میری راہ میں دو جن سے تمہیں بڑی محبت ہے۔

"لَن تَنَا لُوْ الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" (العمران ۳:۹۲)

خواتین وحضرات! جسے اللہ کی خاطر چیزیں خرچنے کی عادت ہو جائے، محبتیں خرچنے کی عادت ہو جائے، possessions خرچنے کی عادت ہو جائے، جو ہر چیز سے بڑھ کر اللہ کو چاہے گا وہ کتنا بُرا ہو سکتا ہے؟ جو اپنے جان ومال کی خیرات پر آمادہ ہے، وہ کتنا بُرا ہو سکتا ہے؟ فرمایا:

"وَسَارِعُوا اِلٰی مَغفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُم وَجَنَّةٍ عَرضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالاَرضُ" (ال
عمران ۳:۱۳)

(اور اپنے رب کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے)

ذرا جلدی کرو، بہتری کو لپکو، خدا کے امن وسکون کو لپکو ...... تمہیں معلوم ہی نہیں کہ ہم نے تمہارا اجر کیا رکھا ہے؟ چھوٹے چھوٹے تین مال (mall) نہیں بلکہ جنت کا عرض زمین وآسمان کی چوڑائیوں سے زیادہ ہے۔ اب دیکھئے کہ بحیثیت ایک قوم اللہ آپ سے کس قسم کا طرزِ عمل چاہتا ہے۔ کیا وہ چاہتا ہے کہ آپ قتل وغارت پر اترو۔ متاعِ حیات کو اتنا سستا کر دو کہ جبر واستبداد کی تاریخ بن جاؤ۔ وہ تو بحیثیت ایک قوم آپ سے ایک سلوک چاہتا ہے کہ

"كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ" (ال عمران ۳:۱۱۰)

(تم بہترین اُمت ہو)

ہم نے لوگوں میں تمہیں بہترین امت کی طرح بنایا ہے۔ ہم نے تمہیں بہترین لوگوں میں سے بنایا ہے۔ یہ بہترین لوگ بھلا کرتے کیا ہیں؟

"تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ" (ال عمران ۳:۱۱۰)

(لوگوں کو) "بری بات سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں"۔

یہ ہیں وہ مسلمان کہ لوگوں کو بری باتوں سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ پہلے بھی تھے یہ لوگ ...... یہ نہیں کہ پہلے نہیں تھے۔ پہلے بھی خدا کی باتیں ماننے والے تھے۔ اب بھی ہیں ...... مگر ان لوگوں میں کچھ صفات زیادہ بھی ہیں:

"اَلَّذِينَ يَذكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰی جُنُوبِهِم وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ رَبَّنَا مَا خَلَقتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (ال عمران ۳:۱۹۱)

(جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔)

اللہ کے یہ بندے ہر وقت غور و فکر کرنے والے ہیں، یہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔

"These are scientists of Allah"

یہ بے علم اور جاہل قوم نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت خدا کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے مالک و کریم تم نے کوئی چیز فضول نہیں بنائی، سب چیزیں ہماری توجہ کیلئے، ہمارے غور و فکر کیلئے بنائی ہیں اور ہم بحیثیت بندے ان کا حق پورا کریں گے۔ "یہ اللہ ہے"

یہ تو ہمارے محلے کا آدمی نہیں جا کے بتاتا کسی کو جو اللہ اپنے بندوں کو بتا رہا ہے کہ اے لوگو اگر تم مسلمان ہو تو امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کا moral conduct زمین پر مرتب نہیں ہو رہا، کوئی کورٹ اس قانون کو مرتب نہیں کر رہی، کوئی فلاسفر نہیں دے رہا بلکہ آج کے طرزِ حیات میں جو اصول ہیں وہ خدا خود مرتب کر رہا ہے اور فرماتا ہے کہ لوگوں کو امانتیں واپس لوٹا دو......کیا دکھ کی بات ہے کہ آج کیسے کیسے لوگ امانتیں اجاڑ رہے ہیں۔ مولائے کریم فرماتے ہیں ......امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو انصاف کرو۔ اس میں چاہے تمہارے عزیز کیوں نہ ہوں، تمہارے بڑے بزرگ کیوں نہ ہوں، تمہارے کتنے قریبی محبت والے لوگ کیوں نہ ہوں۔ انصاف کرو تو ان پر توجہ نہ ڈالو بلکہ خدا کو توجہ میں رکھو چاہے تمہیں کتنے ہی قرابت دار منع کریں اور کتنے ہی طاقتور تمہیں ڈراوے دیں۔ پھر فرمایا: انصاف والو! اللہ تعالیٰ کیلئے انصاف پر قائم رہو۔ ملاحظہ فرمائیے کون ایسی instructions دے سکتا ہے؟ اور کس society میں دے سکتا ہے؟

Even the most just society cannot establish the virtuosity of this rule.

فرمایا:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا "(نساء ۴: ۱۳۵)

(اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دو اگرچہ خود تمہارے نفس، ماں باپ یا عزیزوں کے بھی خلاف ہو اگرچہ وہ غنی ہو یا فقیر)

خواتین و حضرات! مسلمان بننا آسان تو نہیں ہے۔ ہم لوگ تو معمولی سی بات پر کہتے ہیں۔ مجبوری تھی، برادری کا مسئلہ تھا، ابا حضور ناراض تھے اس لئے غلط گواہی دے دی۔ خدا یہ کہہ رہا ہے کہ جس کو انصاف قائم کرنا ہو وہ رشتوں سے بالا ہوتا ہے۔ جنگِ مہابھارت میں ارجنا نے جب اپنے اردگرد اپنے cousins کو آمادہ جنگ دیکھا اور جب یہ دیکھا کہ یہ سارے قتل کریں گے، یہ مجھے ماریں گے، میں انہیں ماروں گا تو جنگ سے اسکا دل اُٹھ گیا اور اس نے اپنے استاد سے کہا: "کیا زمین و آسمان کی ملکیتیں اس قابل نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کریں تو اس کو جنگ پر مائل کرنے والے کرشن مہاراج نے کہا: ارجنا! کس کیلئے لڑ رہا ہے؟ ذرا analysis تو کر۔ کس کیلئے لڑتا ہے؟ کیا تو خدا کیلئے لڑ رہا ہے؟ بھگوان کیلئے لڑ رہا ہے؟ کیا تو زائن کیلئے لڑ رہا ہے؟ تو کس کیلئے لڑ رہا ہے؟ تو ارجنا نے کہا: "لڑ تو میں سچائی کیلئے رہا ہوں"۔ تو ارجنا نے کہا: "سن لو! سچائی کا کوئی رشتہ دار نہیں، سچائی کا کوئی باپ، کوئی ماں نہیں ہے"۔ اور دیکھئے کہ قرآن حکیم کس وضاحت سے آپ کو یہ قانون دے رہا ہے۔ اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کیلئے قائم رہو۔ اگر چہ خود تمہارے ماں باپ یا عزیزوں کے خلاف ہو، اگر کوئی مفلس یا مالدار ہو تو اللہ ان کا مالک ہے۔ تم خواہش پر مت چلنا، پیسے لے کر گواہیاں نہ دینا۔ ایسی گواہیاں نہ دینا جو انصاف کو ممنوع کر دیں۔ انصاف کو چھوڑ کر اگر کوئی گڑبڑ کرو، کوئی جملہ بچا جاؤ، کوئی خطا چھپا جاؤ تو ایک بات یاد رکھنا:

"فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِیرًا" (النساء ۴:۱۳۵)
(بے شک اللہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو)

کہ اللہ تمہارے تمام کاموں سے آگاہ ہے۔ دنیا کو dodge دے لو گے مگر اللہ کو dodge نہیں دے سکتے۔ یہ conduct مسلمان کو دیا جاتا ہے۔ اخلاق کا، عزت کا، اصول کا...... مگر آگے دیکھئے! انصاف کے علاوہ بھی کچھ اور باتیں ہیں جس کیلئے اللہ آپ کو advise کر رہا ہے۔ اللہ کی نگاہ سے کوئی طبقہ بچا نہیں ہے۔ یہ دکانداروں کیلئے ہے:

"وَیٰقَومِ اَوفُوا المِکیَالَ وَالمِیزَانَ بِالقِسطِ وَلَا تَبخَسُوا النَّاسَ اَشیَآءَھُم وَلَا
تَعثَوا فِی الاَرضِ مُفسِدِینَ" (ھود ۱۱:۸۵)

(اور اے میری قوم ماپ اور تول انصاف سے پورے کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور ملک میں فساد نہ مچاتے پھرو۔)

یہ وہ conducts وہ rules ہیں جو اگر ہم اپنی زندگی میں apply کریں گے تو جس قسم

کا مسلمان ان اصولوں کی تعمیر کے بعد ابھرے گا وہ نا قابلِ بیان character ہوگا۔ دیکھئے مختصر سی بات ہے:

"إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ وَ اِیتآیِٔ ذِی القُربٰی وَیَنھیٰ عَنِ الفَحشَآءِ وَالمُنکَرِ" (النحل ۱۶ : ۹۰)

"بے شک اللہ حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور برائی سے"

(دیکھو! سچ کی راہ چلو، عدل کی راہ چلو، احسان کرو، ناتے والوں کو دو، بے حیائی اور برے کاموں سے بچو۔)

اور اللہ کے بندے وہ ہیں (پتہ نہیں غیر معتدل ہی نہ ہوں) جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں۔ متکبرین کی طرح نہیں چلتے، بڑے بڑے دعوے نہیں کرتے، دنیا کے قانون کو خود نہیں بناتے پھرتے۔ اللہ کے بندے:

"یَمشُونَ عَلَی الاَرضِ ھَوناً وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الجٰھِلُونَ قَالُو اسَلٰماً" (فرقان ۲۵ : ۶۳)

(کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام)

عقلمند اتنے ہیں کہ کسی جاہل سے بحث نہیں لیتے۔ "لارڈ رسل" نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جب دو شخص گفتگو کرتے ہیں تو کوئی کسی کو نہیں سنتا۔ ہر آدمی جس کی آواز اونچی ہو وہ جیت جاتا ہے۔ جاہلوں کا طریقِ گفتگو یہی ہے کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا اور جس کی آواز اونچی ہو وہ جیت جاتا ہے۔ خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ میرے بندے وہ ہیں، اللہ کے بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے تصادم لیتے ہیں تو سلام کرکے نکل جاتے ہیں۔

They don't want to waste their effort, time and life on such small issues.

کبھی کبھی باہر کی قوموں کے افراد ان اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ دو انگریز لارڈ ایک دوسرے کے ساتھ چل رہے تھے۔ دونوں بڑے معزز لارڈ تھے۔ آگے سے فٹ پاتھ پر ایک بڑا ٹیڑھا سا بندہ آ گیا تو اس ٹیڑھے بندے نے ان میں سے ایک لارڈ سے کہا کہ آگے سے ہٹ...... وہ لارڈ رستہ چھوڑ کر نیچے اتر گیا تو دوسرے لارڈ نے کہا: "یہ کیا؟ تم نے اس بدتمیز کیلئے رستہ چھوڑ دیا۔ میں ہوتا تو کبھی نہ چھوڑتا"۔ تو اس نے کہا کہ میں تو ہمیشہ بدتمیزوں کے لیے رستہ چھوڑوں گا کیونکہ میں اپنی

عزت خطرے میں نہیں ڈال سکتا اور اسے اتنی سستی نہیں کرنا چاہتا کہ کوئی بدتمیز اسے لوٹ لے جائے؟ تو خواتین و حضرات! اس سے تو کہیں پہلے آپ سے اللہ نے کہا کہ جب کوئی جاہل ملے، کوئی اس قسم کا character ملے تو "قَالُوا سَلَامًا"۔

دکانداروں سے، بزنس مینوں سے، سیاستدانوں سے فرمایا:

"وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ" (الشعراء ۲۶:۱۸۲)

(اور تولو ساتھ ترازو سیدھی کے)

ڈنڈی مارنا خالی دکاندار کا کام نہیں ہے۔ یہ سیاستدان کا کام بھی ہے، فلاسفر کا کام بھی ہے، مفکر کا بھی ہے، مولوی کا بھی ہے، اللہ کی باتوں میں ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ وعدے کر کے مکر جاتے ہیں تو خداوندِ کریم نے فرمایا: تول سیدھا رکھو، ماپ پورا لو اور کم مت دو۔ جس کا کوئی حق ہے اسے پورا کرو۔

"اَوفُوا الكَيلَ وَلَا تَكُونُو امِنَ المُخسِرِينَ" (الشعراء ۲۶:۱۸۱)

(ماپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو۔)

ذرا دیکھئے! اللہ کس قسم کے کردار چاہتا ہے، مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، ایماندار مرد، ایماندار عورتیں، فرمانبردار مرد، فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد، سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد، صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد، اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، خیرات دینے والے مرد، خیرات دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد، روزہ رکھنے والی عورتیں۔

"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعٰتِ" (الاحزاب ۳۳:۳۵)

اب بتایئے اس سے زیادہ مہذب کوئی اور آپ کو کیا کہے گا؟ ان تمام صفات کے حامل یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اللہ سے عزت پائیں گے۔ خدا آپ کو یہ نصیحت فرما رہا ہے کہ غیر سے کہاں عزت ڈھونڈنے جاتے ہو۔ اگر تم میرے بندے ہو اور میرے مسلمان ہو تو جان لو:

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا" (فاطر ۳۵:۱۰)

(جو کوئی عزت چاہتا ہے پس عزت تو تمام اللہ کیلئے ہے۔)

میں ہی تمہیں عزت بخشنے والا ہوں، میں ہی تمہیں تا قیامت عزت بخشنے والا ہوں، میں ہی تمہیں اعتدال بخشنے والا ہوں، فرمایا: جو تم پر بڑھے نہیں، جنہوں نے تم پر حملہ نہیں کیا یا تمہیں گھروں سے نہیں نکالا، ان سے بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے کا تمہیں اللہ حکم دیتا ہے کیونکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (الشمس ۹۱:۹) (بے شک مراد کو پہنچا جس نے ستھرا اسے کیا)

سائل کو مت جھڑک! انصاف کی حد سے مت گزر! یہ چھوٹی چھوٹی وہ باتیں میں آپ کو بتا رہا ہوں جو اس وقت مسلمان کے conduct پر لازم ہوتی ہیں۔ ذرا دیکھئے! بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ سارے conduct of manners ہم سکھاتے ہیں مگر اللہ تو آپکی نشست گاہوں تک پہنچتا ہے۔ آپکو بیٹھنے کے طریقے بھی بتا رہا ہے: "اے ایمان والو! تم سے کہا جائے بیٹھنے کیلئے تو سمٹ جایا کرو، لوگوں کو جگہ دیا کرو، اللہ تمہیں بہشت میں جگہ دے گا"۔ اس conduct، اس mannerism اس behaviour کیلئے خدا کتنی بڑی آپکو offer دے رہا ہے کہ "اے لوگو پھیل کر مت بیٹھا کرو بلکہ جب تمہیں لوگ جگہ کیلئے کہیں تو تم اپنی جگہ پر سمٹ جایا کرو۔ جب تم سے کہا جائے کہ جگہ سے اٹھ جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو اور جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انکو علم ملا ہے، اللہ انکے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

اب وہ خوش خبریاں ہیں جو اللہ خطاکاروں کیلئے دیتا ہے، گناہگاروں کیلئے دیتا ہے، خطاؤں پر دیتا ہے۔

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (زمر ۳۹:۵۳)

(اے میرے بندو! اگر تم نے زیادتی کی، اسراف کیا، غلطیاں کیں، اپنی قوتوں کو بے جا خرچا تو گھبراؤ نہیں میری رحمت سے مایوس نہ ہونا میں تمہارے تمام گناہ بخشوں گا کیونکہ میں غفورالرحیم ہوں۔)

خاص طور پر خواتین کیلئے اللہ کی یہ نصیحت ہے کہ:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ" (حجرات ۴۹:۱۲)

"اے ایمان والو بہت زیادہ گمان سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ عیب تلاش کرو اور نہ

غیبت کرو“

(بہت گمان کرنے سے بچو، بدگمانی نہ کیا کرو، غلط گمان نہ رکھا کرو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔)

غور سے سنیئے! بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تو خدا یہ نصیحت دے رہا ہے، آپ کے باطن کے خیالات کو advice دے رہا ہے کہ بہت گمان اور بدگمانی نہ کرنا، بہت ساری بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں اور جستجو بھی نہ کرنا، لوگوں کے گھروں میں جھانک جھانک کر مت دیکھو، سکینڈلز مت بناؤ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ روشن خیالوں کے ملک میں سکینڈلز نہ ہوں تو زندگی مزیدار نہیں لگتی...... اللہ advice کر رہا ہے کہ سکینڈلز کی تلاش نہ کرو اور کیا تم کو بھلا لگتا ہے کہ تم مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ اگر نہیں بھلا لگتا تو غیبت نہ کرو، بڑی مختصری آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن حکیم میں تین بڑے Principles of conduct دیئے ہیں کہ بدگمانی سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو۔ لوگوں کی جاسوسیاں مت کرو، لوگوں کو اپنے حال پر رہنے دو اور اپنے مردہ بھائی کا گوشت نہ کھاؤ کہ یہ غیبت ہے اور غیبت نہ کرو۔

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ“ (البقرہ ۲:۲۶۴)

”اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو۔ احسان رکھ کر اور ایذا دے کر (اپنی خیرات اور اپنی نیکیاں ضائع مت کرو، اور) اس شخص کی طرح (مت ہو جاؤ) جو لوگوں کو دکھانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے۔“

اس میں جو بات آپ کو سمجھنی ہے وہ یہ کہ ایک طرف اللہ کہتا ہے کہ:

”اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً“ (بقرہ ۲:۲۷۴)

”وہ لوگ جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں دن اور رات، چھپا اور ظاہر“

(تم چھپا کے خرچو یا بتا کے خرچو مجھے قبول ہے۔)

دوسری طرف آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! لوگوں کو دکھانے کی نیت سے جو خرچ کرتا ہے وہ گناہگار ہے۔ اسے اللہ پر یقین نہیں۔ یہ اعتدال نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیت اللہ کیلئے خرچنے کی ہو چاہے اس میں اپنا تھوڑا سا تفاخر آ جائے مگر اگر نیت اللہ کیلئے خرچنے کی سرے سے ہے ہی نہیں، اگر صرف ذاتی نمود کی خاطر، ذاتی نمائش کی خاطر آپ خرچ رہے ہو تو پھر یہ آیت آپ پر لاگو ہوگی مگر اگر نیت اللہ کیلئے خرچنے کی ہے تو تھوڑا سا ”شو، شا“ بھی گوارا ہو جائے گا۔

"لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا"

(اے لوگو!) سُود نہ کھاؤ، (یہ بُرا ہے ظلم ہے۔)

اب آپ دیکھو کہ اگر آپ اللہ کی بات پر عمل کرو گے تو روشن خیالی تو یہیں ختم ہو جائے گی کیونکہ ساری کی ساری روشن خیالی سُود پر چل رہی ہے مگر اللہ کے نظام کو بروئے کار لانے کیلئے آپ کو اللہ کا دوسرا اصول بھی اپنانا پڑے گا:

"یَمحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُربِی الصَّدَقٰتِ" (بقرہ ۲:۲۷۶)

(اللہ سُود گھٹاتا ہے اور صدقات بڑھاتا ہے)

اگر آپ کو سُود گھٹانا ہے تو صدقات بڑھانے پڑیں گے۔ جس ملک میں صدقات کا نظام نہیں ہے وہاں کسی قیمت پر بھی سُود ختم نہیں ہو سکتا۔ تو اے حضرات والا! آج کل ہم ایسے نظام کی شکل بن گئے ہیں جو تمام تر سُود پر ہے اور حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "ایک وقت آئے گا کہ سُود نہیں تو سُود کا دھواں ہر شخص کو پہنچے گا"۔

اگلی بات سنئے جو معتدل انسانوں کو بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بُری بات کو پکار کر کہنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم ہوا ہو، کہ سوائے مظلوم کے کسی کو جائز نہیں ہے کہ اونچا، بُرا لہجہ اختیار کرے:

"لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الجَھرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ القَولِ اِلَّا مَن ظُلِمَ" (نساء ۴:۱۴۸)

(اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر جس پر ظلم کیا گیا۔)

کہ بغیر مظلوم کے کسی کو اونچی آواز، پکاری آواز، دشنام طرازی نہیں کرنی چاہئے۔ آج کے دور کے بارے میں سنئے کہ مسلمان اس آیت پر عمل کر کے کتنا دہشت گرد ہو سکتا ہے؟ کتنا دہشت پسند ہو سکتا ہے؟

"وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الاَرضِ لِیُفسِدَ فِیھَا وَیُھلِکَ الحَرثَ وَالنَّسلَ ط وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الفَسَادَ" (بقرہ :۲۰۵)

(جب اس کو طاقت ملتی ہے یا حکومت ملتی ہے تو یہ زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتا ہے اور کھیتیاں اور جانیں برباد کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔) مسلمان کو خدا یہ advice کر رہا ہے کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اب اس کے ہوتے ہوئے کون مسلمان ہے جو فساد کرنا پسند کرے، یا جرم کرنا پسند کرے۔ تاریخ جائزہ تو لےگی ا کہ کون ہے جس کو حکومت ملتی ہے اور وہ خدا کی زمین پر فساد مچانے کی کوشش کرتا ہے۔ کون ہے جو لوگوں کے گھر مسمار کرتا ہے اور برباد کرتا ہے۔ آگ

اور خون میں انسانوں کو نہلا دیتا ہے یہ تو تاریخ فیصلہ کرے گی۔ کسی قیمت پر بھی مسلمان کو یہ الزام نہ دیا جائے گا، نہ وہ یہ کرنے کے قابل ہے۔ ہاں کچھ باتیں اللہ کی روشن خیالی میں نہیں آتیں:

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ" (المائدہ ۵:۹۰)

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں۔)

خواتین و حضرات! بڑا مسئلہ ہمارے سامنے یہ درپیش ہے کہ لوگ بحث کر رہے ہیں کہ شراب حرام ہے یا حلال؟ ......قرآن میں لکھا ہوا ہے یا نہیں لکھا ہوا......؟ میں آپ کیلئے دو آیات پڑھتا ہوں، مجھے یہ بتایئے گا کہ جن چیزوں کے بارے میں اللہ بڑی وضاحت سے کہہ دے کہ یہ عملِ شیطان ہیں، ان کے حلال ہونے میں کیا فائدہ نظر آتا ہے۔ حرام تو ہلکی سی چیز ہے اور بہت سارے حرام جان کے خوف میں حلال ہو جاتے ہیں:

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ" (البقرہ ۲۵:۱۷۳)

یعنی اگر تمہاری جان اضطراب میں چلی جائے تو وہ جو چار مستند حرام ہیں ......غیر اللہ کا ذبیحہ، جما ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور مردار...... یہ تم کو اگرچہ حلال نہیں مگر جائز ہو جائیں گے۔

یہاں خواتین و حضرات! ان چاروں چیزوں پر عملِ شیطان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اگر آپ لوگوں کی حماقتوں پر غور کریں ......مردار جو ہے، مردار ہے، شیطان کو اس سے کیا واسطہ...... جما ہوا خون شیطان تو نہیں ہے اور سوائے ایک بات کے کہ غیر اللہ کا نام تم پڑھتے ہو، یہ آپ کی حماقت ہے یا شیطان کی سکھائی ہوئی بات ہے مگر directly تو ان میں کوئی عملِ شیطان نہیں ہے۔ اگر یہ حرام چیزیں ہیں، اگر indirect شیطانی کام حرام ہیں تو جو شخص خدا تعالیٰ کے خلاف شیطانی کام کر رہا ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

"اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ"

یہ پلیدی ہے، یہ شیطان کے اعمال ہیں۔ یہ بات تو پوچھو کہ بھئی! آپ سوال الٹا کیوں کرتے ہو؟ حرام، حلال کیوں کہتے ہو؟ سیدھا سوال کرو، کہ یہ عملِ شیطان ہے، یا عملِ رحمان ہے اور اگر شراب پینا عملِ شیطان ہے تو موصوف آپ عمل کرو گے کہ نہیں کرو گے؟ بجائے اس طرف سے سوال کرنے کے کہ کیا چیز حلال ہے کیا حرام ہے...... آپ straight away سوال کرو

......ڈاکٹر صاحب سے پوچھو کہ بھائی! شراب پینا قرآن کے مطابق عملِ رحمان ہے یا عملِ شیطان ہے؟ اگر شیطان نہ ہو تو "سو بسم اللہ" ......شوق فرمایئے۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے...... مگر یہ تسلیم کر لو کہ یہ قرآن کے نزدیک عملِ شیطان ہے۔ جب لوگ قرآن سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو اس قسم کی حجتیں بہت پیدا ہوتی ہیں۔ یہودی بھی کرتے رہے، عیسائیوں نے بھی کیں،

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

"اِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیطٰنُ" (بے شک شیطان یہی چاہتا ہے۔) کیا چاہتا ہے؟ اس ایک آیت سے دوسری آیت منسلک ہے۔ ایک طرف شیطان کی وضاحت کی کہ no problem کوئی confusion نہیں۔ شراب، جوا، انصاب ...... یہ عملِ شیطان ہیں، ان سے بچو، دوسری طرف شور پڑتا ہے کہ شراب کیلئے حرام کا لفظ نہیں آیا۔ کل کوئی اور مفکر یورپ سے آئے گا اور کہے گا، یار پریشانی کیا ہے؟ اس سے تو تخلیقی صلاحیتیں بڑھتی ہیں۔ اسی طرح کے دلائل موجودہ تمام ذہین لوگ دیتے ہیں مگر آج تک مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا، مدتیں گزر گئیں شراب والوں کے ساتھ...... ہر آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا، ہر آدمی جو شراب پیئے کہتا ہے نہیں نہیں اوروں کو ہوتا ہے، مجھے نہیں ہوتا اور ان کی حرکات وسکنات دیکھ کے خیال آتا ہے کہ یہ نشے میں ہی بات کرتے ہیں۔

"اِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیطٰنُ اَن یُّوقِعَ بَینَکُمُ العَدَاوَةَ وَالبَغضَآءَ فِی الخَمرِ وَالمَیسِرِ وَیَصُدَّ کُم عَن ذِکرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَھَل اَنتُم مُّنتَھُونَ" (مائدہ ۵: ۹۱)

(شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور دشمنی پیدا کر دے شراب اور جوئے سے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔ تو کیا تم باز آئے؟)

شراب کا فائدہ ہے تو نقصان بھی ہے۔

اللہ کی تو یہ تخلیقات ہیں۔ حلال ہو، حرام ہو۔ جائز، ناجائز ہوں۔ شیطان ہو یا ملک ہو، اسکی تو تخلیقات ہیں۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ اگر ان کی روشن خیالی پر چلو تو تمہاری مرضی...... مگر اگر تم میرے بندے ہو، مسلمان ہو، مسلمان رہنا چاہتے ہو تو شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں آپس میں دشمنی اور کینہ پیدا کر دے اور تم کو خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے۔ اب تم باز آتے ہو کہ نہیں؟ "فَھَل اَنتُم مُّنتَھُون" (تم باز آتے ہو کہ نہیں؟) "فلاں" صاحب کہتے ہیں

کہ نہیں، میں نہیں باز آتا۔ یہ جملہ بڑا خوبصورت ہے جو اللہ نے آخر میں لکھا کہ میں نے تمہیں سمجھا دیا کہ یہ عملِ شیطان ہے لیکن حرام سے بدتر ہے۔ اس میں کوئی بھی گنجائش نہیں ہے۔ تم حرام حلال میں پڑے ہوئے ہو۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ عملِ شیطان ہے اور یہ تمہیں لڑانے کیلئے ہے، تمہاری زندگیاں برباد کرنے کیلئے ہے، تمہارے رشتے ناطے اجاڑنے کیلئے ہے۔ تمہاری دوستیاں اور محبتیں ختم کرتا ہے۔ یہ "اُمُّ الخبائث" تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کرنے والی ہے۔ تم نشے میں نماز نہیں پڑھ سکتے کیونکہ پہلے بھی جب میں نے منع نہیں کی تھی تو اصحاب رسول ﷺ نشے میں جاتے تھے تو وہاں پر لات وعزیٰ پکارتے تھے کیونکہ انسانی psychology اتنی جلدی تو نہیں بدلتی۔ ہزاروں صدیوں پرانا فعل تھا جو پہلے سے متعارف تھا۔ اسلام تو تازہ تازہ revolution تھی تو جب کوئی نشے میں جاتا، جب تک ممنوع نہیں ہوئی تھی تو شراب پینے کے بعد اللہ کا نام لینے کے بجائے عزیٰ ومنات کا نام لے لیتا تو پھر اللہ نے کہا یار اس طرح نہ کرو......

"لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰی"(نساء ۴: ۴۳)

(نشے میں نماز کیلئے نہ جایا کرو۔)

تمہیں پتہ ہی نہیں ہے، تمہیں ہوش ہی نہیں ہے کہ تم کیوں یہ کام کر رہے ہو اس لیے نماز پڑھ کر اللہ کو راضی کرنے کے بجائے، یہ کیا کہ الٹا اس کو اور ناراض کر دو اور اس کے غضب کو بھڑکا دو تو فرمایا کہ اب بھی باز آتے ہو کہ نہیں، میں نے تمہیں سمجھا دیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لہجہ اللہ بہت کم استعمال کرتا ہے:

"فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْن"

(تو کیا تم باز آئے؟)

نادان سے، معصوم سے بچے کو فہمائش......کان سے پکڑ کر......جس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ حرام اور حلال کیا ہے؟ جس کو پتہ نہیں کہ شراب کے خصائص کیا ہیں اور برائیاں کیا ہیں؟ تو اس نے کہا، یار تم اب بھی باز نہیں آتے۔ میں نے تم پر واضح تو کر دیا کہ شیطان کے اعمال سے بچو۔ جب تمہیں واضح کر دیا کہ یہ جنگ وفساد اور فتنہ اور شر کا باعث ہے۔ اب بھی تم بیٹھے ہو کہ نہیں تو ایسے لوگ کہیں گے کہ Sorry God, Sorry sir ہم نے تو پی لی ہے۔

یہ عجیب سا خدا ہے۔ قربان جایئے اللہ کی ذاتِ مبارکہ پر انسانی conduct کو اتنی باریکی سے treat کرتا ہے کہ چلو چلنے دو اس مخلوق کو جیسے چلتی ہے۔ ہاں اگر کچھ سخت کڑے

ضابطے لگا دیتا، اسی وقت فوراً انصاف کرا دیتا تو کروڑوں مر جاتے، ایک آدھ باقی بچتا۔ پھر اللہ فرماتا ہے:

"وَلَا تَمشِ فِی الاَرضِ مَرَحًا"
(اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔)

اور ادھار کی زندگی میں کیا اکڑتے ہو۔ پہلا اور آخری سانس ادھار، ماں باپ اس نے ادھار کے دیئے، ماحول ادھار کا دیا، زندگی ادھار کی دی، کس چیز پر ناز و غرور ہے؟ اے شیطان و فرعون و ہامان!! کس چیز پر ناز ہے؟ ایک ضمنی سا واقعہ سناتا ہوں:

جب عزرائیل سے اللہ نے پوچھا کہ تجھے افسوس نہیں ہوا۔ تیرا دل تو بڑا سخت ہے پتھروں کا پتھر، اتنی ساری جانوں کو نکالتا ہے۔ اے عزرائیل! کبھی تیرا بھی دل نرم پڑا؟ کہا: "اے حضرت والا! ایک دفعہ پڑا تھا۔ میں نے دیکھا، ایک جہاز ٹوٹا، ایک معصوم سا بچہ اور اس کی ماں بچی اور ایک لکڑی کا تختہ تھا۔ پھر وہ معصوم بچے کو لے کر اس تختے سے لپٹ گئی مگر وہ تختہ دونوں کا بوجھ نہیں سہارتا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ ماں نے اس تختے کو چھوڑ دیا تو میرے دل میں ملال آیا اور کہا کہ کاش اللہ، میرا پروردگار اس معصوم کو جس کی خاطر اس کی ماں نے اتنی بڑی قربانی دی ہے، اس کو زندگی عطا کرے"۔ کہا کہ عزرائیل تجھے کبھی کسی موت پر خوشی بھی ہوئی، کہا: "ہاں! اے صاحبِ اکرام عز و جل!! آپ نے حکم دیا تھا کہ میں نے شداد کی جان نکالنی ہے اور میں نے اسے اس کی جنت میں غرور کرتے ہوئے دیکھا اور وہ گھمنڈ کی باتیں کر رہا تھا۔ اپنی خدائی کا دعوے دار تھا اور پھر اس نے بہت آسمان سر پر اُٹھا لیا تھا اور پھر تو نے مجھے حکم دیا اور مجھے اس متکبر کی جان نکال کے بڑی خوشی ہوئی"۔ کہا: "عزرائیل! یہ وہی بچہ تھا جس کو معصوم جان کر تو نے کتنا ترس کھایا تھا"۔

خواتین و حضرات! transition میں فیصلے نہیں دیا کرتے۔ "گزران"...... گزرتے ہوئے وقتوں میں کسی پر رائے نہیں pass کیا کرتے۔ کسی کے انجام سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی کس طرح جاہل ہے، کوئی مسکین کب مغرور ہوتا ہے اور کوئی مغرور کب زمین پر گرتا ہے، آپ کو کیا پتہ...... تو بدگمانی سے بچنا۔

"وَلَا تَمشِ فِی الاَرضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَن تَخرِقَ الاَرضَ وَلَن تَبلُغَ الجِبَالَ طُولاً
"(بنی اسرائیل ۱۷ : ۳۷)

(زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل کیونکہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ تو پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔)

ابھی تک تو رستم وسہراب کے بڑے قصے سنے ہیں تو جب کسی کو بہت زیادہ طاقت کا مبالغہ کرنا ہو تو کہتا ہے: "اس نے زمین پر پاؤں مارا اور زمین سے دھواں اٹھا"۔ یہ کسی نے نہیں کہا کہ "گڑھا پڑا"۔ نرم زمین، خشک اور سخت زمین میں کسی پہلوان کے پاؤں سے گڑھے نہیں پڑے۔ کسی مغرور کے پاؤں سے زمین کے دامن پر کوئی عذر واقع نہیں ہوتا۔

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
تختِ زمین پہ سینکڑوں آئے چلے گئے

اور دیکھو اے بندگانِ خدا اتنی decency کے manners پورے نہیں ہونگے جب تک ایک بڑی بات نہیں ہوگی:

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِی فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی" (طٰہٰ ۲۰:۱۲۴)

میری یاد سے جو منہ موڑے گا، اسکی معیشت تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔)

میری یاد سے منہ نہ موڑنا، مجھے یاد رکھنا، میں تمھارے دھیان میں رہوں، میں اصل قوت ہوں، Metrics of life پر مت جانا، ان Computerized versions پر نہ جانا، زمینی حقائق پر نہ جانا، اسکے پس منظر میں آسمانی حقیقت تم سے کبھی اوجھل نہیں ہونی چاہیئے۔ (یہ زمینی حقائق میرے اور آپ کے لیے ہیں۔ ہمیں اپنی perfections maintain کرنے کیلئے ہیں۔ اس کا خدا سے، آسمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ حقیقت اٹل ہے، تمام وجودِ زمین ایک مفروضہ ہو سکتا ہے مگر تخلیق کرنے والے کے ذہن میں یہ مفروضہ ہو سکتا ہے۔) وہ چھلی حیات تو وجودِ حقیقت میں صرف ایک ہے اور وہ میں (اللہ) ہوں۔ میری یاد سے منہ نہ موڑنا۔ میری یاد سے غفلت نہ برتنا۔ یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ زمین تمہارے انجام کا باعث ہے۔ تم نے زمین سے بہت آگے جانا ہے۔

خواتین وحضرات! ابھی حدود کے کچھ کیس پیش ہوئے، مجھے اس عالم کا پتہ تو نہیں مگر میں نے سنا کہ T.V پر کسی so called عالم نے یہ کہا کہ ایک بدکار، جھوٹے، بدمعاش کی گواہی بھی جائز ہے۔ مگر قرآن کی بات سنیئے:

"وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُم شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰئِکَ هُمُ الفٰسِقُوْنَ " (النور ۲۴: ۴)

(اور جو لوگ کہ تہمت لگا تے ہیں پاکدامن عورتوں پر پھر نہیں لا تے چار گواہ تو مارو ان کو اسّی کوڑے اور مت قبول کرو ان کی گواہی کبھی اور یہی فاسق ہیں ۔)

خواتین محترمات ! سوچیئے گا کہ اس سے بڑا تحفظ کون سا قانون دے سکتا ہے کہ جس نے بھی مسلمان، آزاد، پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی، پھر چار گواہ نہ لا سکے (کوئی بھی نہیں لا سکتا) تو اس تہمت کی سزا میں اس شخص کو اسّی کوڑے لگاؤ، پھر ساری عمر اسکی گواہی مت مانو۔

خواتین وحضرات! یہ کون لوگ ہیں جو فاسق وفاجر کی گواہی لیں گے؟ قرآن تو کہہ رہا ہے کہ ساری زندگی اس کی گواہی نہ لینا جس نے ایک مسلمان عورت پر تہمت لگائی وہ اتنا بُرا ہے اللہ کی نظر میں کہ ہدایت فرمائی کہ پھر ساری زندگی اس کی گواہی نہ لینا۔ یہ کہاں سے گنجائش نکل آئی کہ ہر جھوٹا، بدکار اور منافق گواہ ہوسکتا ہے۔ اس بات پر آپ کو غور کرنا ہوگا۔

Manners تو دیکھیں! اعتماد کی بات ہے کہ جب آپ کسی کے گھر کے دروازے میں داخل ہوں تو مسلسل کتا کھٹ شروع ہو جاتی ہے اور اگلا، بیچارہ مجبور ہے یا مسکین ہے، جو بھی ہے مگر آپ کا دعویٰ ہے کہ زندہ ہے یا مردہ، اسے نکال کر ہی چھوڑیں گے۔ ایسے عالم میں نہ وہ غریب آپ کو کچھ کہہ سکتا ہے نہ آپ کے دعوے کو رد کرسکتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ بہت سارے لوگ تو مسلسل جھوٹ بولتے ہونگے کہ ہم ہیں یا ہم نہیں ہیں مگر خدا کے حکم کی اس conduct پر بھی آپ کو شہادت ملے گی کہ "اپنے گھروں کے سوا پرائے گھروں میں مت گھسو۔ اپنے گھروں کے سوا پرائے گھروں میں مت جاؤ جب تک ان گھر والوں سے اجازت نہ لو اور باہر رہ کر سلام و دعا نہ کرلو۔" ایک دم سے اندر نہیں گھس جانا ہے۔ One must learn manners. حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی ماں کے گھر جایا کرتے تھے تو پہلے دستک دے کر ان سے اجازت طلب کرتے پھر اندر داخل ہوتے تھے۔ اللہ آپ کو بڑی سختی سے اس mannerism کی تاکید کر رہا ہے۔ آپ کو بھی اپنی اولاد کو، بچوں کو، خود کو بھی یہ manners سیکھنے چاہئیں اور یہی اعتدال کے manners ہیں۔ یہ بدتمیزی سے گریز دیتے ہیں کہ جب آپ کسی کے گھر جائیں تو کم از کم یہ لحاظ کریں کہ اس سے اجازت لیں اور اگر اجازت نہ ملے تو زبردستی نہ گھس کے بیٹھ جائیں۔ یہ آپ کو اللہ کا حکم ہے۔

"وَلَا تُطِیْعُوْا اَمْرَ المُسْرِفِیْنَ" (شعراء ۲۶: ۱۱۵)

(اور حد سے نکل جانے والوں کا حکم نہ مانو)

ان تمام حدود کے بارے میں خداوندِ کریم آپ کو حکم فرما رہے ہیں مگر ہم کو بحیثیت مسلمان اسی اللہ کا حکم ماننا ہے، ہاں اگر اللہ کوئی بات غلط کہتا ہے تو کوئی دانشور بتا دے، ہم اس کے بڑے مشکور ہوں گے۔ خدا کہتا ہے کہ برائی کا بدلہ، خطا کا بدلہ، کسی ناقص کام کا بدلہ لینا ہے تو اتنا ہی جتنا تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ اگر کسی نے تھپڑ مارا ہے تو صرف ایک تھپڑ ہی اسکا بدلہ ہے اور اس پر بھی اگر کوئی معاف کر دے اور یہ چاہے اور یہ کہے کہ اسکا ثواب اللہ کے ذمہ ہے تو اگر برابر کا بدلہ دو اور لو تو ٹھیک ہے جائز ہے، یہ تمہارا حق ہے مگر اگر معاف کر دو تو کیا بڑی بات ہے، اسکا ثواب تو اللہ کے ذمے ہے، پھر خدا آپ کو اسکا اجر دینے والا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

"وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ"

(شوریٰ ۴۲:۴۰)

(اور بدلہ برائی کا برائی ہے مانند اس کی پس جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اجر اسکا اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ نہیں پسند کرتا ظالموں کو)

اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان ظالم نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ بے اعتدال کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان بے اعتدال نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ بخل کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان بخیل نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ فضول قتل کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان قتل نہیں کرتا۔

"وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ"

(اللہ کی راہ میں قتل کرو ان کو جو تمہیں قتل کرتے ہیں) مگر "وَلَا تَعْتَدُوْا" (زیادتی نہ کرنا) "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ" (البقرہ ۲:۱۹۰) (اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

تو پھر اللہ تعالیٰ ان قاتلوں کو معاف نہیں کر سکتا کہ جو اسکے نام پر زیادتی کرتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ خدا ہی نہیں، یہ وہ conduct ہی نہیں، یہ وہ مسلمان ہی نہیں، مسلمان وہ ہیں جن کی صفات میں آپ کو پڑھ کر سنا رہا ہوں۔ مسلمان وہ ہے جو:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" (الصف ۶۱:۲)

(اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔)

وہ کوشش کرتا ہے کہ کم بولے اور اتنا بولے جتنا وہ عمل کر سکے۔

خواتین وحضرات! کتنا خوبصورت طرزِ عمل ہے جو اللہ مسلمانوں کو دے رہا ہے:

"وَاِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحسَنَ مِنهَا اَوْ رُدُّوهَا" (نساء ۴:۸۶)

(اور جب کوئی تمہیں کسی لفظ سے سلام کرے تو تم جواب میں اس سے بہتر لفظ کہو یا وہی کہہ دو۔)

جب کوئی تمہیں دعا دے، جب کوئی تمہیں سلام کرے، جب کوئی تحیت کرے، تو اس سے بہتر اسے دعا دو اور اگر اس سے بہتر دعا نہیں دے سکتے تو اے مسلمانو! اسکو برابر کی دعا دو۔ کمی نہ کرنا، یعنی سلوک کا جواب سلوک ہے۔ سلام کا جواب سلام ہے، تہنیت کا جواب تہنیت ہے، دُعا کا جواب دُعا ہے بلکہ اگر اس سے بھی بڑھ کر اپنے لوگوں کیلئے کر سکو تو تمہیں اللہ اپنی طرف سے ثواب دے گا اور اس شخص کی باتیں مت سنو جو قسمیں بہت کھاتا ہے، زیادہ قسمیں کھانے والے اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے۔ جھوٹے ہوتے ہیں۔ عیب نکالنے والے، طعنے مارنے والے، چغل خور "هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيم" (۶۸:۱۱) (بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔) جھوٹے چغل خور، بدکار لوگوں کو خدا پسند نہیں کرتا، انسان بڑا کمزور ہے، اللہ کہتا ہے کہ جب مصیبت آتی ہے گھبرا جاتا ہے۔ مال آتا ہے تو بخیل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ تسبیحات مصیبت میں ضرورت ہیں اور مصیبت نکل جانے کے بعد آپ کیلئے باعثِ شکر ہیں۔ اللہ کا شکر یاد کرنے کے برابر ہیں۔

"فَمَنِ ابتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ هُمُ العٰدُونَ" (معارج ۷۰:۳۱)

(پس جو کوئی چاہے سوائے اس کے پس وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔)

جو اللہ کے قوانین اور ان کے آداب سے آگے بڑھتا ہے: "اُولٰئِکَ هُمُ العٰدُونَ" یہ extremist ہیں، یہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ ہم ان کے قائل نہیں ہیں، نہ ہم ان کو سلوک اور مرتبہ بتاتے ہیں۔ ہم نے تو تمہیں ٹھیک کر کے بنایا ہے: "اَلَّذِی خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ" (۸۲:۷) (جس نے تمہیں تخلیق کیا پھر ٹھیک بنایا پھر درست کیا) ہم نے تو تمہاری بنیاد عدل، انصاف اور توازن پر رکھی ہے، تمہیں خوبصورتی کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ "فِی اَیِّ صُورَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ" (۸۲:۸) (جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا) ہم نے تمہیں خوبصورتی سے بنایا ہے اور انتہائی اچھی صورت دی ہے، ہم کیسے بے اعتدالی گوارا کر سکتے ہیں اور مسخ شدہ صورتیں تم خود پیدا کرتے ہو۔ بے اعتدالی سے، بے توازن زندگی سے تم ساری کی ساری بدصورتیاں سمیٹتے ہو۔ جب مال سمیٹو گے:

"اَلَّذِی جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ" (ھمزہ ۱۰۴ : ۲)
(جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا)

گن گن کے رکھو گے تو تم ضرور مسخ ہو جاؤ گے۔ تمہارے چہرے مسخ ہو جائیں گے۔ جب تم گن گن کے رکھو گے، خدا کی راہ میں نہیں خرچو گے، آدابِ زندگی ملحوظِ خاطر نہیں رکھو گے تو پھر تم یقیناً اس بدکار گروہ میں، اس تباہ ہونے والے گروہ میں ہو گے، طعنہ مارنے والوں میں سے ہو گے، غیبت کرنے والوں میں سے ہو گے۔

اللہ پوچھتا ہے: یہ بتاؤ کہ کیا تمہارا مال تمہیں سدا زندہ رکھے گا؟ اے کروڑ پتیو! ارب پتیو! کھرب پتیو! کیا تمہارا مال تمہیں سدا زندہ رکھے گا؟ کیا اس قسم کا کوئی امکان تمہاری نظر میں موجود ہے؟ کیا پہلے history میں دیکھا ہے۔ history تو repeat کرتی ہے۔ کیا history میں ایسی کوئی repitition موجود ہے کہ جس کے تحت تم نے دیکھا ہو کہ تمہارے مال واسباب نے، تمہارے ان attitudes نے، ان تکبرات نے، یا تمھاری حکومتوں نے تمہیں بچا لیا ہو؟ ایسا نہ ہو سکتا ہے، نہ کبھی ہوگا۔ یہی سچائی ہے اُس بڑی حکومت والے کی......

"فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم" (مومنون ۲۳:۱۱۶)
(تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک)

خواتین وحضرات! مقالے کے اختتام میں کیسے مناسب ہے کہ ذکرِ رسول ﷺ کے بغیر ذکرِ اعتدال ختم ہو جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ "وہ اس وقت تک مسلم و مومن نہیں ہے جب تک دوسروں کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔" ملاحظہ فرمایئے! کس قسم کا اعتدال آپ کے رسول ﷺ چاہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو وہ عمل پسند تھا جو کرنے والا ہمیشہ کر سکے۔ بڑا خوبصورت قولِ رسول ﷺ ہے۔ فرمایا: "وہ کام کرو جو کر سکتے ہو کیونکہ اللہ کی قسم! اللہ نہیں تھکے گا تم تھک جاؤ گے"۔ زیادہ تہجدیں پڑھ کے تم تھک جاؤ گے۔ چار دن ہی پڑھ سکو گے۔ ایک برخوردار نے مجھے خط لکھا کہ میرے چودہ، پندرہ سال کے جوان بیٹے نے تہجد شروع کر دی ہے۔ میں نے کہا: "تم عشق میں شروع کی ہوگی، یہ جاری نہیں رہ سکتی"۔ یہ جوانوں کے کام ایسے ضرور ہیں کیونکہ یہ بعض لوگوں کا غیر معتدل رویہ ہے۔ تہجد پڑھنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے مگر اگر نباہ سکو...... چار دن کی تہجد نہیں چل سکتی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت روزے رکھتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "معتدل ہو جاؤ، اعتدال کرو"۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ

ﷺ! مجھ پر آسان ہے۔ فرمایا: ''اچھا پھر کرو جو تم کرتے ہو۔'' بعد میں عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ کاش میں رسول ﷺ اللہ کی بات مان لیتا۔ اب مجھ پر روزے بڑے گراں ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ نہیں تھکے گا، تم تھک جاؤ گے۔

حضرات گرامی! خدا اور رسول ﷺ کی باتیں تو بے شمار ہیں مگر یہ بھی حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ جب امانت اٹھ جائے گی تو قیامت کا منتظر رہ...... پوچھا گیا سرکارِ رسالت مآب ﷺ سے: ''امانت کیسے اٹھے گی؟'' فرمایا: ''جب کام نالائق و نااہل کو دے دیا جائے گا''۔ پاکستان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہی ہے، معاف کیجئے گا، تھوڑی سی معذرت کے ساتھ کہ بہت سارے کام بہت سارے نااہلوں کے سپرد ہیں۔

conducts ہیں جو مسلمان کو بتائے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم کرے جو بیچتے، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی رکھے۔'' ملاحظہ فرمائیے کہاں، کہاں تک قولِ رسول ﷺ کی رسائی ہے۔ فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم کرے، وہ محبوبِ پروردگار ہے، وہ شخص جو بیچتے ہوئے اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی رکھے''۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''ایک سوداگر تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور جب بھی دیکھتا کہ کوئی محتاج ہے تو اپنے آدمیوں سے کہتا کہ اسے معاف کر دو شاید اللہ ہمیں بھی معاف کر دے تو اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، (لیکن مزے کی بات ہے کہ میں سال میں ایک مرتبہ یہ جسارت کرتا ہوں، اس لیے آج کے دن مجھے معاف کر دیں) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ ہم کو وعظ سنانے کیلئے موقع اور وقت ڈھونڈتے تھے''۔ یعنی ہر وقت نہیں ہم پر ٹھونستے رہتے تھے۔ بہت بڑے استاد تھے، جانتے تھے کہ لوگ کبھی سننے کے موڈ میں ہوتے ہیں، کبھی نہیں ہوتے۔ ہمارے تو واعظینِ مکرم جو ہیں اور حضرات مقدس جو ہیں وہ اس بات کے لحاظ سے گئے گزرے ہیں۔ ان کو اپنی بات سنانی ہے، چاہے آپ کی جان عذاب میں کیوں نہ ہو، اسی لیے میں نے پہلے معافی مانگ لی ہے۔ تو حضرت عبداللہؓ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ ہمیں بات سنانے کیلئے وقت اور موقع ڈھونڈتے تھے اس خیال سے یا اس ڈر سے کہ ہمیں بوجھ نہ محسوس ہو۔ دیکھئے! کیا تصور ہے۔ یہ Teacher's concept ہے۔ وہ کتابیں تو دیکھو ذرا جو بچے اٹھا کے سکولوں کو جاتے ہیں۔ ایک specific گدھا چاہیے ان کو ڈھونے کیلئے۔ بچوں کی کمریں خم ہو گئی ہیں اور ان کے فہم و فراست معطل ہو گئے ہیں۔ وہ ماں باپ سے صبح و شام پوچھتے ہیں کہ تم نے کیوں ہمیں

مغربی سکولوں میں ڈال دیا۔ ان کے بستے تو دیکھو! وہ بستے کون اٹھا سکتا ہے؟ یہ آپ کے رسول مبارک ﷺ کا قانون ہے۔ قانون یہ ہے کہ وہ موقع ڈھونڈتے تھے کہ اگر مناسب ہو تو میں ان سے یہ بات کہہ دوں تاکہ ان کی طبع پر بوجھ نہ بنے۔ کئی بار تبلیغ والوں کو دیکھا کہ اندر بیچارہ اپنی شادی کی تقریب میں دو چار لمحے خوشی منانے لگا ہے اور وہ کہتے ہیں: "چل تبلیغ کیلئے چلنے لگا"۔ کہنے لگا: "خدا کیلئے آج کے دن تو بخش دو"۔ کہنے لگے کہ نہیں آج ہی لگاؤ، آج زیادہ ثواب ہے۔

حضرات گرامی مرتبت! بوجھ نہیں بننا چاہیے۔ مذہب بوجھ نہیں ہے۔ مذہب محبت ہے، خوبصورتی ہے۔ aesthetic کی اعلیٰ ترین value محبت ہے، یہ جمالیات کی حس ہے۔ اللہ سے کون پیار کر سکتا ہے جس کو حُسن سے پیار نہ ہو۔ "اَللہُ جَمِیلٌ وَّ یُحِبُّ الجَمَال" (اللہ حسین ہے اور حسن سے محبت کرتا ہے۔) اللہ حسین ہے، اس سے تو وہی پیار کر سکتا ہے، جس کو حُسن کا احساس ہے۔ دنیاوی پرت در پرت، انتظامی، اخلاقی، تعلیماتی...... ان تمام حسن کی صورتوں سے آگے بڑھتا ہوا انسان تجرید کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر آپ دیکھیں کہ خدا کی محبت میں چلا جاتا ہے، صفات کی محبت میں چلا جاتا ہے۔ جو اپنے وجود کی پستیوں سے لے کر آفاقی لامکانیت کی محبت میں جاتا ہے اس کیلئے بہت احساسِ حُسن چاہیے، بہت خوبصورتی کا احساس چاہیے۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن کی مثال دیتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ ہم تمہاری حدیث چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں، تم ہمیں روز حدیث سنایا کرو۔ عبداللہؓ نے کہا کہ میں جو تم کو ہر روز حدیث نہیں سناتا وہ اس وجہ سے کہ برا جانتا ہوں کہ تم کو ملال ملے۔ حضور ﷺ کئی دنوں میں کوئی دن مقرر کرتے اس واسطے کہ آپ ہمیں رنج نہیں دینا چاہتے تھے، تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے، یعنی کبھی کبھی مذہب دیکھنے میں بھی، سننے میں بھی اور مذہب کی تعمیل میں بھی دکھ ہو سکتا ہے، آپ مانیں گے تو نہیں...... اللہ کا رسول ﷺ تو کہہ رہا ہے کہ "تمہیں بڑی کوفت ہوتی ہوگی اللہ کی بات سننے میں"...... اُدھر گانا بڑا اچھا لگا ہوا ہے اور اِدھر آپ حدیث سن رہے ہو۔ تکلیف تو ہوگی نا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ موقع ڈھونڈتے تھے کہ جب لوگ سننے کے قابل ہوں تب میں انکو بات سناؤں۔ علامہ طحطاوی میں ایک بڑا خوبصورت واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ بڑا اچھا گانے والے تھے یعنی آواز بڑی اچھی تھی۔ (گانے والوں کو اس سے دلیل نہیں ملنی چاہیے)

حضرت عمرؓ کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔ اونٹ پر تھے اور گا رہے تھے۔ اتنی تفصیل تو نہیں کہ وہ اونٹوں کا گیت نہیں تھا، ظاہر ہے کوئی خوبصورت غزل ہوگی ...... لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے کہ امیر المومنین کی آواز اور خوبصورت آواز ......! بہت سارے لوگ جمع ہو گئے، جب بہت سارے لوگ جمع ہو گئے تو حضرتؓ نے غزل بند کر کے قرآن سنانا شروع کر دیا۔ اب لوگ بھاگنا شروع ہو گئے، تو جب سارے چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہاری مائیں تمہیں روئیں، میں تمہیں قرآن سناتا ہوں تو بھاگ جاتے ہو، گانا گاتا ہوں تو پلٹ آتے ہو۔ حضرات گرامی! پہلے بھی ایسے ہی لوگ ہوتے تھے۔ آپ خوامخواہ پریشان ہوتے ہیں۔ پہلے بھی ایسے ہی ہوتے تھے کہ گانا زیادہ سنتے تھے اور قرآن کم سنتے تھے مگر اس وقت کسی نے انکو طعنے تو نہیں دیئے نا سوائے اس کے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جو کہا۔ یہ تو نہیں کہا کہ تم سزا کے قابل ہو بلکہ خود انہوں نے کہا کہ کیا فضول گا رہے تھے اور ان کو کتنی ہوس ہے گانے سننے کی اور کتنا کم شوق ہے قرآن سننے کا......

آٹھ حدیثیں متصل، مسلسل، متواتر، مشہور ہیں، فرمایا رسول کرم ﷺ نے کہ "میانہ روی اختیار کرو، اعتدال اختیار کرو"۔ یہی طریق پروردگار ہے، یہی طریق رسول ﷺ ہے کہ میانہ روی اختیار کرو۔ معتدل زندگی گزارو اور اگر یہ نہ ہو سکے، بالکل perfect اعتدال نہ ہو سکے تو اس کے قریب رہو۔ کوشش کرو کہ اس کی حدود سے نہ نکلو۔ اعتدال کے بیچ میں، درمیان میں رہو، افراط اور تفریط اور غرور اور تعصب سے بچو۔ کسی کی زیادہ تعریف نہ کرو۔ بے جا عقیدتوں میں نہ پڑو۔ اسی طرح بے جا تعصبات میں بھی نہ پڑو۔ بے جا مخالفتوں میں بھی نہ پڑو۔ ہر چیز کی کثرت نہ کرو اور کسی کو بہت کم بھی نہ کرو۔ مرتبہ دینے میں بڑی احتیاط کرنی چاہئے۔ فتاویٰ دینے سے منع فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا، اسکا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہو گا"۔ علماء کو اسناد کا تو پتہ نہیں، علم کا تو پتہ نہیں مگر فتاویٰ اس کثرت سے آ رہے ہیں۔ ابھی ٹی وی پر دیکھیں کہ کس کثرت سے فتاویٰ آ رہے ہیں کہ یہ جو نئی اجناسِ علمائے ٹی وی ہے، کوئی سمجھ نہیں آتی کہ انکی علمی اسناد کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور کہاں ختم ہوتی ہیں۔

خواتین و حضرات! آپ Americans کی طرح کھا بھی نہیں سکتے۔ منع کر دیا گیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: "مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات میں"۔ میں نے دیکھا ہے Americans کو کھاتے ہوئے۔ آپ اس طرح نہیں کھا سکتے۔ چاہے کتنی بھی روشن خیالی ہو آپ Amercians کی طرح نہیں behave کر سکتے۔ کافر بہت ساری

آنتوں سے کھاتا ہے اور مسلمان بیچارے کو فاقے کی ہدایت ہے۔ ایک آنت سے کھانے کی ہدایت ہے، زیادہ کھانا منع ہے۔ دیکھو کتنا بڑا قانون تھا، یہ اس زمانے کیلئے تھا، اللہ کو پتہ تھا کہ میرے لوگ بھی موٹے تازے ہو جائیں گے۔ آپ کو slim اور smart رہنے کی وہاں سے، تب سے اللہ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ایک آنت سے کھایا کرو، کبھی بھی موٹے تازے نہیں ہو گے۔

"سُبحَانَ اللہِ تَعَالٰی وَالْعَزِیْز" (اللہ بزرگ و برتر ہے اور سب سے بڑا ہے) اس کی رحمت و بزرگی و برتری کا ثبوت ہے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ ہمیں عطا فرما دیئے، اس تفاخر کا تو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ اس نعمت کا شکر تو واجب ہی نہیں ہو سکتا، ادا ہی نہیں ہو سکتا کہ ہم:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن ہزار بے ادبیست

(اگر ہزار بار بھی مشک و گلاب سے منہ دھوئیں تو بھی سرکار رسالت مآب ﷺ کا نام لینا مناسب نہیں لگتا، بے ادبی لگتی ہے) مگر چونکہ باتیں ان کی ہیں، مثال ان کی ہے، کچھ نہ کچھ تو کہنا پڑتا ہے فرمایا: "بشارت دو، ڈراؤ نہیں"۔ پیغمبر ﷺ کے بعد کوئی مفکر، کوئی مفسر، کوئی شخص ڈرانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ڈرائے وہ جسے اپنے مستقبل کا پتہ ہو۔ جو ڈرا رہے ہیں ان سے پوچھو تو سہی کہ تمہارا کیا انجام ہے؟ تمہارا کیا مقام ہے؟ ڈراؤ نہیں۔ بشارت دو، خوشخبری دو۔ میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ آپ رجائیت پسند ہیں، اچھی خبر کو لاتے ہیں۔ میرے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "بشارت دو، ڈراؤ نہیں۔ آسانی دو، تنگی نہ دو"۔ اگر آپ فقیہ ہو، اگر آپ مفکر ہو تو آپ کو مبشر ہونا چاہئے۔ آپ لوگوں کی سختی کم کرو۔ دورِ حاضر ہے، فقہ کو ترتیب دو مگر اصول بدل کر نہیں۔ پانچ کی تین نمازیں کر کے نہیں۔ کیا یہ اقوال تھوڑے ہیں آسانی کیلئے؟ کیا ضروری ہے کہ آپ فسق و فجور پر آ کر ان کو آسانی دو؟ کیا ضرور ہے کہ شراب کی حرمت اور حلت کی ان کو آسانی دو؟ کیا ضروری ہے؟ کیا آپ کے پاس تھوڑی آسانیاں ہیں؟ کیا آپ کو زندگی گزارنے کے قرینے تھوڑے ہیں؟

شرع اس لیے ہے کہ اقوامِ عالم میں خدا نے دیکھا کہ یہ وہ طریق ہے جس پر چل کر قوم اپنے مقصدِ زندگی، اپنی منزل پر آسانی سے پہنچ سکتی ہے۔ یہ اللہ نے آپ کیلئے بنائے ہیں۔ جبر سے نہیں بنائے، خلمت سے نہیں بنائے، آپ کو تنگ کرنے کیلئے نہیں بنائے بلکہ قافلۂ انسان کو

بشارت دی ہے کہ اگر تم شریعت پر چلتے رہو گے تو با آسانی منزلِ آخر تک پہنچ جاؤ گے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جب تک خوشی سے نماز پڑھے (ذرا ملاحظہ کیجئے) جب سست ہو تو بیٹھ جائے"۔ فرمایا: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اگر تھک آ جائے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ فرمایا: "دین آسان ہے، دین میں کوئی سختی نہیں مگر یہ کہ دین اس پر غالب آ جاتا ہے۔" فرمایا موسیٰ بن اسماعیلؓ نے: "اللہ نرم ہے۔ نرمی اور ملائمت کو دوست رکھتا ہے اور جو ثواب نرمی پر دیتا ہے، وہ سختی پر نہیں دیتا"۔ فرمایا رسولِ کرم ﷺ نے کہ "جو شخص نرمی اور ملائمت سے محروم ہے وہ سب بھلائیوں سے محروم ہے"۔ فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو اُسامہؓ سے روایت ہے کہ "اے ابنِ آدم حاجت سے زائد مال کو تیرا خرچ کرنا تیرے لئے بہتر ہے۔ "وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنفِقُوْنَ ۔ قُلِ الْعَفْوَ ۔"(بقرہ ۲:۲۱۹) جتنا بچتا ہے خرچ کر۔ اگر خرچ نہ کرے گا تو تھوڑا ہے۔ جتنی تو کفایت کرے گا، اتنا تیرے لیے بُرا ہے۔ اس کو ملامت نہ کی جائے گی مگر سب سے پہلے اپنے عیال پر خرچ کرنا شروع کر۔ اپنے بچوں پر کر۔ بیوی پر کر۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ بخیلی اور بد خلقی"۔ مومن کا، مسلمان کا بداخلاق نہیں ہو سکتا۔ مومن بخیل نہیں ہو سکتا، بداخلاق نہیں ہو سکتا۔ فرمایا سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے: "فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جنت میں مکار، بخیل اور احسان جتانے والا داخل نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اللہ اسے معاف کر دے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ "آدمی میں بدترین دو خصلتیں ہیں: انتہائی بزدلی اور بخیلی"۔ ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ ہم میں یہ کہیں موجود تو نہیں ہیں۔ حضرات گرامی! وہ لوگ جو اپنی کم تعلیمی کی وجہ سے روشن خیال ہیں، یہ لیکچر اس لئے نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ ان کو پتہ چلے کہ قرآن بندوں کو کیا تعلیم دیتا ہے۔ وہ قرآن کو requote کرتے نظر نہیں آتے۔ ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ خدا مسلمانوں کو کیا سبق دیتا ہے اور یہ بھی ان کو نہیں پتہ کہ اللہ اپنے مذہب کے بارے میں انسانوں سے زیادہ جانتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ کیا تم مجھے میرے مذہب کے بارے میں بتاؤ گے جو میں نے دیا ہے؟ کیا تم مجھے بتانا چاہتے ہو کہ میں نے تمہارے بارے میں کوئی غلطی کی ہے؟ کیا میں نے تمہیں کوئی غلط مذہب دے دیا ہے؟

خواتین و حضرات! دعا ہے کہ اگلے session تک آتے ہوئے ہم نے صرف

ایک سوال اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ بہترین انسانوں کے اخلاق میں، بہترین انسانوں کی عادات میں، انتہائی مہذب اور با اخلاق انسانوں کی عادات میں کون سی عادت ایسی باقی رہ گئی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں تک نہیں پہنچائی؟

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

سوال: What is the definition of modernism in the light of Quran?

جواب: خواتین وحضرات! ہر دور سے گزرتے ہوئے کوئی معاشرہ کسی psychological یا ذہنی اصطلاحات میں، دریافت میں یا شناخت میں آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو modern کہتا ہے۔ modern کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنے دور کو پچھلے دور سے زیادہ معتبر، شہادتوں کے لحاظ سے زیادہ معتبر، دریافتوں کے لحاظ سے زیادہ مستند اور خیالات کے لحاظ سے زیادہ فراخ دل کرلیں۔ modernism بذاتِ خود کوئی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس میں کوئی High relativity پائی جاتی ہو یا منفی توقعات پائی جاتی ہوں۔ لباس کی جدت یا تراش خراش کو ہم صرف modernism میں استعمال نہیں کرتے۔ بعض اوقات قدامت کی کوئی کڑی عصرِ حاضر میں آئے تو اس کو بھی modernism کہتے ہیں جیسے کوئی بڑے پرانے قدیم زمانے کا لباس آج کوئی خاتون دریافت کرلے یا اسکو اپنا لے تو وہ اپنے آپ کو ضرور modern اس لیے کہے گی کہ generally ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی زمانے میں culture بغاوت ہوتا ہے۔ culture کے جرثومے جو تجربہ کی پلیٹ میں پل رہے ہوں ...... تو تہذیب سے نئے نئے جرثومے پھوٹتے رہتے ہیں اور جب نئے جرثومے اپنے آپ کو شناخت کروانے لگتے ہیں اور ایک ماحول تخلیق کردیتے ہیں تو شروع میں tradition ان کی مخالفت کرتی ہے، جب روایت کسی چیز کی مخالفت کرے اور اپنا تفاخر اس میں سمجھے کہ ہم زیادہ معتبر ہیں اور زیادہ مستند ہیں اور زیادہ جدید ہیں تو قدامت طعنہ بن جاتی ہے اور جدت ان کیلئے وجہِ تفاخر بن جاتی ہے۔

بذاتہٖ اس میں کوئی ایسی عجیب بات نہیں مثلاً جب اسلام آیا ہوگا یا آیا تو بت پرستی اس وقت قدامت پرستی تھی اور اسلام modern تھا اور revolutionary تھا پھر جب آگے بڑھا ہوگا، مذہب جہاں بھی آگے بڑھتا ہے...... جیسے sciences ہیں تو sciences نے مذہب کو غیر معتبر قرار دیا مگر اسلام کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام scientific جو ایجادات اور دریافتیں تھیں قرآن سے پیچھے تھیں بدقسمتی سے جب قرآن کا مطالعہ اٹھ گیا اور لوگوں نے modern sciences پر، اس کی بنیاد پر تو کافی تحقیق کی مگر اپنی کتاب کو جاننا بند کردیا یعنی یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ میں ایک کتاب کو پڑھے بغیر اس پر رائے دے دوں جیسے لارڈ رسل

نے قرآن کے بارے میں کہا:

"All gospel truth is alike." But all gospel truth is not alike. Quran is not like Bible. Quran is not like Periclese.

قرآن تو بالکل different کتاب ہے جس میں اگر کوئی scientific اطلاع غلط ثابت ہو جائے تو قرآن غلط ثابت ہو جاتا ہے خدا غلط ہو جاتا ہے۔ قرآن میں اور باقی کتابوں میں یہ ایک major فرق ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ اگر انسان ہزار ہا غلطیاں کرے تو وہ انسان ہی رہتا ہے مگر اگر خدا ایک غلطی بھی کرے تو خدا نہیں رہتا کیونکہ خدا قرآن کو اپنا data قرار دیتا ہے Logical positivist نے خدا کی ذات گرامی کا اس لئے انکار کیا تھا کہ اسکا کوئی data نہیں تھا۔ اسکا کوئی logical construct ذہن میں نہیں بنتا یعنی جب آپ میز دیکھتے ہو تو میز کا ذہن میں پہلے سے دھیان موجود ہے۔ اب میز تین شاخوں والا، چار شاخوں والا، ایک ٹانگ پر کھڑا ہو، دس ٹانگوں پر کھڑا ہو کیونکہ brain میں اسکا پہلے سے ایک نقش موجود ہے کہ میز ہم اس چیز کو کہتے ہیں جس پر چیز دھری جا سکتی ہے۔ میز کسی بھی قسم کا ہو گا اسکا logical construct ہمیں بتائے گا کہ یہ میز ہے تو ان لوگوں کا اعتراض یہ تھا کہ "خدا کا کوئی data چونکہ ہمارے ذہن میں exist نہیں کرتا۔ اسکا کوئی logical construct ہمارے ذہن میں نہیں ابھرتا جیسے رسل نے مثال دے کر کہا کہ ایک اندھے کو جس نے پیدائشی ہاتھی نہ دیکھا ہو، اسکو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کو آپ بتاؤ گے تو پتہ چلے گا۔ خدا کے معاملے میں جملہ لوگ اندھوں کی طرح ہیں۔ انکو کچھ پتہ نہیں کہ وہ کس طرح کا ہے؟ کیسا ہے؟ کیوں ہے؟ اسکا کوئی data موجود نہیں ہے اس لیے خدا sense data سے پرے ایک non sense ہے۔"

اس کے بعد جب anthropologists آئے تو انہوں نے مذہب کو تمام تر زمین کی پیداوار قرار دیا کہ فلاں society میں خدا کا اسطرح تصور ابھرا، فلاں society میں اس طرح ابھرا...... میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ مکہ میں جو پہلے دو دیوتا پیدا ہوئے یا تین دیویاں پیدا ہوئیں جن کو خدا کی بیٹیاں (معاذ اللہ استغفر اللہ) سمجھا جاتا تھا، لات، منات و عزیٰ کو...... تو ان کی شکلیں ایسی تھیں کہ ایک سفید پتھر کے نقش و نگار والی دیوی کو لات کہتے تھے اور منات ایک کالے پتھر کے نقش و نگار والی دیوی تھی تو anthropologists نے یہ کہنا شروع کیا کہ چونکہ عرب کے مذہب پر یا اسلام پر کالے پتھر والی دیوی کا یا عزیٰ کا بڑا اثر تھا اس لیے حجر اسود اس کی

نتائی ہے۔ وہ چونکہ مذہب کی طرف سے argument نہیں سنتے یا معتبر نہیں سمجھتے تھے۔ فرض کیجئے کہ میں آپ سے کہوں کہ ہمیں حجرِ اسود اس لیے عزیز نہیں ہے کہ وہ کالا ہے یا پیلا ہے۔ ہمیں تو صرف اس لیے عزیز ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ کے دستِ مبارک نے اسے چھوا ہے۔ ہمیں تو اس لئے عزیز ہے کہ سیدنا اسماعیلؑ کے دستِ مبارک نے اسے چھوا ہے۔ ہمیں تو اس لیے عزیز ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک نے اسے چھوا ہے پھر ہم انہیں یہ سمجھانے کی کوشش بھی کریں گے کہ پتھر کی وجہ سے ہم پتھر کو نہیں چومتے بلکہ ہم لمسِ دستِ ابراہیمؑ کو چومتے ہیں۔ ہم لمسِ دستِ اسماعیلؑ چومتے ہیں۔ ہم تو اپنے پیغمبرانِ قدس کی محبت کی وجہ سے اس پتھر پر محبت کی نگاہ کرتے ہیں مگر وہ لوگ یہ نہیں سمجھیں گے۔ وہ چونکہ anthropology کا حصہ ضرور ہے کہ جو August comte کے الفاظ ہیں:

"If there was no God, the people would create a God."

تو ان کا خیال یہ ہے کہ مختلف مقامات اور جگہوں پر خدا کو لوگوں نے اپنی ضرورت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔ ایک anthropologist سے میں نے پوچھا کہ یار پیدا ہوتے ہی انسان مذہبی کیسے ہو گیا اور پھر جنگلی آدمی تھا، جانوراور درندوں کو چیرتا پھاڑتا تھا تو کیوں نہیں تم یہ تصور کرتے کہ پیدا ہوتے ہی انسان کو کوئی ایسی Guidance of instruction ملی ہے جس کا ثبوت تمہارے پاس نہیں ہے جس نے انسان کو اس درجہ انسانیت تک پہنچایا ہے۔ کہنے لگا کہ ہماری غلطی ضرور ہے مگر ہم تسلیم نہیں کرتے۔

"This is a mistake we make, we cannot include this possibility in our thesis because we have no proof.

تو science بعض اوقات اس لئے modern کہلاتی ہے اور modernism اس لئے modern کہلاتا تھا کہ اس میں شک تھا تشکیک کی وجہ سے، scepticism کی وجہ سے------ اور scepticism کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہر issue پر سوال اٹھانے کی اہلیت اپنے آپ میں سمجھتے تھے۔

کسی زوال پذیر معاشرے میں سب سے زیادہ ضرب اس کی اخلاقیات پر پڑتی ہے۔ اخلاقیات جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے تو آج کل کے زمانے میں modernism اس چیز کے ہم معنی ہوگی کہ یہ مذہب کے خلاف ہے اور مذہب کو حقیر تر سمجھتی ہے۔

Ladies and gentlemen we have very different ideas.

میں آپ کو ایمانداری سے بتاتا ہوں کہ شاید عمومی عقل وفہم سے مذہب سمجھ نہیں آتا ہے اور بہت خصوصی عقل وفہم سے بھی خدا سمجھ نہیں آتا۔

We have to work very hard. We have to understand things, very difficult things.

خدا کے رستے میں، مسلسل فہم وفراست کے رستے میں چلنے کیلئے آپکو ساری زندگی کی ریاضتِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

To my mind it is the job of the highly intellectual. ہم اس کو high seriousness کہتے ہیں کہ جب تک کسی کا مضمون high seriousness تک نہ پہنچے وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ آج کل کے دور میں آپ کسی سے پوچھو کہ خدا کے بارے میں کبھی سوچا! کہے گا: ”ضرورت ہی نہیں پڑی“۔ ایک صاحب سے میں نے question کیا کہ کبھی اللہ کے بارے میں بھی سوچا۔ کہنے لگا: کہ چالیس برس تک تو ضرورت نہیں پڑی تو میں نے کہا کہ اگر اکتالیسویں میں پڑ گئی تو میں حاضرِ خدمت ہوں۔

This is the kind of approach we call modernism. ماڈرن ازم میں ایک اور بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ تمام علوم compartments میں قید ہو گئے۔ compartmentisation ہو گئی۔ اب آنکھ والے کو کان کا نہیں پتہ، کان والے کو آنکھ کا نہیں پتہ۔ وہ جملہ اصحاب جو پہلے ہوتے تھے وہ علم میں اس لئے آگے ہوتے تھے کہ وہ جملہ علوم میں تھوڑا تھوڑا سیکھ لیتے تھے۔ ان کا ایک vision تخلیق ہوتا تھا۔ پرانے زمانے کے اگر آپ ایک کمپاؤنڈر کو دیکھ لیں تو اس کیلئے آسان ہوتا تھا، آپ کے مرض کو سمجھنا بہ نسبت آج کے زمانے کے......مگر جتنا زمانہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے، اتنے ہی امراض پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں اور اتنی مشکل پڑ رہی ہے کہ جن کو دیکھنا اور virus کو ڈھونڈنا ایک ہی بات نظر آتی ہے۔ Moderenism is an effort یہ ایک ایسی کوشش ہے جہاں آپ حالات کو بہتر سمجھنے کی کوشش کرتے ہو۔ مگر کبھی کبھی "We just cannot refuse the past.

ماضی میں جو moral value تھی وہ modern حالات تک نہیں آئی اور زمانے کی بے چینی، کم فہمی اور زمانے کے مسائل کی بنیادی وجہ اسکا central structure of religion سے دور ہو جاتا ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا: ''جس نے مجھ (اللہ) سے منہ موڑا اس پر معیشت تنگ کر دی جائے گی'' لیکن سوال یہ ہے کہ America اور Europe نے بظاہر خداوندِ تعالیٰ سے منہ موڑا اور ان کی معیشت اتنی وافر کیوں ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! دو تین قانون ایسے ہیں جن میں بظاہر یہ لگتا ہے کہ اللہ ایک بات بھی کہہ رہا ہے اور دوسری بھی کہہ رہا ہے مثلاً اہلِ کفر کو اس نے کبھی غربت میں تباہ نہیں کیا۔ کیونکہ آسودگی کہیں آزمائش ہے، کہیں خدا کے امتحان کا باعث ہے اور کہیں آسودگی اللہ کا انعام ہے۔ حضرت ایوبؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب خدا نے دوبارہ انہیں صحت بخشی، مال و اسباب بخشے تو ایک دفعہ آسمان سے سونے کی ٹڈیوں کی بارش فرمائی، تو حضرت ایوبؑ کبھی اُدھر لپکتے، کبھی اِدھر کہ ان ٹڈیوں کو اکٹھا کر لیں تو آسمان والے نے تعجب فرمایا، کہا: ''اے ایوبؑ ہم نے تمہیں اتنا کچھ دوبارہ بخش دیا تو تیرا دل نہیں بھرا''۔ فرمایا: ''اے مالکِ کریم! دل تو بھر گیا ہے مگر تیرے فضل سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا''۔ میں تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ آسودگی اللہ تعالیٰ کے چھوٹے موٹے امتحان پاس کرنے کے بعد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور کہیں آسودگی وجہِ عذاب ہے جیسے رسولِ اکرم ﷺ سے پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ اے پیغمبر مجھے پتہ ہے کہ تیرے لوگ بڑا گلہ کرتے ہیں ...... یہ آج کی بات نہیں ہے۔ یہ اُس وقت کی بات بھی تھی کہ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کیلئے دو وقت کی روٹی بھی نہیں، امتِ محمد ﷺ غربت و افلاس کی ماری ہوئی ہے اور کفار کے بازار گرم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد ﷺ، اے میرے رسول ﷺ اگر ایک مصلحت حائل نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر کے در و دیوار چاندی بلکہ سونے کے کر دیتا''۔

خواتین و حضرات! مصلحت سُن لیجئے۔ اللہ کہتا ہے: ''میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن اہلِ کفر مجھ سے گلہ کریں کہ تُو جو ربّ العالمین بنا تھا، تُو نے جو تقسیم رزق بغیر کسی تعصب کے رکھی تھی، پھر ہم نے تمہیں نہیں مانا تو تُو نے ہمارا رزق تنگ کر دیا۔ اللہ نے فرمایا: کہ میں کافر کو یہ موقع نہیں دینا چاہتا۔ anthropology ہمیں بتاتی ہے کہ تمام بڑی تہذیبوں کے زوال ان کے عروج کے وقت ہوئے، ان کی معیشت کی بلندی کے وقت ہوئے جب وہ بڑی top پر تھیں۔ اس کی وجہ قرآنِ حکیم میں ہے کہ میں غریبوں کو مار کے کیا کروں گا؟

''کَم اَهلَکنَا مِن قَریَۃٍ م بَطِرَت مَعِیشَتَھَا'' (القصص ۲۸:۵۸)

(اور ہم نے قوموں کو اس وقت پکڑا جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہی تھیں۔)

اگر آپ غور کرو، امریکہ کو دیکھو، برطانیہ کو دیکھو، اہلِ یورپ کو دیکھو تو ان کی پکڑ اس وقت شروع ہوئی ہے جب یہ on the top of the power تھے یا یہ اپنی رئیسی کے دعوے فرما رہے تھے۔ اب بھیانک قسم کا معاشی کا دور ہے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی Economic equation تباہ ہو رہی ہے اور کل senate نے کہا: "یہ سوچنا پڑے گا کہ ہم اتنا بے اندازہ خرچ جو اپنی حکومت کو دے رہے ہیں، وہ دیں یا نہ دیں" یہ زوال اور عزلت کے نشان ہیں اور اللہ متکبر، مغرور اور امیر قوموں کو اس وقت پکڑتا ہے، جب وہ اپنے مال و اسباب پر ناز کر رہے ہوں۔ ہماری بچت یہ ہے کہ چونکہ ہم غریب ہیں، ہیں تو ہم بھی بڑے گئے گزرے مگر چونکہ ہم گئے گزرے ہیں مگر غریب ہیں، اسلئے ابھی ہماری سختی کے دن دور ہیں۔

سوال: نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ کا آغاز کیا اور جب مکہ والوں نے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا تو آپ ﷺ نے مدینہ میں اپنی ایک بستی بسائی۔ یہاں سے تبلیغ یا دین کی اشاعت ہوئی اور آپ ﷺ نے اسلام کو یوں پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ آج کے اس دور میں آپ کی ذاتِ گرامی سے سوال ہے کہ آپ اپنے رفقائے کار کے ساتھ ایسے لوگوں کو جو اللہ کے دین پر پوری طرح کاربند ہیں ان کے ساتھ مل کر علیحدہ بستی کیوں نہیں بساتے جس سے اسلام کی حقیقی روح لوگوں تک پہنچے۔

جواب: ایسی بستی کی تخلیق میرا خواب ہے۔ شاید میں بھی آپ کی طرح عرفِ عام میں یہی سمجھتا تھا کہ کسی کو join کر لینا، practical زندگی کا آغاز کرنا، عملیت کا آغاز کرنا بہت بڑی جدوجہد ہے مگر جب سے میں نے قرآن کی یہ آیت دیکھی: "اِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ" (جن لوگوں نے اپنے دین میں فرق کیا۔) "وَكَانُوا شِيَعًا" (اور جو گروہ بن گئے) اور گروہ وہ ہوتا ہے جس کی علامت اور تشخیص جدا ہو جائے "لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ" (تو اے پیغمبر تو ان میں شامل نہیں ہے۔) تب سے کم از کم میں یہ خطا کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتا کہ کوئی علیحدہ بستی بساؤں، اس پر name plate لگاؤں۔ میں آپ کی طرح ہوں۔ اصل میں یہ جس آیت پر زیادہ دباؤ دیتے ہیں اس آیت میں یہ بڑا دباؤ ہے کہ تم میں سے ایک فریق علیحدہ ہوگا: "مِنْهُمْ" کا جو لفظ یہ استعمال کرتے ہیں، وہ بڑی غلط understanding ہے۔ آپ میں سے اگر کوئی شخص جدا ہو کے تبلیغ کر رہا ہے تو بڑا فریق یہ تو کہے کہ یہ ہم میں سے ہے۔ جب تک جملہ مسلمان یہ نہیں کہتا کہ ہم اس میں سے ہیں، یہ ہم میں سے ہے تب تک وہ مسلمانوں کے گروہ سے الگ سمجھے

جائیں گے۔ اس آیت کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ ایک جماعت علیحدہ ہو جائے اور تبلیغ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ جماعت سے الگ ہیں جیسے آپ کے teachers ہیں، philosophers ہیں، scientists ہیں، اسی طرح کچھ لوگ علیحدہ ہو کر تبلیغِ دین کا کام سرانجام دیں اور جو تبلیغ دین کا کام سرانجام دینے والے تھے ان پر آزمائشیں بڑی کڑی تھیں۔ اُن پر جو تین شرائط عائد کی گئی ہیں اگر اس پر آج کے مبلغین کو پرکھا جائے تو شرمندگی کا احساس ہوتا ہے اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا کلام دوسروں تک پہنچاؤ مگر فصاحت سے، علم سے، دانشمندی سے، اچھے اظہار سے۔ "وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (النحل ۱۶:۱۲۵) اور اگر بحث کا موقع پڑے تو خوبصورت بحث کرو۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے جو مبلغین نکلتے ہیں یا اگر ان کے انداز دیکھیں تو وہ کوئی اچھا تاثر پیدا کرنے کی بجائے کافی ساری کوفت پیدا کر جاتے ہیں اور وہ جو میں نے پہلے آپ کو قرآن کی آیت سنائی تھی کہ جب لوگ بات نہ سننا چاہیں، چاہے وہ دین کی کیوں نہ ہو، تو پھر نہ سنایا کرو اور پیغمبرانِ قدس کی یہ عادت تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً دین تک نہیں پڑھاتے تھے بلکہ موقع و محل اچھے استادوں کی طرح تلاش کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ آپ ہر حال اور ہر موڈ میں اس پر message ٹھونک دیں، وہ بیچارہ پتہ نہیں کس حال میں ہوتا ہے اور کس رنگ میں ہوتا ہے۔ اس میں کبھی صلاحیت کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو آپ force نہیں کر سکتے کہ اس وقت تو ہر حال میں میرے مذہب کی بات سُن۔

ایک آدمی دکانداری کر رہا ہے اور اچھا بھلا دکاندار ہے، نیک آدمی ہے، اس پر رش ہے اس لئے کہ چیز اچھی دیتا ہے اور ایمان سے دیتا ہے، اوپر سے آپ اسے تبلیغ پر آمادہ کرو اور اسے یہ کہو کہ میاں اُدھر ثواب زیادہ ہے اور یہ دنیاداری ہے تو میرا یقین ہے کہ وہ غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ "اچھا دکاندار اللہ کا ولی ہے"۔ میرا یقین ہے کہ جو لوگوں کو اچھا، صاف ستھرا مال دے رہا ہے اور خدا کی وجہ سے دے رہا ہے، وہ ان ہزاروں لوگوں سے بہتر ہے جو سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں اور تبلیغ کی بات کرتے ہیں کیونکہ وہ عبادت کر رہے ہیں اور یہ دین کو اپنے بدن سے گزار رہا ہے۔

سوال: Religion understanding کے بارے میں ایک سوال ہے: "حق یا رسول اللہ" کا مطلب ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں۔ ہم ہر وقت حضور ﷺ کے روبرو ہیں اور آپ ﷺ ہمارے تمام اعمال سے واقف ہیں حالانکہ قرآن میں کافی reference دیئے گئے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے کہ میں ان لوگوں کا اس وقت تک ذمہ

دار تھا اور ان کا نگران تھا کہ جب تک میں ان کے درمیان تھا اور سورۃ نمبر 39، آیت نمبر 30 میں ہے کہ ”اے نبی! تم نے بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے“۔ تو ان آیات کی روشنی میں اس statement کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! شاید یہ مسائل اٹھائے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ کوئی ان کا انکار کرے، کوئی جنگ و جدل کا سماں شروع ہو جائے، پھر تقریریں کی جائیں، کشت و خون ہو، پھر ہم ضد کریں کہ ہم اس لئے اچھے مسلمان ہیں کہ ہم نہیں مانتے، کوئی یہ کہے کہ ہم اس لیے اچھے مسلمان ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو یہ مسئلہ بہت سیدھا سادا ہے۔ میں اس مسئلے کو ذرا مختلف طریقے سے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ علمائے حاضر اور متقدمین میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم جنت اور دوزخ نہیں مانتے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ملائکہ صرف طاقتیں ہیں، ذہن کی قوتیں ہیں۔ جنات جو ہیں وہ ذہن کی فاسق قوتیں ہیں۔ بہت سارے لوگ ان باتوں میں کھو جاتے ہیں۔ آپس میں انکی جنگ و جدل بھی ہوتی ہے اور مسائل بڑھتے ہیں مگر اگر آپ سچ پوچھو تو میں آپ سے کہوں کہ میں یہ ساری باتیں اس لیے مانتا ہوں کہ خدا ہے۔ مجھے پہلے یہ decide کرنا پڑتا ہے کہ میں یہ باتیں کیوں مان رہا ہوں؟ میں جنت و دوزخ کی وجہ سے نہیں مان رہا ہوں۔ میں عذاب قبر کو قبر کی وجہ سے نہیں مانتا۔ میں یہ ساری باتیں اس لیے مان رہا ہوں کہ میرے اللہ نے کہا ہے کہ یہ نظام ہے اور چونکہ مجھے اللہ پر یقین ہے اس لئے مجھے اسکے نظام کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اس نے مجھے بنایا ہے تو وہ کوئی فرشتہ بھی بنا سکتا ہے۔ جب آپ خدا پر یقین نہیں کریں گے تو یہ سارے مفروضے بننے شروع ہو جائیں گے کہ جنت ہے کہ نہیں ہے، دوزخ ہے کہ نہیں ہے۔ کوئی کہے گا کہ یہ علاماتی ہے۔ بھلا پوچھو، جو شخص یہ کہتا ہے کہ جنت و دوزخ اصلی نہیں ہیں، علاماتی ہیں، وہ سوال یہ نہیں کرے گا کہ جنت و دوزخ علامتی ہیں کہ نہیں بلکہ وہ سوال یہ کرے گا کہ کیا خدا میں طاقت ہے کہ وہ اصلی جنت بنا سکتا ہے؟ پھر کوئی اس کا کیا جواب دے گا؟ کیا خدا میں طاقت ہے کہ وہ اصلی دوزخ بنا سکتا ہے؟ پھر اس کا کوئی کیا جواب دے گا؟ کیا خدا میں یہ طاقت ہے کہ وہ قبر میں عذاب دے سکتا ہے؟ تو مسئلہ پھر ادھر ہی جائے گا، آخر کی طرف پلٹے گا کہ We believe in God or we don't believe in God. اب اس مسئلے کی روشنی میں آپ اسکو دیکھو تو پیغمبر بذاتہ کچھ بھی نہیں ہوتے۔ پیغمبر خدا سے ہے، خدا اپنے

پیغمبروں سے ہے۔ اللہ اپنے پیغمبروں سے ہے۔ ویسے تو قومِ بنی اسرائیل میں بہت لوگ تھے مگر موسیٰ اللہ کے پیغمبر تھے۔ قومِ یہود میں اور بھی بڑے لوگ تھے، بے شمار اچھے لوگ تھے مگر عیسیٰ اللہ کے پیغمبر تھے تو جس چیز کی تسلیم مشروط ہو، جو چیز خود بخود قائم نہ ہو بلکہ قائم بالذات پروردگار ہو جن کا وجود اللہ سے تحقیق ہو، ان میں کوئی شک نہیں ہے۔

اگر آپ ان سے یہ پوچھو کہ آپ ﷺ کیا دیکھ سکتے ہیں؟ کیا نہیں دیکھ سکتے؟ کیا سُن سکتے ہیں؟ کیا نہیں سُن سکتے؟ تو میرا جواب بڑا سادہ ہوگا کہ جو اللہ انہیں دکھاتا ہے، دیکھتے ہیں جو نہیں دکھاتا، وہ نہیں دیکھتے۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ وہ (ﷺ) ہمہ وقت حاضر ہیں یا حاضر نہیں ہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو وہ یہاں حاضر ہو سکتے ہیں اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہو سکتے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ان کو قبر میں حاضر کیا جاتا ہے اور سب مانتے ہیں کہ قبر میں حاضر کیا جاتا ہے۔ باقی اگر آپ یہ کہو کہ ایک وجود میں کیسے حاضر کیا جاتا ہے؟ تو یہ مسائل آج science نے بھی حل کر دیئے ہیں۔

ایک دفعہ جب آپ اپنے وجود سے نکل جاتے ہو...... جیسے آپ کی روح پہلے محض ایک شکلِ توانائی ہے پھر اسے برزخ میں اس کی شکل و صورت دی جاتی ہے، پھر عالمِ ناسوت (دنیا) میں اسکو وزن دیا جاتا ہے۔ یہ وجود friction ہے، اسکی limitations ہیں، یہ اپنے مقام سے دوسرے مقام تک جاتے ہوئے وقت لیتا ہے، یہ ہوا کی resistance کا شکار ہو جاتا ہے، زمین کے کھردرے پن کا شکار ہو جاتا ہے، اس پر ثقل کا بوجھ ہے، اس پر بہت ساری بندشیں ہیں، اللہ نے اسے مختلف conditions میں اور حالات میں باندھ رکھا ہے مگر جب یہ وجود نہیں رہیگا، جب آپ روحی وجود میں ہونگے تو پھر آپکی یہ ساری بندشیں اتر جائیں گی۔ اگر روح کو ہم صرف ایک توانائی کی شکل سمجھ لیں اور اسکی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سمجھ لیں تو ایک روح اٹھارہ ہزار مرتبہ دنیا کا چکر لگا سکتی ہے تو بتائیں کہ اس روح پر ہم کون کون سے ban لگائیں گے کہ وہ یہاں آ سکتی ہے، وہاں نہیں آ سکتی، یہاں جا سکتی ہے یا نہیں جا سکتی اور پھر قادرِ مطلق کی ان محبوب ارواح کے بارے میں جنہیں خدا نے کھلی چھٹی دے رکھی ہو، جنہیں خدا نے عزت و مرتبہ میں زمین و آسمان سے بلند کر رکھا ہو اس کے بارے میں میں کیا رائے دوں گا کہ وہ کہاں حاضر ہو سکتے اور کہاں نہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے وہ وہاں ہیں اور جہاں نہیں چاہتا وہ وہاں نہیں ہیں۔

سوال: سر آپ کی شخصیت بڑی متاثر کن ہے اور اسکے ساتھ ساتھ پر اسرار بھی ہے۔ آپکی شخصیت کے بہت سے پہلو عوام پر منکشف نہیں ہوئے اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ بھی آپ نے عوام سے مکمل طور پر share نہیں فرمایا...... مختصر سوال یہ ہے کہ آپ کا جانشین کون ہو گا؟ اور آپ اپنا علم کس کو منتقل کریں گے؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ کوئی انتقالِ حرارت کی بات تو ہے نہیں...... میں کوئی ایسا scientific method نہیں جانتا بلکہ کلوننگ پر تھوڑی سی امید ہوئی تھی۔ میں نے یہ research کی کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ جب کلون بنایا جائے تو اس میں زندہ انسان کا brain بھی منتقل کیا جا سکے تو پتہ لگا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور آپ ہزار کوشش کریں، scientific کوشش کریں مگر آپ کا کلون آپ کی شکلی مثال ہو سکتا ہے ذہنی مثال نہیں ہو سکتا یا بہت حد ہوئی تو آپ کے چلنے پھرنے کی نقل کر سکتا ہے۔

باقی یہ ایمان سے میری رائے ہے کہ میں اتنا زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ اسکی ایک وجہ ہے آپ اگر دنیاوی علوم کی بات کریں تو کوئی بھی شخص جو ہے تین سال کے عرصے سے لے کر ساٹھ سال کے عرصے میں تمام دنیاوی علوم کا expert ہو سکتا ہے۔ آپ ''رسل'' نہیں ہو سکتے۔ He might have spend sixty years in principles of mathematics یا جیسے Double Helix پر اٹھارہ سال لگ گئے یا جیسے پینسلین کی دریافت پر بارہ سال لگ گئے۔ تو آپ یہ کام نہیں کر سکتے مگر جب اٹھارہ سال کام ہو چکا، چالیس برس کام ہو چکا اور جب اسکی کتاب تحقیق آ گئی تو وہ آپ نے آدھے دن بلکہ آدھے گھنٹے میں پڑھ لی، یعنی تمام علوم ان کی محنتوں کے حساب سے نہیں دیکھے جاتے۔

تمام علوم کسی نہ کسی انجام تک پہنچ چکے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں اور نئی researches جو ہو رہی ہیں، وہ بھی آدھے رستے میں ہیں کہ اگر ایک شخص یہ تہیہ کر لے کہ میں نے تمام جملہ دنیاوی علوم پر حاوی ہونا ہے تو تین سال کے اندر اندر وہ anthropology کی ایک کتاب پڑھ کر anthropology کا حافظ ہو جائے گا، mythology کی ایک کتاب پڑھ کر پوری mythology کو جان لے گا۔ انگلش کی ایک، دو، چار، دس کتابیں پڑھ کر ایم اے انگلش کے معیار تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح فلسفے پر History of philosophy پڑھ کر سب کا پتہ لگ جائے گا تو ایک دو سال کے عرصے میں آپ جملہ علوم کی

سدھ بدھ رکھ لیتے ہیں اور جان جاتے ہیں But the question is, thinking کہ آپ نے سوچا کیا ہے؟ یہ دنیاوی علم ختم کرنے کے بعد اس پر judgement دینا آپ کی discretion ہے، یہ آپ کے تحفظات ہیں، یہ آپ کے ذہنی calibre پر ہیں اور تمام ذہنی calibre بنتا ہی اسی وجہ سے ہے کہ جب آپ علم کو حاصل کرنے کے بعد اس پر غور نہیں کرتے۔

ہمارے زیادہ تر لوگ علم کے ساتھ ایک زیادتی کرتے ہیں، اسے نگلتے ہیں اور اسے اُگلتے ہیں وہ کبھی ہضم ہی نہیں ہو پاتا اور جب اُگلا جاتا ہے تو اس سے کیا نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں؟ اور جب آپ کو شاگرد بنانا ہوتا ہے----- I have many hundreds of students. تعلیم کے مضمون میں بھی رہے ہیں۔ دوسرے subjects میں بھی students رہے ہیں، کسی کو sciences کا ایک حرف نہیں آتا۔ کسی کو sciences آتی ہیں اور قرآن سے نابلد ہے تو جو moderation میں ڈھونڈ رہا ہوں اگر سوال کرنے میں پائی جائے تو He is welcome لیکن جب آپ مقابلہ کرتے ہو، جب آپ تقریری مباحثہ کرتے ہو تو بہت سے لوگ جو تقریر کرنے آتے ہیں، کسی کی شکل اچھی ہوتی ہے، کسی کا انداز اچھا ہوتا ہے، کسی کی دلیل اچھی ہوتی ہے کسی کی ادائیگی اچھی ہوتی ہے تو انعام اس طرح نہیں ملا کرتے۔ نہ محض شکل پر، نہ ادائیگی پر بلکہ انعام ساری چیزوں کے تھوڑے تھوڑے حصے پر ملتا ہے جو ایک بھرپور تاثر دے سکتی ہے۔

مجھے اللہ کے حضور میں فخر حاصل ہے کہ میرے احباب بہت brilliant ہیں، اپنی fields میں بہت skilled ہیں اور پھر وہ خدا کے ساتھ بھی اپنی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔

I have young scholars with me. I have the young researchers with me. اور ان کی committment بڑی اچھی ہے، بڑی شاندار ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ العزیز وہ دن ضرور آئے گا کہ آپ کو میرے ان دوستوں اور طالب علموں کی شناخت ہوگی اور خدا کے فضل و کرم سے یہ بیٹھے ہوئے نہیں ہونگے۔ یہ Over lords of religion. نہیں ہونگے۔ یہ ہماری طرح ہی ہونگے، سادہ سے لوگ ہونگے جنہوں نے مذہب کو سمجھا ہوگا اور جنہوں نے خدا کو جاننے کی کوشش کی ہوگی اور انشاءاللہ تعالیٰ

That will be a message in education in Pakistan. We are not afraid in modernism. We are not afraid or apologetic about our religion. We know what our religion is. It is just an idea of mental and intellectual sententious to us and we can do, very very confidently presented to anybody.

تو مذہب کا جو تصور ہے وہ اسکی presentation میں ہے۔ علامہ صاحب (ساجد میر) چلے گئے ہیں ورنہ میں ان سے سوال پوچھتا کہ اگر ہم سیکولر کی مذمت کریں اور انکا برا مانیں اور انکو برا کہیں تو جائیں کہاں؟ اگر ہم سیکولر کو دھوکا باز سمجھتے ہیں، جھوٹا سمجھتے ہیں تو یہ ہمارا معاملہ ہے مگر جب ہم مذہب کی مثال دینے لگتے ہیں تو اگر پندرہ کروڑ لوگوں کو گواہ کر کے تمام مذہبی جماعتوں کے معزز سربراہ جو ہیں وہ خدا کے نام پر ایک وعدہ قوم سے کر کے اسے اس طرح بھلا دیتے ہیں جیسے یہ کوئی بڑا مسئلہ ہی نہیں ہے تو پھر آپ کیا خیال کریں گے کہ How can we trust this conduct of presentation of religion? کیا جب میں مذہب کی مثال دوں تو میں نے honest بندے کی مثال دینی ہے کہ میں نے ایسے بندوں کی مثال دینی ہے۔ جب میں یہ کہوں گا کہ سیکولر تو بے ایمان ہے مگر ان میں بھی دنیاوی طور پر لوگ ایماندار ہیں، جب میں یہ کہوں کہ تم جھوٹے ہو! مولوی فضل صاحب سچے ہیں تو آپ کا خیال ہے کہ میں یہ مثال دے سکتا ہوں؟ I can not defend the indefensible جو ناقابلِ دفاع ہے وہ اس کا کیسے دفاع کر سکتا ہے۔ ہمیں Maximum best پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے ان سادہ سے مسلمانوں پر جن میں ابھی وہ لوگ موجود ہیں جو قبول کر کے، جو وعدہ کر کے اسے نبھاتے ہیں: ”اَوفُوا بِالعُقُودِ“ (جو عہد کر کے پورا کرتے ہیں۔) جو اپنے اوپر خدا کو گواہ کرتا ہے، لوگوں کو گواہ کرتا ہے وہ اپنا عہد پورا کرتا ہے۔ But unluckily we have nobody in our religion's side as a leader. کہ جو اس قسم کی کوئی جرأت خیال بھی رکھتا ہو۔

سوال: ہم زندگی بھر بھرپور کوشش کے باوجود تھوڑا سا اعتدال حاصل کر لیتے ہیں مگر اچانک کچھ غیر معمولی واقعات اس اعتدال کو تہس نہس کر دیتے ہیں، مسلسل اعتدال حاصل کرنے کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: میرا اپنا یقین ہے کہ مذہب اور غیر مذہبی approaches میں ایک بہت بڑا فرق ہے جو میں آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب کے ساتھ آپ کی بنیاد امن کی ہے اور

اضطراب آتا جاتا ہے۔ زلزلے آتے جاتے ہیں۔ مذہب کے بغیر بنیاد اضطراب کی ہے اور امن کبھی کبھی آتا ہے۔

If you have want to understand the game of balances then you will understand.

کہ مذہبی لوگوں کو ہی خدا نے کہا ہے:

"وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقصٍ مِّنَ الاَموَالِ وَالاَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ"

کہ بلاشبہ میں تمہیں آزماؤں گا، خوف سے، بیم و رجا سے، نقصانوں سے، چیزوں کے افلاس سے، اشیا، اور رشتوں کے گم ہونے سے میں تمہیں آزماؤں گا:

"وَبَشِّرِ الصَّابِرِینَ الَّذِینَ اِذَا اَصَابَتھُم مُّصِیبَۃٌ"

اور مبارکباد ہے ان لوگوں کو جو ان چھوٹے چھوٹے terminals سے گزرے، نقصانات سے گزرے، اموات سے گزرے کرب و بلا کی کیفیتوں سے گزرے مگر انہوں نے حوصلہ بلند رکھا، اللہ سے وابستگی قائم رکھی اور کہا: "قَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون" کہ یہ گردشِ بلا، یہ مسائل وقتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے تھوڑی سی آزمائش ہے۔ میں اللہ کے ساتھ ہوں۔ میرا اللہ اس آزمائش کو ضرور گزار دے گا تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

"اُولٰئِکَ عَلَیھِم صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّھِم وَرَحمَۃٌ"

(ان لوگوں پر ان کے ربّ کی طرف سے درود و سلام ہے اور رحمت ہے)

"اُولٰئِکَ ھُمُ المُھتَدُونَ" (البقرہ ۲:۱۵۷)

(اور یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں)

خواتین و حضرات! مصائب آئیں گے مگر آپ تہس نہس نہیں ہونگے، آپ لرزیں گے، ڈگمگائیں گے، اِدھر اُدھر ضرور ہو جائیں گے مگر آپ تہس نہس نہیں ہوں گے۔ شاید آپ میں سے کسی کو پتہ ہو کہ ہمارے بچپن میں کبھی لوگ لکڑی کا ایک گڈا لے کر آتے تھے جو لکڑی کے ایک پیڈسٹل پر رکھا ہوتا تھا، پھر اسکو ہلا دیتے تھے، وہ کبھی ادھر جاتا تھا، کبھی اُدھر...... مگر گرتا نہیں تھا۔ خدا کے ساتھ آپ گریں گے نہیں، انشاءاللہ تعالیٰ......

سوال: If a male chooses his life partner it's not bad. If a female does that is considered as immoral. Is this not ethically, morally discrimination?

جواب: اسلام میں جو سب سے پہلا مسئلہ اٹھا کہ ایک غیر بالغ لڑکی کا اس کے والدین نے نکاح کر دیا تھا۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے رشتے سے انکار کر دیا۔ بہت دباؤ ڈالا گیا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو حضور ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا کہ کتنی اچھی بات ہے کہ تو نکاح کر لے۔ اس نے کہا: ''میں نہیں کروں گی''۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس سے کہا۔ اس نے کہا: ''میں نہیں کروں گی''۔ تو حضور ﷺ نے نکاح فسخ قرار دیا۔ اس نکاح کو باطل قرار دیا تو مذہباً Absolutely there is one choice with woman. اللہ کسی قیمت پر اس کو reject نہیں کرتا، قطعاً reject نہیں کرتا۔ باقی رہا social دباؤ، معاشرت، خاندانی، social personal واقعات...... اس کی ذمہ داری اللہ پر کم اور آپ پر زیادہ آتی ہے۔

سوال: عورت ایک وقت میں بیوی ہے اور بیٹی بھی ہے۔ شوہر کو مجازی خدا کا درجہ دیا جاتا ہے اور والدین کا رتبہ اس دنیا میں پائے جانے والے تمام رشتوں سے افضل ہے مگر ایک ہی وقت میں دونوں میں مقابلہ آ جائے تو عورت کدھر جائے؟

جواب: پڑھا لکھا ہر آدمی اپنی situation کے مطابق اس مسئلے کا حل تو کرتا ہے مگر اصولی اور قانونی طور پر جب ایک عورت کی شادی ہو جاتی ہے تو وہ والدین سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور خاوند کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ خاوند اگر تمام cases میں نہیں تو اسی اور نوے فیصد cases میں اسکی کفالت کا، اسکی نگہداشت کا اور اس کا پوری طرح ذمہ دار ہوتا ہے تو جو والدین کی 70% ذمہ داری share کر لے، اٹھا لے، اس کا حق زیادہ فائق ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتی ہے کہ

She should not be inciting to parents but she cannot hide the truth from her husband. Always be her husband.

سوائے مجبوری کے اور چند ایک ایسے مواقع کے کہ جیسا ابوسفیان کی بیوی نے کہا کہ چونکہ ابوسفیان بخیل بہت ہے اس لیے میں کبھی کبھی اسکے پیسے کاٹ لیتی ہوں تو آپ ﷺ مسکرا کے چپ ہو گئے

کہ چلو ایسے کر رہی ہو تو پھر کیا ہو سکتا ہے تو ان مواقع پر تھوڑی سی ایک بے ایمانی شاید جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ major issues میں جائز نہیں ہو سکتی اس لئے بیوی پر خاوند کی برتری اور فوقیت مستقل ہے اور یہی اللہ کی مرضی بھی ہے مگر ماں باپ کا احترام ضرور رہے گا چاہے دور رہوں، چاہے قریب……

سوال: اسلام نے اعتدال کا concept دیا اور اس concept کی روشنی میں یہ question repeat ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں اس فرمان کی روشنی میں اعتدال کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: قرآن حکیم میں بہت سارے لوگوں کا ذکر ہوا۔ ان میں مقربوں کا ذکر ہوا۔ آپ یہ دیکھیں کہ اس کی مثال میں مَیں نے پہلے بھی ایک تقریر میں کہا کہ کچھ لوگ جو ہیں، جن کو مؤذن اٹھاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو وقت پر اٹھ جاتے ہیں اور کچھ لوگ تساہل کا شکار رہتے ہیں اسی لیے وہ شاید اذان کے آخر میں کہتا ہے "اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم" کہ نماز نیند سے بہتر ہے تو یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو نیند سے جاگ ضرور جاتے ہیں مگر تساہل کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے۔ کئی لوگوں پر یہ الفاظ اثر نہیں کرتے تو یہ درجات جو ہیں انسان کی سستی کے اس طرح بنتے ہیں کہ ایک ثواب ملا جاتا ہے اور ایک عذاب بنتا ہے۔ ایک اس سے بہتر ہے جو تساہل اور کسل میں ہے مگر جس کو مؤذن کی آواز جگا لیتی ہے، ایک تیسری قسم وہ ہے جو تساہل کی وجہ سے نماز miss کر دیتا ہے اور چوتھی قسم ہے جس کا خدا ذکر کرتا ہے کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن کی کمر اپنے بچھونوں سے نہیں لگتی۔ وہ خدا کی محبت میں، خشیت میں، خوف میں رات رات بھر اسے پکارتے ہیں۔ وہ دن اور رات کا کوئی لمحہ ہماری یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ "وَالسّٰبِقُونَ السّٰبِقُونَ" (الواقعہ ۵۶:۱۰) وہ آگے بڑھنے والے لوگ ہیں۔

اس سے اعتدال پر ضرب نہیں آتی "سابقون" کی وجہ سے نارمل مومنین پر ضرب نہیں آتی بلکہ چونکہ جملہ انسانیت میں محدود لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنی صلاحیتیں یادِ خدا میں صرف کرتے ہیں یا اپنے عشق و محبت کے اس جذبے میں extra ordinary ہو جاتے ہیں اور بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ exception ہوتی ہے اور exception کبھی معمول کا حصہ نہیں ہوتی۔ یہ بہت آگے بڑھنے والے لوگ ہیں اس لیے جو قانون ہے وہ اپنی جگہ پر رہے گا۔

سوال اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کیوں ہے؟ جبکہ اللہ سب سے زیادہ رحیم اور democratic

ہے۔

جواب: ارتداد کی اسلام میں سزا بالکل جائز ہے بلکہ اس سے سخت ہونی چاہیئے تھی۔ یہ اسلام کا fifth columnist ہے۔ اگر آپ اسلام قبول نہ کرو تو اسلام آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ "لَا اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ" (دین میں کوئی جبر نہیں) اسلام آپ کو کچھ نہیں کہیگا۔ سزا اس کیلئے نہیں ہے کہ میں مجبوراً ماں باپ کے گھر مسلمان پیدا ہوا تھا۔ اب میں change کر رہا ہوں۔ اب I want to be a Christian. یہ سزا اس کے لیے نہیں ہے۔ ارتداد اس کی سزا ہے کہ جو بظاہر کسی Technical reason کی وجہ سے اسلام میں صبح داخل ہوا اور شام میں اس نے چھوڑ دیا اور قرآن حکیم میں ان لوگوں کا mention ہے کہ یہ اہل یہود اس قدر مکار ہیں، اس قدر بے ایمان ہیں کہ لوگوں کو بہکانے کی خاطر یہ صبح دین میں داخل ہوتے ہیں اور شام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ دیکھئے کتنا clever brain ہے اس لئے کہ اگر فرض کرو کہ میں ایک شخص سے کہوں کہ تُو نے اسلام کو دیکھا ہی نہیں، تیرے اعتراض بے معنی ہیں، تُو تو اسلام کو جانتا ہی نہیں اور تُو مسلمان ہوتا تو تجھے پتہ ہوتا۔ تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ مسلمان ہے ہی نہیں مگر جو شخص اسلام کو damage کرنا چاہے گا وہ اسلام میں داخل ہوگا، داخل ہونے کے بعد اسے رد کرے گا، واپس آئے گا اور کیا کہے گا؟ اس کا جملہ کیسا ہوگا کہ "بھئی میں نے دیکھ لیا، میں بھی رہا ہوں، تین مہینے مسلمان ...... کچھ بھی نہیں ہیں، اندر سے بڑے گئے گزرے ہیں"۔ تو یہ diabolical Fifth columnist پروپیگنڈا ہے جو ہماری اصطلاح میں Trash and tittership کے درمیان آتا ہے صرف اس قسم کے مسلمان پر جو پہلے سے by reason اس لیے اندر آئے جیسے سینٹ پال عیسائیت میں گھسا، یہودی تھا اور دیکھتے دیکھتے تمام عیسائیت کو برباد کر کے تثلیث میں بدل کر چلا گیا۔ اسی طرح ایسے لوگ جو خصوصی طور پر خصوصی تعلیمات کے ساتھ داخل ہوتے ہیں اور اندرونی structure of religion پر وہ حملہ کرتے ہیں اور باہر جا کر اسکی مکمل بدنامی کا باعث بنتے ہیں، یہ اصل میں مرتد ہیں جو نہ صرف ایک دفعہ مذہب بدلتے ہیں بلکہ سرے سے اپنے ہی مذہب پر قائم ہوتے ہیں اور اس کو وقت دینے کیلئے دوسرے مذاہب میں داخل ہو کے ان کی تذلیل کا باعث بنتے ہیں۔

سوال: معتزلہ فرقے کو عقلیت پرست بھی کہتے ہیں۔ قرآن میں بھی عقل پر بہت زور دیا گیا۔ آپ بھی عقل کو حسنِ منتخب قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ اور قرآن کی عقل میں کیا فرق ہے۔ عقل کے

کہتے ہیں؟

جواب: خواتین وحضرات! معتزلہ کو اس وقت صاحبِ عقل سمجھتے ہوں گے ہم تو آج یہ سمجھتے ہیں کہ معتزلہ درجۂ عقل سے گرے ہوئے لوگ تھے۔ جیسے میں آج آپ سے کہہ رہا ہوں کہ لوگ نگلتے اُگلتے ہیں۔ اس زمانے میں اشراقی، یونانی فلسفہ، کچھ رومن mythology کچھ یہ کچھ وہ...... معتزلہ میں یہ ساری reasons آ رہی تھیں۔ اس وقت وہ جدید تر علم سمجھا جا رہا تھا اور ہمارے اسوقت کے سکالرز نے یہ گمان کرلیا تھا کہ مذہب بس سادہ سی، بدوی سی حقیقتیں ہیں ان کو کوئی جدید تر زندگی کا، cosmology کا پتہ نہیں ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے مذہب پر بے شمار اعتراضات کیے۔ ابنِ رُشد سے جب کسی نے پوچھا کہ تُو عاد وثمود کے انجام سے نہیں ڈرتا تو اس نے کہا: ''تو عاد وثمود کے انجام سے مجھے ڈراتا ہے میں تو ان کے وجود کا ہی قائل نہیں ہوں''۔ مگر کیا یہ لوگ سچے تھے؟ یہ سب لوگ غلط تھے، اس لیے اس وقت کی sciences غلط تھیں، informations کمزور اور غیر محکم تھیں اور اس وقت بھی قرآن سچا تھا۔ اب بھی قرآن سچا ہے اور اعتزال کی movement پہلے بھی ناقص تھی۔ اب بھی ناقص ہے۔

آپ فرض کیجئے کہ آپ کو کہا جائے کہ جی!!! سلام روشن خیال نہیں ہے۔ یا علمیت میں یہ تجدد آخر نہیں رکھتا یا اسکے حکمت کے نتائج غلط ہیں تو پھر اُن پر یہ دباؤ پڑتا ہے کہ وہ ایسا ثابت کریں۔ اگر وہ ایسا ثابت کریں تو ہماری بھی قرآن سے جان چھوٹ جائے گی مگر ایسا نہ پہلے ہو سکا، نہ اب ہو سکتا ہے۔ خدا کے کلام میں کسی قسم کا کوئی جھول نہیں ہے۔ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے، اس میں فکری اغلاط نہیں ہیں۔ وہ پہلے بھی سچائی تھی اب بھی سچائی ہے۔ اس لیے

Sciences can change, the ideas of philosophy can change but God's way cannot change.

سوال: دعا کا مطلب مانگنا اور مزید مطالبہ کے ہیں جبکہ صبر کا مطلب ہے اپنے حال میں خوش رہنا اس لحاظ سے کیا دعا اور شکر آپس میں متصادم نہیں ہیں؟

جواب: دعا اصل میں عرضِ مدعا ہے، دعا اس قسم کی insistane نہیں ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو دعا میں insistance یا دباؤ ہی غلط ہوتا ہے اور دعا مانگ کر شرط لگانا یعنی کہ اللہ تجھے مانوں گا اگر پوری ہوئی، نہیں مانوں گا اگر نہ پوری ہوئی۔ یہ اس قسم کی شرائط دعا میں شامل نہیں ہیں۔ ''دعا'' عرضِ مدعا ہے۔ ایک بات کہنی ہے جو آپ کہہ گزرتے ہیں۔ اسکی قبولیت اللہ کے ہاتھ میں

ہے اور شکر خدا کو یاد کرنا ہے۔ اخلاص ہے، محبت ہے، ساری feelings ہیں اور جب آپ شکر بھی کر رہے ہو تو اس میں بھی ذکر دعا ضرور ہوتا ہے۔ اس میں بھی کوئی معنی ضرور ہوتے ہیں۔

بڑے بڑے اولیا اللہ تعالیٰ اور بڑے بڑے بزرگ بھی اگر اللہ سے کچھ بھی نہ مانگیں تو اس سے اپنے عرفان اور آگہی کو ضرور مانگیں گے۔ اس لیے دعا شکر میں سے نہیں جاتی۔ "اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ" (بےقراری میں بےقرار اور مضطرت کی دعا کون سنتا ہے؟) "وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ" (اور برائی کی گرہیں کون کھولتا ہے؟) "وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ" (اور زمین پر تمہیں عزت وحرمت کے مقام کون عطا کرتا ہے؟)۔ "ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ" (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے۔) "قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ" (النحل ۶۲:۲۷) (مگر تم اسے بہت کم یاد کرتے ہو) اور یہ یاد کرنا ہی شکر کرنا ہے۔ اگر آپ اس آیت کو پڑھیں: "فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ" (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔) "وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ" (البقرہ ۱۵۲:۲) (اور شکر کرو اور کفر نہ کرو۔) یعنی یاد کرنا شکر ہے اور نہ یاد کرنا کفر...... تو یاد اللہ میں اس قسم کی کوئی پیچیدگی نہیں۔

سوال: What is the difference between western and Islamic banking? What do you think about many banks which are currently acting in Pakistan respect to the Islamic bank?

جواب: میں اپنے عزیز دوست جناب محمد اکمل سے درخواست کروں گا، کیونکہ ان کا مالیاتی معاملات سے تعلق ہے۔ ان کو میری کہی ہوئی بات کا پتہ بھی ہے انشاءاللہ یہ آپ کو کچھ بتائیں گے۔ یہ انگلینڈ سے ویلز کونسل کے مشیر بھی ہیں اور ماشاءاللہ تعالیٰ العزیز وہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی صفت یہ بھی ہے کہ یہ پہلے عیسائیت سے منسلک تھے اور غور و فکر کے بعد ایسا اچھا مسلمان میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ یعنی آپ اسکو اس قسم کا اسلام نہیں کہہ سکتے جو جبراً پایا گیا ہو۔ غور و فکر اور شناخت کے بعد جس اخلاص اور محبت اور تعلیمی اثرات کے تحت انہوں نے اپنے اس سلوک کو اختیار کیا اسکے لیے یقیناً میں ان کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ ہمیں تو میراث میں آئی تھی، انہیں جہاد میں نصیب ہوئی۔

محمد اکمل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ساری تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے مجھے اس مقام پہ پہنچایا

اور پروفیسر صاحب کے ساتھ جتنی علمی گفتگو، جتنا مذہب اور جتنی اللہ تعالیٰ سے قربت میں نے سیکھی، میری دعا ہے کہ ہم سب لوگ اسی طرح رہیں، قرآن پڑھیں، اسکو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق حاصل کریں۔

جو سوال پوچھا گیا ہے اور آج کل اسکا بڑا چرچا ہے کہ Western banking system اور Islamic banking system میں کیا فرق ہے۔ اسکا جواب تو بہت وسیع ہے، بہت لمبا ہے مگر اس لیکچر میں ابھی پروفیسر صاحب نے ایک آیت quote کی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا difference ہے۔ banking جو شروع ہوئی، وہ ساری کی ساری ایک نظام کو مسلط کرنے کیلئے ہے۔ اس میں امانت داری اور اس میں exploitation جو کہ نہیں ہونی چاہئے تھی وہ اب Western banking میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم کسی کو exploite نہ کریں، کسی سے زیادتی نہ کریں، کسی کی امانت جو ہم نے لی ہے وہ ان کو واپس لوٹا دیں۔ اس میں دو تین چیزیں آتی ہیں۔

ایک بڑی چیز یہ ہے کہ آپ جب ایک Interest based banking پر کام کرتے ہیں تو آپ ساری عمر اسکا interest دیتے ہیں جس میں exploitation کا area نمایاں ہوتا ہے۔ اب risk کو بھی minimize کرنا ہوتا ہے۔ کسی بھی Business arrangement میں risk کو بھی minimize کرنا ہوتا ہے۔ اب جو فرق مغربی بینکنگ یا کمرشل بینکنگ اور Islamic banking میں ہے کہ ہمارا جو risk ہے وہ ہمارا ”توکل علی اللہ“ ہے اور مغربی بینکنگ کا تصور یہ ہے کہ ہمارا مال اگر کسی کو دیا جائے تو اس کی اصل سے دگنا واپس آنا چاہیے۔ اس کو اگر میں سمجھانے کی کوشش کروں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی جو اصول دیا ہے، انہوں نے بھی کہا کہ یہ بھی business ہے اور اس پیسے کو انہوں نے commodity کہا۔ وہ اس طرح کہ اگر ہم کوئی چیز بیچتے ہیں یا لیتے ہیں تو وہ ہمارے اور لینے والے کے درمیان ایک contract ہے۔ ایک اس کی قسم یہ ہے لیکن جو آپ پیسے کا لین دین اسی commodity میں کرتے ہیں تو یہاں تھوڑا سا فرق آ جاتا ہے۔

اسلام میں یہ ہے کہ جب کوئی آپ کے پاس banking کیلئے آتا ہے تو وہ اس کی ایک ضرورت ہے اگر اس ضرورت کو ہم exploite کریں گے اور کوشش کریں گے کہ یہ ڈبل

پیسہ ہمیں واپس دیں تو یہ interest کی صورت میں آئے گا تو اس پیسے کو ہم نے commodity treat کیا ہے اس لیے یہ بنیادی فرق ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی جو banking ہے اس کے اندر یہ exploitation نہیں ہونی چاہیے اور risk base equal ہونا چاہیے۔ اگر آپ نے کوئی چیز لی ہے تو وہ نفع اور نقصان کی base پر ہو سکتا ہے اور نفع اور نقصان ہمارے (مسلمان کے) نزدیک صرف توکل کی base پر ہوتا ہے۔ west کے نزدیک یہ ہے کہ اگر نقصان ہے تو آپ کا ہے۔ میرا اصل جو ہے وہ میرے پاس رہنا چاہیئے تو یہ وہ سب سے بڑا فرق ہے۔

آپ نے شاید سنا ہو کہ حال ہی میں بنگلہ دیش میں محمد یونس نامی ایک صاحب کو نوبل پرائز ملا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے چھوٹے پیمانے پر business کرنے والوں کو interest free پیسے دینے شروع کئے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ یہ business ہے تو ساری دنیا ان کی تعریف کرتی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ انہوں نے یہ کام مذہباً نہیں کیا۔ انہوں نے بنگلہ دیش میں ایک ایسا انتظام کیا ہے جس کی وجہ سے بہت چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والوں کو بغیر interest کے پیسے دیتے ہیں اور یہ ایک عین اسلامی اور فطرتی نظام ہے جس کو ہمیں اپنے system میں رائج کرنا چاہیے اور میری کچھ احباب سے بھی اس بارے میں بات ہوئی اور ہم لوگ بھی یہ سوچتے تھے کہ ہم ایک صدقات بینک بنائیں اور آپ یقین کریں کہ اس صدقات بینک میں آپ کے جتنے بھی صدقات ہیں وہ آپ کسی کو کسی بزنس کیلئے پیسہ نہیں دے رہے، آپ اللہ کی راہ میں اس پیسے کو صدقہ دے رہے ہیں۔ اگر اس پیسے کو ہم جیسے professional لوگ ایک proper project based business کے اوپر لگائیں اور جب ہم قرضہ دیں تو وہ پیسہ جو ہے اسکو یہ کہہ کردیں کہ یہ پیسہ ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے۔ اللہ کیلئے لوگوں نے ہمیں دیا ہے۔ اس کو ہم تمہیں لوٹا رہے ہیں۔ اگر اسکو تم واپس لوٹاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسکا اجر دے گا۔ آپ یقین کریں کہ نہ اس میں کوئی گارنٹی چاہیئے، نہ اس میں کوئی ایسا انتظام چاہیے کہ وہ پیسہ ہمیں واپس آئے کیونکہ وہ پیسہ شروع سے ہمارا ہے ہی نہیں۔

Islamic banking پر ابھی ملائشیا میں بہت کام ہو رہا ہے، سعودی عریبیہ میں بڑا کام ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کرے کہ اس نظام کو ہم سمجھ سکیں اور جو ہمارے اوپر ورلڈ بینک اور interest banking کا جو تسلط ہے اس سے چھٹکارا حاصل ہو۔

سوال: اگلا سوال بھی banking سے متعلق ہے۔ Life insurance کے بارے میں بتائیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں ہے اور سود کے بارے میں کہ سود حرام ہے اور کیا جو رقم ہم بینک میں جمع کرواتے ہیں، وہ سال کے بعد بڑھتی ہے تو کیا یہ سود کی list میں آتا ہے؟

جواب: (پروفیسر صاحب) کچھ ذمہ داریاں individual کی ہوتی نہیں ہیں، مثلاً اگر آپ کو زندگی میں ہر وقت خطرہ ہے کہ پیسا اٹھانے میں یا گھر رکھنے میں جان چلی جائے گی، حتیٰ کہ آپ چوروں اور ڈاکوؤں کو دعوت دیتے پھریں گے۔ آپ کی ذاتی زندگی کے تحفظات کمزور پڑ گئے ہیں اور خوف و وحشت میں آپ اسے بینک میں رکھنا چاہتے ہیں تو پھر تو یقیناً آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ سود نہیں تو اس کا دھواں ہر بندے تک پہنچے گا تو یہی وہ زمانہ ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں سُود نہیں لیتا تو میں جھوٹ کہہ رہا ہوں کیونکہ کسی نہ کسی طریقے سے، باوجود کوشش کے میں سود استعمال کر رہا ہوں چاہے وہ سڑک جس پر میں چل کے جا رہا ہوں وہ سُود کی بنی ہو۔ جو پانی کی ٹینکی ہے شاید اس پر کوئی سود لگا ہو اور یہ جو aid ہم لیتے ہیں یہ تمام سود کی aid ہیں تو کسی نہ کسی طریقے سے سود کا دھواں ہم سب تک پہنچتا ہے، ہم اس سے آزاد نہیں ہیں۔ وہ خواہ متقی ہو یا سادہ سا بندہ تو اس پر قطعاً ہمارے نزدیک problem نہیں ہے کیونکہ ہم سب کہیں نہ کہیں سُود سے بندھے ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اس میں کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ جو اتنی واضح نہیں ہیں یعنی تقسیم در تقسیم نہیں، جمع در جمع نہیں ہیں۔ اس کا سود آگے نہیں بڑھ رہا جو آپ گورنمنٹ کو دے رہے ہیں وہ ذاتی اور قومی مفاد میں بھی ہے تو یہ قابلِ قبول صورت ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک سکیم میں بینک نے پیسے مانگے ہیں کہ ہم اس سے ملک کی بہتری کریں گے اور جو پیسے اس سکیم میں سے ملیں گے اسے ہم کام پر لگائیں گے، تو جہاں individual سود لینا دینا نہیں ہے وہاں نسبتاً آپ کے اس مسئلے کی سختی کم ہو جائے گی مگر جہاں اگر لفظ سُود پر اصرار کیا جائے تو لفظ سُود میں اگر صرف منافع بخش سرمایہ کاری ہے تو وہ کسی حالت میں کم از کم اللہ کے نزدیک تو قبول نہیں ہے۔ جیسے میں نے آیت پڑھی تھی: "مَن ذَالَّذِی یُقرِضُ اللہَ قَرضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهُ لَهُ اَضعَافاً کَثِیرَةً" (البقرہ ۲:۲۴۵) (جو اللہ کو قرض دے گا تو اللہ اس میں اضافہ کر کے اسے لوٹا دے گا) اللہ نے یہاں پر اضافے کی بات کی ہے یعنی پیسہ اگر آپ خدا کے ساتھ لگاؤ تو خدا اس میں اضافہ کر کے آپ کو لوٹا دے گا۔ But then it's a matter of belief. It's a very serious matter of belief. کون banking نظام پر بھروسہ کرتا ہے اور کون خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔

باقی یہ جو institutions ہیں، ان کی بات آپ اس لیے نہیں پوچھ سکتے کہ آپ کے پاس انکے سوا کوئی اور رستہ نہیں ہے micro,economy ہو یا macro ہو اسکی بنیاد چونکہ مغربی نظامِ سُود پر ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکا ایک جز وصحیح اور ایک غلط ہے۔

سوال: خودکش حملوں کے بارے میں یہ سوال بار بار دہرایا جا رہا ہے کہ کیا کسی بھی صورت میں یہ جائز ہو سکتا ہے؟

جواب: دیکھئے بات یہ ہے کہ 1965ء میں ایک جنگ ہوئی، دو فوجیں آپس میں لڑ رہی تھیں۔ ہندو افواج پاکستان پر حملہ آور ہوئیں۔ پورا ایک ٹینک ڈویژن تھا۔ اخباروں میں ایک خبر بڑے تفاخر سے آیا کرتی تھی کہ ہمارے فوجی جوان اتنا بے دریغ لڑے کہ اپنے جسموں سے بم باندھ کر ٹینکوں کے نیچے گھس گئے اور انہوں نے ان ٹینکوں کو اُڑا دیا۔ بھلا یہ کیا ہوا ہوگا......! یہ خودکش bombers ہی تو تھے مگر ایک اور بھی طریقہ ہے bombing کا ...... western societies میں، بڑے معاشرے میں، جب کسی انسان کو بھوکا مار کے، اسکو عزلت گزین کر کے، اسکو زندگی اور بے زاری کے آخری لمحوں تک لے جا کر جب اسکے پاس صرف ایک choice چھوڑ دی جاتی ہے کہ تمہیں آسمان دیکھنا تبھی نصیب ہوگا کہ اگر تم خودکش bomber بن جاؤ تو اسکو ہم Total brain washed methodology کہتے ہیں۔ ایک وہ جو Brain washing کا method ہے، ایک وہ جو اخلاص و محبت سے اپنے ملک وملت کو بچانے کیلئے ہے۔ بہت سارے ایسے مقامات ہیں جب افواجِ پاکستان یا دنیا کی کسی فوج نے جب لڑنے میں جان دے دی تو ہم اسکو خودکش نہیں کہتے۔ یہی فرق ہے throughout اس ساری approach میں ...... جہاں ایک professional بمبار ہوتا ہے اور جہاں ایک ملک کی عزت اور حمیت کو خطرے میں دیکھ کر ایک سپاہی اس کیلئے لڑتا ہے اور آج جو سب سے بڑا misconduct ہمیں تمام واقعات میں نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں عراق اور افغانستان میں سب سے زیادہ یہ case نظر آ رہے ہیں کہ ہم ان کو clearly غلط نہیں کہہ سکتے کہ وہ ملک اپنی آزادی کیلئے لڑ رہے ہیں چاہے دنیا کچھ بھی کہے۔ دو ملکوں کے عوام جو ہیں ان کو اپنے دفاع سے یا اپنے قابض سے جو دشمنی ہے وہ اس سے لڑ رہے ہیں۔ اس میں وہ ہی

methodology استعمال کر رہے ہیں جان دینے کی یا لینے کی ----- یا ایک جنگی صلاحیت ہے، یا ایک Gorilla war فعل ہے۔ اسکو ہم کوئی blame نہیں دے سکتے مگر عام طور پر جیسے شہروں میں وہ لوگ جو بم باندھ کر آتے ہیں اور بے لحاظ بچے بوڑھے، عورتیں قتل ہو جاتی ہیں، مر جاتی ہیں تو اس کو کسی بھی طریقے سے justify نہیں کیا جا سکتا، یہ غلط ہے۔ جب تک آپ کا دشمن واضح ہے یا آپکی کمزوری واضح ہے، آپکا طریقِ جنگ اگر خودکشی پر مشتمل ہے تو اسکو ہم بُرا نہیں کہہ سکتے مگر جب آپ فساد کرو گے جیسے خداوند کریم کہتا ہے کہ زمین خراب مت کرو:

"وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" (الاعراف ۵۶:۷)

(اور مت فساد کرو زمین میں بعد اس کی اصلاح کے)

کہ ایک زمین ہے جو امن سے چل رہی ہے، جو آگے بڑھ رہی ہے، اس میں آپ کی حماقتوں کی وجہ سے یا کسی غیر کی حماقتوں کی وجہ سے ایک مسلمان معاشرے کا امن تہہ و بالا ہوتا ہے یا کوئی آ کر آپکو اس طرح قتل و غارت گری پر آمادہ کرتا ہے، تو خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمانہ آخر میں مارنے والے کو یہ نہیں پتہ ہوگا کہ وہ کیوں مار رہا ہے اور مرنے والے کو نہیں خبر ہوگی کہ وہ کیوں مر رہا ہے تو بس سمجھ لو کہ یہی وہ زمانہ ہے جہاں ہزاروں لوگ اس طرح مر رہے ہیں کہ انکو پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیوں مر رہے ہیں They are not a part of war نہ وہ استعمار کا حصہ ہیں، نہ وہ کسی دہشت گردی کا حصہ ہیں، نہ وہ کسی جرم کا حصہ ہیں مگر وہ مر رہے ہیں اور مارنے والا کیوں مار رہا ہے؟ آج تک تو کوئی وجہ پتہ نہیں لگی مگر جہاں افواج ہیں، جہاں لڑائی ہو رہی ہے جہاں دشمن قابض ہیں ان کے بارے میں یہ opinion نہیں ہو سکتی۔

سوال: کیا ایک فرد خدا کی دلیل کو establish کیے بغیر خدا کو ترجیحِ اوّل مان سکتا ہے؟ اور کیا خدا کو عقل اور حس سے محسوس کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: عقل تو ہے ہی خدا کیلئے اور عقل ہی سے تو خدا محسوس ہوتا ہے اس لیے کہ جو reason اور دلائل آپ اپنے ذہن میں کسی چیز کے وجود، اسکے ہونے یا نہ ہونے پر دیتے ہو اسکا کوئی تعلق جسمانی شے سے نہیں ہے۔

عقل وہی ہے جو حواسِ خمسہ سے آگے دیکھ لے جو ایک thesis paint کرے، جو متفکر ہے اور جو آپ کو اور ساری دنیا کو سبق مل رہا ہے وہ ان اگلی صورتوں سے مل رہا ہے جن کے لیے پچھلی شہادتیں ہمارے پاس مفقود ہیں۔ عقل اگر خدا کا سوچ رہی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شہادتوں

کی بنا پر نہیں سوچ رہی اسکو ایک ایسی چیز سے واسطہ ہے جو اسکے دائرے میں آ رہی ہے مثلاً فرض کرو، عقل والا سوچتا ہے کہ کائنات کیوں اسطرح regularly بنی ہے، اسکی جسمانی شہادتیں اسکے پاس نہیں ہیں، اسکی وجودی شہادتیں اسکے پاس نہیں ہیں مگر پھر بھی اسکو عقل جانتی ہے کہ ایک کام جاری ہے، ایک بہت بڑا آسمان قائم ہے، اس میں ستارے چل رہے ہیں......یعنی عقل یہ جاننا چاہتی ہے کہ ستارے ترتیب سے کیوں چل رہے ہیں؟ یعنی اسکے reason تک پہنچنا اسکے لیے امرِ محال ہے۔ کوئی کوانٹم سے سوچتا ہے تو وہ غلط ہو جاتی ہے relativity سے سوچتا ہے کچھ عرصے بعد relativity کا نقص نکل آتی ہے تو وہ پھر خدا کا سوچتا ہے کہ شاید اللہ نے اسے ایسے بنایا ہے تو عقل تو جاتی ہی beyond the senses ہے۔ عقل کا واسطہ ہی خیال سے خیال تک کو ہوتا ہے اور یہ ایسی proposition کو discuss کرتی ہے جو وجود یا مادہ میں نہیں آتیں اس لیے یہ کہنا کہ خدا بے عقلی سے سمجھ آئے گا بڑا مشکل ہے۔

سوال: بنیادی اخلاقیات کا پہلا سبق یہ ہے کہ ہر کام اللہ کے نام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا جائے۔ کیا اس ترجیح سے گریز کرنا باعثِ زوالِ امت نہیں ہے اگر ہے تو اسکو پڑھنے کا حکم کیا ہے واجب، فرض یا مستحب؟

جواب: جیسے ”انشاءاللہ“ کے بارے میں بتایا گیا کہ اگر آپ میں کوئی بات نہیں تو آپ اس طرح فرمایا کریں کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس طرح ہی ہوگا اور اگر بھول جائیں تو جب یاد آئے تب پڑھ لیا کریں۔ اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کبھی زوروں کی بھوک لگی ہو تو بھول بھی جاتا ہے اور کبھی عجلت میں آدمی نہیں بھی پڑھتا تو جب یاد آئے تو آپ اس کو پڑھ لیا کریں۔

مولوی فضل صاحب: سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جو اچھا کام بغیر ”بسم اللہ“ کے کیا جائے وہ ہمیشہ منقطع ہوتا ہے، ناکام ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھانا کھاؤ، پانی پیو، دروازہ کھولو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”وَمَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی“ میرا محبوب اپنی خواہشات سے نہیں بولتا جو میں وحی کرتا ہوں اسی سے وہ کلام آگے آپ تک پہنچاتا ہے۔ تو آپ یونہی سمجھو کہ بسم اللہ پڑھنا خدا کا حکم ہے۔

پروفیسر صاحب: میں آپ سے ”بسم اللہ“ کا ایک اور وصف بیان کرنا چاہتا ہوں جس کا میں ذاتی طور پر شہادت دینے والا ہوں کہ میں نے ایک دفعہ ایک حدیث پڑھی تھی کہ اگر کوئی چوٹ لگ جائے تو ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ پڑھ لو تو اس چوٹ کا اثر زائل ہو جائے گا تو اتفاق دیکھیے کہ میں

ایک دفعہ دروازے کے بالکل قریب کھڑا تھا تو ایک انتہائی فضول اور واہیات جھونکا ہوا کا ایسا تختی سے آیا ......تو جیسے بڑے زور سے پٹ (دروازے کا) بجتا ہے تو میری یہ انگلی ......ابھی اس پر نشان باقی ہے ناخن کے ٹوٹنے کا...... یہ اسکے درمیان آ گیا جس طرح کہ عموماً آ جاتا ہے۔ آپکو پتہ ہے کہ زور کی چیخ نکلتی ہے تو یہ اسکے درمیان آ گیا اور اتنے زور سے لگا کہ ناخن بھی ٹوٹ گیا اور یہ ختم ہی ہو گیا، آپ یقین جانیئے کہ عین اسی وقت مجھے حدیث یاد آ گئی کہ جس نے زخم پر یا چوٹ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو اس کی چوٹ کا درد چلا جائے گا۔ میں نے اس وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پھونک دی اور ربِ کعبہ کی قسم! پتا ایسے ہی لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یعنی آپ یقین جانیئے کہ مجھے پتہ ہی نہیں لگا کہ یہاں کچھ ہوا ہے حالانکہ ابھی بھی یہ ٹوٹا ہوا ناخن موجود ہے، اسکے آثار موجود ہیں۔ وہ ابھی بھی غلط اگا ہے مگر اس چوٹ کی، درد کی اور اذیت کی بات بتاؤں کہ جب میں نے فوری طور پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس پر پھونکا تو تمام کیفیتِ درد جاتی رہی۔

اب اس پر ایک نقطہ میں آپکو اور بیان کرا چاہتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں درست اور صحیح ہوتی ہیں، صرف یہ کہ وقت پر ہمیں ان کا خیال کرا ہے۔ اب لوگ آدھے گھنٹے بعد پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اس عورت کی طرح ہے کہ جسکا بیٹا مر گیا تھا اور بڑا رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبر کر''۔ اس نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس عالم میں کس کو صبر آتا ہے؟'' تو تین چار دن رو دھو کے، سارے آنسو ختم کر کرا کے واپس آئی تو کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے صبر کر لیا ہے تو فرمایا: ''اب بھی کوئی صبر ہوتا ہے؟''

سوال: اسلام میں حجاب اور اسکی حدود کیا ہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: خواتین و حضرات! میرا خیال ہے کہ بعض اوقات تھوڑی سی آپ تکلیف فرمائیں تو آپ کو بڑی آسانی سے وہ تمام آیات نظر آتی ہیں۔

مدینہ میں خواتین کام کیا کرتی تھیں ......وہ اپنے مردوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی تھیں، بنیادی طور پر زرعی معاشرہ تھا۔ وہاں آپ سوچ سکتے ہیں کہ عورت پر کس درجہ پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں، کس درجہ اسکو محدود کیا جا سکتا ہے، یہ بھی آپ جانتے ہو تو اصولاً قرآن نے بھی عورت کو اس طرح محدود نہیں کیا کہ اس کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کی ہو یا اس نے اسکو زیادہ مصیبت میں ڈال دیا ہو یا ایک ایسے معاشرے میں جہاں وہ اس کے تنظیمی کاموں کا ایک بالکل دوسرا حصہ تھی۔ حجاب نشان ہے جیسے بنو قریظہ کے بازار میں ایک خاتون کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا

اور ایک یہودی نے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو ایک مسلمان نے اسے قتل کر دیا۔ پھر یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ جب مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم کیسے پہچانتے کہ یہ مسلمان ہے۔ یہ باقی عورتوں کی طرح ایک عورت تھی، باقیوں کی طرح اسکا لباس تھا، باقیوں کی طرح اس کے انداز تھے تو ہم کیسے پہچانتے کہ یہ مسلمان ہے۔ پھر اسی طرح ام المومنین سودہؓ کے بارے میں ہے کہ جب وہ باہر نکلی تھیں تو حضرت عمرؓ نے کہا: "اے سودہ! میں نے آپ کو پہچان لیا"۔ تو انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت فرمائی اور حضور ﷺ اپنے لہجے سے تو بات ہی نہیں کرتے تھے "وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی" تو کچھ عرصے کے بعد مسلمان عورتوں کی شناخت کیلئے پردہ لازم کیا گیا۔

سوال: توکل کی آخری limit کیا ہوگی؟

جواب: توکل کی limit وہی ہوگی کہ جو اس حدِ فکر تک جائے گی اس لیے خدا کسی کو بے جا آزمائشوں میں نہیں ڈالتا مگر بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جب ہم پر ذرا سی مصیبت پڑتی ہے تو ہم چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم تو ایک دن بھی نہیں صبر سے نکال سکتے، ہم تو مر جائیں گے، ہم گزر جائیں گے، ہماری ہمتیں ٹوٹ جائیں گی، ہمارا یہ ہو جائے گا، تو پھر خداوندِ کریم ان کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم اس سے کہیں زیادہ مصیبت سہہ سکتے ہو تو اس آدمی پر مصیبت ٹھہرتی ہے کہ جو اپنے آپ کو اس سے نکالنے کیلئے عجلت میں ڈال دیتا ہے، جو کسی مصیبت کو نکالنے کیلئے عجلت میں پڑ جائے اس پر مصیبت ٹھہر جاتی ہے اور خدا قائل کرتا ہے بندے کو کہ تیری گنجائشِ برداشت اس سے کہیں زیادہ ہے جس کو تو کہہ رہا ہے کہ میں نہیں کر سکتا۔ کبھی کبھی توکل اسلئیے بھی مشکل لگتا ہے کہ اس کی گنجائش آپ میں ہوتی ہے مگر آپ کو اپنی گنجائش کا خود پتہ نہیں ہوتا۔

سوال: بقول "ابن عربی" زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا تو پھر مہدی کا ظہور ہوگا تو کیا ہمارے زمانے ہی کی بات ہو رہی ہے؟

جواب: بقول "ابنِ عربی" جب زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا۔ تو کیا میں ان سے جنہوں نے سوال کیا ہے پوچھ سکتا ہوں کہ کیا بسم اللہ کے حروف پر گھوم رہا ہے زمانہ؟ میرا تو خیال ہے کہ "وَالضَّآلِّیْنَ" پر گھوم رہا ہے۔

سوال: ایک سوال ہے کہ سیّد خاندان کے لوگ شادیاں سیّد خاندان سے باہر نہیں کرتے۔ اس کی

شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا ایک لڑکی اپنی مرضی سے خاندان سے باہر شادی کر سکتی ہے؟

جواب: اس پر اختلافات تو بڑے ہیں مگر میرا اپنا خیال یہ ہے کہ سیّد کے لیے بھی کافی گنجائش ہوتی ہے کیونکہ اگر سیّدہ فاطمہؓ کو ذریّتِ نبی ﷺ کہا گیا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ایک قریشی ہیں، ہاشمی بھی ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو اس سے دائرہ بڑا کھل جاتا ہے کہ اگر ایک پیغمبر اپنی بیٹی چچا زاد بھائی کو دے دے تو نسب کے علاوہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حیثیت ہے کہ وہ بنو ہاشم میں سے ہیں یا قریش میں سے ہیں تو سادات کسی بھی قریشی اور ہاشمی کو اپنی بیٹی دے سکتے ہیں اگر pure سادات ان کو مشکل سے ملتے ہیں تو اس طرح ان کی range کھل جاتی ہے۔ مشورتاً ہی کہہ رہا ہوں کیونکہ بہرحال یہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔

میرا اپنا خیال ہے کہ یہ ایک سماجی مسئلہ ہے اور عرب میں یا دوسرے مقامات پر اس کی گرفت ایسی نہیں ہے چونکہ برصغیر میں ذات پات کا system بہت تھا اور بڑا rigid تھا۔ چندر گپت موریا کے زمانے سے جو برہمن، کھشتری، ویش اور شودرا کا concept بن گیا تھا۔ جب مسلمان آئے تو وحدانیت تو متاثر نہیں ہو سکی مگر چار بڑی races کو معتبر سمجھا جانے لگا جن میں سادات بھی تھے جو برہمن کے pattern پر آ گئے اور مغل کھشتریہ کے pattern پر آ گئے۔ اسی طرح ویشہ جو تھے New converted تھے اسلام میں سے اور افغان چونکہ High landers تھے اس لئے وہ اونچی ذات میں آ گئے تھے جیسا اقبالؒ کہتا ہے:

؎ یوں تو تم سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

تو یہ pattern ہمارے ملک میں بھی بن گئے۔ ویسے Practically I have not heard any such restriction نہ ہی عرب ممالک میں، نہ ہی قریش میں بلکہ ہمارے پاس کچھ ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں سادات نے معمولی مسلمانوں کو بھی اپنی بیٹیاں دے دیں مگر ایک احتیاط شاید اس لیے ہے کہ برصغیر کے لوگ عقیدت مندی میں بہت آگے ہیں۔ ہمارے لوگ جذباتی ہیں، مغلوب الغضب ہیں۔ کبھی کبھی بیگمات کو الٹی سیدھی سنا جاتے ہیں۔ ویسے بیگمات بھی سنا جاتی ہیں مگر زیادہ تر دیکھا گیا ہے کہ وہ کچھ ایسی باتیں کر دیتے ہیں کہ جیسے کسی کو ایسی غلط بات کہہ دیتے ہیں جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے یا کوئی ایسی بات کہہ جانا کہ خدا نخواستہ اگر کسی مسلمان کی ایسی بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے تو پھر تو اس کی عاقبت خراب

ہو جانے کا مکمل اندیشہ ہو جاتا ہے تو یہ ایک احتیاط کے طور پر شادی نہیں کرتے خاص کر بریلوی تو فتوئی بھی دیتے ہیں ہمارے ہاں مگر احتراماً...... ایسا نہ ہو کہ سید خاتون کا احترام ہم نہ کر سکیں کیونکہ میاں بیوی میں تو اتنے احترامی درجات نہیں قائم ہو سکتے تو یہ کوشش کرتے ہیں کہ سید سے شادی نہ ہو مگر میرا خیال ہے کہ سید حضرات کو بھی صورتِ حال exploite نہیں کرنی چاہیے۔

سوال: انسان کی روح جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ heaven کی entity ہے مگر جب انسان گناہ میں ہوتا ہے تو کیا روح جسکو معلوم ہے وہ جا کے اللہ کو اپروچ کرتی ہے کہ اسے بخش دیا جائے؟

جواب: میں ابھی بھی اس سوال کو نہیں سمجھ سکا کیونکہ سوال وضاحت سے نہیں پوچھا گیا۔ بات یہ ہے کہ ہم تو اس خیال سے متفق ہی نہیں ہوتے۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ کوئی جسم اور کوئی روح گناہ گار نہیں ہوتی۔

حضرت آدم سے جس خطا کا امکان ہوا اس میں پروردگار عالم نے فوری طور پر ہی قصہ ختم کر دیا کہ آدم کو تو معذرت کے الفاظ ہی نہیں آتے تھے "فَاَزَلَّھُمَا الشَّیطٰنُ عَنھَا" کہ بہکا دیا...... دیکھئے اگر غور کریں تو آدم کو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ بہک گیا یا اس نے گستاخی کی بلکہ وہاں بھی شرط کا کنایہ استعمال کیا کہ اسکو شیطان نے بہکایا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو بڑے لطیف پیرائے میں اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری شیطان پر ڈال دی۔ انسان پر نہیں ڈالی، شیطان پر ڈالی "فَاَزَلَّھُمَا الشَّیطٰنُ" (بقرہ ۲:۳۶) "اس کو شیطان نے بہکا دیا" (یعنی میرا بندہ ٹھیک ٹھاک تھا) اللہ تو پھر آپ کو پتہ ہے کہ کنایہ اور اشارے میں شاعری فرماتا ہے۔ دیکھئے! انداز کیا اختیار کیا پروردگار عالم نے کہ ایک کنائے میں اس کو لے گیا۔ وہ تو یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اے آدم! تو نے غلطی کی...... مگر "فَاَزَلَّھُمَا الشَّیطٰنُ عَنھَا" معصوم سا تھا بیچارہ...... کل ابھی میں نے بنایا تھا۔ عقل اس میں تھی نہیں۔ شیطان نے اسے بہکا دیا۔ اب شیطان پر دیکھو کتنا غصہ آیا...... کمبخت! کمینے! تم نے میرے بندے کو بہکایا "فَوَسوَسَ اِلَیہِ" (طٰہٰ ۲۰:۱۲۰) اب میں اصولاً اسے رکھ نہیں سکتا تھا۔ اب جنت میں اسے رکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ جس حالت میں تھا، اس حالت میں نہیں رہا تو اسے نکال لیا۔ "قُلنَا اھبِطُو جَمِیعًا" (دونوں اتر جاؤ یہاں سے) مگر آگے جو اصول ہے کہ زمین پر اتارنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ میں سزا دے رہا ہوں۔ Christians کی طرح یہ نہیں کہا۔ "مُستَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِینٍ" (البقرہ ۲:۳۶) جاؤ! گھبرانا نہیں! اس میں فائدہ ہے

تمہارا...... اسکو حوصلہ دیا کہ گھبراتا نہیں، تھوڑے سے عرصے کیلئے جاتا ہے۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ میں نے کچھ judgement کے laws دیئے ہیں۔ میں اب شیطان کے سامنے تمہیں رعایت نہیں دے سکتا۔ دیکھو! میں خدا ہوں، اس کا بھی ہوں...... کل کو وہ کہے گا، ''اللہ میاں! تو نے بے انصافی کی۔ سب کیلئے تُو نے سزا رکھی ہوئی تھی مگر آدم تیرا اتنا لاڈلا تھا کہ اسکی تو نے خطا بخش دی''۔ تو کہا، دیکھو! میں نے رکھنا ہے بھرم اپنی خدائی کا بھی...... ٹھیک ہے تم بڑے لاڈلے ہو، معصوم ہو۔ مگر تم کو زمین پر بھیجوں گا۔ یہ سزا کے طور پر نہیں ہوگا۔ "مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ" تھوڑی سی دیر کا قرار ہے اور اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔ تو خواتین وحضرات! زمین پر تشریف لانے کے بعد حضرت آدمؑ لگتا ہے بالکل بدحواس پھرتے تھے۔ یا حوا میں بے قرار روئے جا رہے تھے، بجائے خدا کی فکر میں رونے کے، سنا یہی گیا ہے، تمام پرانی باتیں ہیں کہ حوا کی یاد میں ایک سو برس روتے رہے۔ اب اللہ بھی یہی کہے گا کہ کس مصیبت میں پڑ گیا۔ ایک تو اسکو "خلیفۃ اللہ" بنایا، پھر اس کو بیوی دی، اوپر سے اس کی فکر میں روئے جا رہا ہے تو پھر خداوند کریم نے فرمایا: "فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ" (البقرہ ۲:۳۷) کہ یار تجھے پتہ ہی نہیں کہ مجھ سے معافی کیسے مانگتی ہے۔ چلو یہ بھی میں تمہیں القاء کر دیتا ہوں۔ کیا مصیبت ہے، یہ اسکو کیا بنا بیٹھا ہوں کہ ہر چیز خود ہی دینی پڑتی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے خود القاء کئے ہیں اس کے دل پر کلمات توبہ...... پھر کہتا ہے: ''اس انداز سے معافی مانگ، میں تجھے بخش دونگا، کہتا ہوں نا''...... آدم کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا، روئے جا رہے تھے۔ ''بھئی میں تجھے معاف کروں گا...... اس طرح مانگ"......:

"رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ" (الاعراف ۷:۲۳)

(اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے)

''کچھ admit تو کر، کچھ غلطی کو مان، پھر میں تیرا خسارہ پورا کروں گا۔'' سو، اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

اب دیکھئے اس پوری داستان میں روح اور بدن کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور پھر جب وہ جنت میں تھا تو اسکا روح اور بدن دونوں separate تھے ہی نہیں جس میں وہ غلطی کرتا اور اگر وہ زمین پر بھیجا گیا تو علیحدہ کر کے تو بھیجا ہی نہیں گیا۔ پھر اگر روح عقل ہے اور بدن جبلت ہے تو روح ذمہ دار ہے فیصلوں کی...... سو فیصلہ تو روح نے کیا تھا۔ اس لیے بہت ساری باتیں مل

جانے کے بعد ہم اس خیال کو definitely کہہ سکتے ہیں کہ پہلی خطا میں اور آدم کے نزول میں اور حضرت آدمؑ کی توبہ میں کسی قسم کا bifurcation of question پیدا نہیں ہوا بلکہ خداوند کریم کے حضور ایک بندہ، روح نے غلطی کی، پھر اللہ نے اس کو سزا سنائی، زمین پر بھیجا اور سزا بھی نہیں سنائی بلکہ بعد میں یہ کہہ دیا کہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ سو اللہ نے آدمؑ کو بخشا اور وہ clean ہو گیا۔

There is no other problem except simple, it's very simple problem.

کہ جو حضرت یونسؑ بن متی نے کہا کہ اے اللہ تو خطا سے پاک ہے۔ میں خطا کار ہوں، میں نے ہر صورت میں کرنی تھی، مجھ سے ہو گئی ہے----- I am sorry مجھے معاف کر دے۔ اللہ نے کہا، ٹھیک ہے I forgive you سادہ طریقہ ہے مگر اچھا طریقہ ہے۔ I forgive you نہ صرف تم کو معاف کیا بلکہ ان تمام مسلمانوں کو معاف کیا جو اس سادہ طریقہ سے مجھ سے معافی مانگیں گے، جو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کریں گے، عذر گناہ نہیں دیں گے، الفاظی میں نہیں پڑیں گے۔ سادہ سی بات ہے: "اللہ تعالیٰ تو perfect ہے، میں خطا کار ہوں، میں مکمل نہیں تھا، مجھ سے غلطی کا امکان تھا، میں غلطی کر بیٹھا ہوں، مجھے معاف کر دے" اللہ نے کہا: "میں نے معاف کیا"۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ" (الانبیاء ۲۱: ۸۷،۸۸)

کہا: "ٹھیک ہے، I accept میں یہ عذر قبول کرتا ہوں"۔ تو معاف کرنا گناہ کے ضمن میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو اپنے رحم و کرم سے معاف کرنے پر تُلا ہوا بیٹھا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کا دامنِ توبہ دراز نہ ہو۔ وہ جو عملِ رحمت سے اور عملِ مغفرت سے لدا پڑا ہے اور آپ کا دامنِ توبہ جو ہے وہ تنگ ہے اور وقت پر کشادہ نہیں ہوتا۔

سوال: خیالات کیا ہیں؟ خیالات کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ کیا ان کی بھی کوئی دنیا ہے؟ کون پیدا کرتا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! ایک جدید ترین ریسرچ سے میرا نقطہ نظر دنیا بھر کے سائنسدانوں سے مختلف ہے۔ میرا خیال یہ ہے، ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں بھی یہ تحقیق آگے بڑھے تو یہ احساس پیدا ہو کہ ہم خود خیال کو سوچتے نہیں ہیں۔ قرآنِ حکیم کی رو سے اس بات پر آپ مجھ سے اختلاف

کر سکتے ہو اور اپنی رائے خود قائم کر سکتے ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ انسان receptive ہے، انسان سوچتا نہیں ہے بلکہ receptive of thoughts ہے۔ جیسے ہمارے دل میں دو cardiac veins گزرتی ہیں (جیسے آپ کے دل کا cardiograph تیار ہوتا ہے) اسی طرح ذہن میں بھی دو لہریں گزرتی ہیں۔ ایک پر خیالِ خام الہام کیا جاتا ہے اور دوسرے پر خیالِ خیر الہام کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی ذاتی زندگی میں کبھی نہ کبھی اس بات پر حیران ضرور ہوا ہوگا کہ یہ تو میں سوچنے والا نہیں تھا جو میں سوچ رہا ہوں۔ کبھی نہ کبھی آپ کو یہ خیال آتا ہوگا کہ کس قسم کے خیال میرے ذہن میں آ رہے ہیں؟ یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میرا تو کبھی دھیان ہی نہیں اس طرف گیا۔ میں تو اس مسئلے میں ملوث ہی نہیں تھا۔ یہ عجیب و غریب صورت خیال کیوں بن گئی۔ تو خواتین و حضرات اس کی ایک reason ہے۔ میں وہ reason آپ کو explain کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: "وَنَفسٍ وَّمَا سَوّٰھَا" "اور نفس کی قسم! جس نے اس کو درست کیا" (ہم نے نفسِ انسان کو درست کیا) "فَاَلھَمَھَا فُجُورَھَا وَتَقوٰھَا" (پس اس میں ڈالی اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری" (شمس ۹۱: ۷، ۸) (ہم نے اس پر الہام کیے خیالِ خیر، ہم نے اس پر الہام کیا فسق و فجور) ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ عجیب بات لگے مگر انسان کی Intelligence capacity, اسکا Intellectual vision جو ہے یا اسکا Intutional concept جو ہے کبھی بھی اس کا اپنا نہیں رہا۔ اگر اسکا اپنا ہوتا تو وہ اسکا کوئی وقت مقرر کرتا، اسکی کوئی عادت مقرر کرتا۔ نیوٹن کو خالی کششِ ثقل پر ہی وجدان کا القاء نہ ہوتا اور بھی بڑے مسائل میں وہ الجھا ہوا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ الیگزینڈر فلیمنگ کو ایک اچانک حادثے سے پینسلین نہ ملتی، نہ Amazon میں گھومتے پھرتے ہوئے کسی کو مائی سین discover ہوتی۔ مسئلہ یہ ہے کہ خدا نے جس چیز کی دنیا میں ضرورت تھی، جس چیز کو عام کرنا چاہا، جس چیز کو علم عطا کرنا چاہا وہ علم عطا کر دیا اور کسی نہ کسی شخص کو اسکا instrument بنایا۔ "وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی اٰدَمَ" اللہ نے تمام بنی آدم کو یہ عزت بخشی کہ وہ اپنی محنت اور استطاعت کے اخلاص سے اللہ کی طرف سے کوئی بھی guidance حاصل کر سکتے ہیں، چاہے وہ جارج سٹیفنس ہو، چاہے Double Helix کا ڈاکٹر واٹسن ہو، چاہے کوئی آئن سٹائن ہو، اس میں اخلاص و محنت کا درک ہوتا ہے اور خداوندِ کریم اچانک چپکے سے اسکے الہام میں وہ خیال، وہ حل، وہ معقولیت ڈال دیتے ہیں جس سے اس کی دنیا میں بھی شہرت ہوتی ہے اور خلقِ خدا کیلئے کسی عظیم کارنامے کی ابتدا بھی

ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ خیال کس نوعیت کے ہوتے ہیں، اگر انسان کے ذہن کی آزمائش مقصود ہو تو اسکو اپنی سوچوں کیلئے کھلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اگر اشیاء سے، حالات سے، واقعات سے رشتوں ناتوں سے انسان کو اللہ آزمانا چاہ رہا ہے تو آزمائش کے طریقِ کار انسان کے بس میں نہیں ہو سکتے، اسی لیے رب کریم نے فرمایا: "فَاَلھَمَھَا فُجورَھَا وَتَقوٰھَا" (میں ہی فسق و فجور الہام کرتا ہوں، میں ہی تقویٰ الہام کرتا ہوں۔ چناؤ انسان کو دیتا ہوں۔) انسان کے پاس choice ہے بڑا باریک سا choice ----- جب آپ کسی دکان پر جاتے ہو اور آپکو کسی بڑی مخصوص چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو بلند و بالا عمارت آپ کی ذاتی تسکین کا باعث تو بن سکتی ہے مگر آپ کو ضرورت بہم نہیں پہنچا سکتی اور آپ صرف سیر و سیاحت کے بعد باہر آ جاتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ کی مطلوبہ شے کسی نکڑ میں، کسی پرانی سی دکان میں کسی بڑے ہی گھسے پٹے دکاندار کے پاس پڑی ہو تو یہ question پیدا ہوتا ہے کہ What are you interested in? کیا چیز چاہیے آپ کو؟ آپکو دوسری عمارتوں کی بلندی اور خوبصورتی چاہیے یا اپنے مطلب کی چیز جو جہاں سے ملے وہ چاہیے۔ خداوند کریم نے choice کا طریقہ کار انسان کے بس میں نہیں دیا چاہے اس کے ارد گرد جنتِ ارضی ہی کیوں نہ آباد ہو، چاہے اسکے ارد گرد کیسے ہی خوش آئند خیالات کیوں نہ ہوں۔ وہ جس خیال کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اس کو وہ obsession بناتا ہے اسی کو وہ اپنی جستجو کا محور بناتا ہے اور اسی کی وہ تلاش کرتا ہے۔ اس لیے خواتین و حضرات! میرا خیال نہیں ہے کہ آپ سوچتے ہو، میرا خیال یہ ہے کہ خدا فکر الہام کرتا ہے کیونکہ جب اسنے اپنی صفات گنوانی شروع کیں، جب اس نے انسان کو گنوانا شروع کیا کہ میں تو تیری اس چیز کا بھی مالک ہوں، میں تیری زندگی کا مالک ہوں، تیرے عزیز و اقارب کا مالک ہوں، تجھے رشتے ناتے عطا کرنے والا ہوں، میں تیرے پہلے اور آخری سانس کا مالک ہوں، میری وجہ سے تیری تعلیم ہے، میری وجہ سے تیری اہلیت اور نااہلیت ہے تو آخر میں اس نے بڑی خوبصورت بات کہی:

"وَمَا تَشَآءُ ونَ اِلَّآ اَن یَّشَآءَ اللّٰہُ" (تکویر ۸۱:۲۹)

(تم چاہ بھی نہیں سکتے اگر اللہ نہ چاہے)

سوال: ڈاکٹر جلیل: گفتگو اور تعلیم کے کئی انداز ہیں جس میں Open discussions ہوتی ہیں، Close discussions ہوتی ہیں اور ایک انداز جو پروفیسر صاحب بڑے عرصے سے

اپنائے ہوئے ہیں۔ آغاز میں ہم نے کوشش کی تھی کہ ہماری محفلیں کسی نہ کسی حد تک interactive ہوں۔ اسکا ایک element as questions and answers. آج تک چلتا رہا......اب اسکو تھوڑا سا تبدیل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اپنی اور آپ کی سمجھ اور تربیت کیلئے محترم استاد سے میں ایک سوال کروں گا، کہ خیال ایک تو inmate ہے جو کہ ایسا خیال ہے جو ہر ایک کے پاس موجود ہو۔ یہ وہ instinctive behaviour ہے، وہ جبلی رویہ ہے جو کسی تربیت کا محتاج نہیں اور یہ رویے ہر جانور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ انہی بنیادی رویوں کی مدد سے، انہی بنیادی جبلتوں کی مدد سے...... inquisitive ہوتا ہے اور curiosity بہت ساری تربیت کا باعث بنتی ہے اور ایک خیال کی رو پر دوسرا خیال استوار ہوتا ہے۔ اس طرح خیالات سے ایک عمارت وجود میں آتی ہے۔ استاد نے فرمایا کہ خیال بیرونی ہے external ہے۔ یہ اندر موجود بھی ہے تو آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ یہ اندر سے نہیں، باہر ہی سے آیا ہے کیونکہ عین وقتِ تخلیق اللہ نے ہمارے نفس میں خیر اور شر دونوں ہی feed کر دیئے ہیں اور ہمیں ایک صلاحیت عقل و شعور بخشی کہ جب وہ ہمارے مشاہدے سے، ہمارے احساس کی دنیا سے گزریں تو ہم اس عقل کی روشنی میں اور پھر اپنے تجربے کی مدد سے تفریق کریں کہ کیا خیال قابلِ قبول ہے یا نہیں ہے۔ خیر اور شر کی تمیز عقل کے ذریعے دی اور دونوں خیال ہمیں الہام کئے۔ لیکن پوچھنا میں یہ چاہوں گا کہ اللہ نے ذکر کیا کہ جب ان کے دل سے، میرے بندوں کے دل سے کوئی خیالِ فاسد گزرتا ہے تو وہ چونک اٹھتے ہیں۔ سوال میرا استاد سے یہ ہے میں ذرا اس کو different بنانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ جو چونک اٹھتے ہیں تو وہ کون چونک اٹھتا ہے؟ کیا وہ عقل چونک اٹھتی ہے یا تجربے سے محفوظ شدہ معلومات کی بنیاد پر اسکا نفس چونک اٹھتا ہے؟ کیا کبھی نفس بھی عقل کے قابل ہو جاتا ہے؟ کیا نفس بھی کبھی چونک سکتا ہے؟

جــــواب: خواتین و حضرات! ڈاکٹر صاحب نے بڑی معقول باتیں کی ہیں۔ جبلی خیالات جو عادات میں شامل ہیں یہ وہ الہاماتِ نفس ہیں جس کے بارے میں شاید کوئی change نہیں لا سکتا جیسے کائنات میں جبر کی کچھ کیفیتیں ہیں، جنہیں ہم change نہیں کر سکتے جو ہماری زندگی کیلئے، ہمارے قیامِ زمین کیلئے، ہمارے آخرت تک جانے کیلئے ضروری ہیں جیسے سورج ہے، چاند ہے، ستارے ہیں، کشش ہے، پانی ہے، سمندر ہے، جن کو ایک جبری قاعدے سے زمین پر بچھا دیا گیا کہ جب حضرتِ انسان آئے تو ان سے استفادہ کرے، اپنی زندگی گزارے اور با آرام زمین

پر رہے مگر ان جبلتوں میں فائدہ ہے چونکہ فائدہ ہے اسلئے یہ ہر انسان میں common ہوں گی وہ وہی احکامات ہیں کہ شاید میں انہیں اگر قرآن کی کسی آیت سے تشبیہ دوں تو میں یہی کہوں گا کہ یہ آیات محکمات ہیں۔ جیسے قرآن میں کچھ آیات محکمات ہیں، اس طرح کچھ الہامات انسان کے دل میں محکم ہیں ان میں تبدیلی نہیں آ سکتی جیسے survival کیلئے بھوک ہے، جیسے جان بچانے کیلئے aggression ہے، جیسے بچہ پالنے کیلئے ممتا کی محبت ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اس نے common الہامات کئے ہیں اور ان سے گریز ممکن نہیں ہے مگر اس سے آگے بڑھتے ہوئے خیالات کی جو catagory ہماری طرف issue ہوتی ہے وہ special choice کی ہے، وہ آپ کے تعلیمی مرتبہ پر بنیاد ہے، آپ کی سوچ اور فہم پر ہے۔ جو آپ کو خدا تعلیم دیتا ہے اور جس معیار کی تعلیم دیتا ہے وہ توقع رکھتا ہے کہ ان معیارات کی بنا پر آپ اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلے کریں گے۔ چونکہ ایک آیت قرآنی بہت واضح ہے، جیسے میں آپکو سورۃ دھر کی آیتیں سناتا ہوں تو وہاں ایک biological progress کے بعد انسانی عقل کا واحد مقصد بتایا گیا ہے: "هَـل اَتـٰی عَـلَـی الانسَـانِ حِیـنٌ مِّنَ الدَّهرِ لَم یَکُن شَیئًا مَّذکُورًا ہ اِنَّا خَلَقنَا الانسَـانَ مِـن نُّطفَةٍ اَمشَاجٍ نَّبتَلِیهِ" کہ مدتوں انسان قابل ذکر شے نہ تھا پھر اسے نطفہ مخلوط بنایا پھر میں نے چاہا کہ اسے آزماؤں: "فَـجَعَلنٰهُ سَمِیعًا م بَصِیرًا" اسے سماعت دی، بصارت دی مگر آگے یہ ارشاد فرمایا: "اِنَّا هَدَینٰهُ السَّبِیلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُورًا" (میں نے اسے عقل و شعور، سمجھ سوچ بخشنے کے بعد یہ چاہا کہ اب یا تو یہ مجھے مانے یا میرا انکار کردے) اگر غور کیا جائے تو میرا خیال یہ ہے کہ متاعِ فقیر صرف اتنی ہے کہ خدا کے بخشے ہوئے الہامات میں سے وہ خیر کو چنتا ہے یا شر کو...... اگرچہ وہ خیر و شر دونوں کا خالق ہے اور packeting دونوں طرف کی اسی کے قبضے میں ہے negative ideas کے packets بھی اسی کے ہیں اور اگر آپ غور کرو تو خیال اکیلا نہیں ہوتا، یہ میں نے پہلے بھی کسی لیکچر میں آپ سے بات کہی ہے کہ جیسے باقی چیزوں کی نسلیں ہیں، انکے ماں باپ ہیں، ان کے بیٹے ہیں۔ خیال کے بھی ہیں...... خیال کے بھی ماں باپ اور دادا، دادای موجود ہیں، اس کی بھی اولادیں ہیں۔ ایک خیال multiply کرتا ہے castes میں، catagory میں...... اور اس کے توسط سے باقی خیالات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں تو اگر یہ full packets نہ ہوں اور انسان کی حلون مزاجی کو دیکھا جائے تو کوئی بھی خیال کسی بھی وقت آ نکلتا ختم ہو کر دوسرا شروع ہو سکتا ہے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے اندر جو

بھی خیال آتا ہے وہ ایک regular مدت کیلئے چاہے وہ کتنی ہی ہو پورے خاندان سمیت آتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ خیات کی ایک family ہے جو شکوک وشبہات میں، وساوس میں، جادو میں، سحر میں اس قسم کے خیالات میں مسلسل ہم پر حملہ آور ہو رہی ہے۔

اگر آپ psychosis کا مطالعہ کریں، انسانی بیماریوں کا مطالعہ کریں تو ان میں ایک چیز آپ common پائیں گے کہ ان تمام بیماریوں میں ایک ہی خیال کا اور اسکی نسل کا تواتر پایا جاتا ہے اور حیرت یہ ہے کہ اس بندے سے اگر آپ کہو کہ آپ ایسے نہیں ہو اور اگر ساری دنیا مل کر اُسے کہے کہ آپ ایسے نہیں ہو تو پھر بھی وہ کہتا ہے کہ مجھے جسم میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے حالانکہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ you are right تو اسکی وجہ اس خیال کی گرفت اور اس خاندان کا جم جانا ہے بلکہ ایسے لگتا ہے کہ جن وملک دونوں خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور جب ہم خیال خیر کو چنتے ہیں تو اسکا بھی خاندان ہے۔ کبھی دیکھیں کہ ایک خواہش سے دوسری خواہش issue ہوتی ہے، ایک خیال شر سے دوسرا خیال شر issue ہوتا ہے۔ جب یہ خیالات ہوتے ہیں تو بعض اوقات situations میں بھی ان کی ایسی ہی continuity ہے۔ ایک شخص مسجد میں جاتا ہے، نماز پڑھتا ہے، پھر اس کو مزید دلچسپی ہوتی ہے، اذان پر بھی دل کرتا ہے، پھر اسکو قرآن سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے، قرآن پڑھنا شروع کرتا ہے۔ ایک دوسرا شخص ہے جو شراب خانے کا رُخ کرتا ہے، اسکو پھر اسکی معقولات اور غیر معقولات کے تسلسل سے واسطہ پڑتا ہے۔ میں نے جیسے پہلے بھی آپ سے کہا کہ اس بارے میں، میں شاید ساری دنیا کے لوگوں سے مختلف سوچ رکھتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ دماغ receptive ہے، فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ اچھیا بُرے خیالات کا انتخاب کرتا ہے۔

خواتین وحضرات! جب آزادی زیادہ ہو اور آبادی زیادہ نہیں تھی، جب لوگ زیادہ نہیں تھے تو اللہ چند لوگوں کیلئے ایک موچی بھیجا کرتا تھا، ایک درزی بھیجا کرتا تھا، locally اس سے barter system چلتا تھا۔ جب آبادی بڑھ گئی تو لوگوں کو نہیں، اللہ کو لوگوں کی ضرورتوں کا خیال آیا۔ ہر دور کی ایجادات کا اگر آپ تجزیہ کر لیں تو کہیں تباہی اور ہلاکت کیلئے، تو کہیں بچت اور مہربانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایسے professions create کئے جو اس وقت کے لوگوں کیلئے مناسب تھے۔ اگر تھوڑا سا اور غور کر لیں تو آج سے ستر سال پہلے آج کے I.T کے سارے systems، یہ پیشے نہیں تھے۔ کتنے لاکھوں کروڑوں لوگوں کی زندگی کا انحصار اب

business administrations اور I.T اپ ہے کہ پہلے یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا اور یہ subjects exists بھی نہیں کرتے تھے۔ جوں جوں population بڑھتی ہے ان کے ذرائعِ زندگی کیلئے خدا علم وعقل میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اور ان کو اس قسم کے خیالات الہام کرتا ہے نئی ایجادات الہام کرتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیوں نہیں کرتا؟ خواتین وحضرات! معقول سوال یہ ہوگا کہ سارے مغرب کو ہی کیوں دیتا ہے، مشرق کو کیوں نہیں دیتا تو میرا خیال یہ ہے کہ اسکی واحد وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے بہت عرصے سے اپنے رسول ﷺ کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ:

"طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم و مسلمة"

ہم تعلیم وتربیت چھوڑ گئے، ہم جذباتی باتوں میں پڑ گئے، ہم شاعری میں دلچسپی لینے لگے، ہم نے معقول scientific attitudes اختیار نہ کئے بلکہ کم فہم مذہبی علماء کی وجہ سے ہم نے sciences کے خلاف اپنے گرد حصار بنالیا۔ ہم زیادہ تر arts کی تعلیمات میں رہے۔ ہمارے اندر وہ خلوصِ محنت نہ رہا ہم پیسے کے فریب میں پڑ گئے، ہم پیشوں کے تقدس کی بجائے ان کی تجارت میں پڑ گئے۔ ہمارے ذاتی احساسات کمتری جو تھے وہ اعلیٰ ترین تعلیم کے مقاصد میں حائل ہو گئے۔ آج تک کسی سے یہ نہیں سنا، بہت کم میں کسی ماں سے سنتا ہوں، بہت کم کسی باپ سے سنتا ہوں کہ میں اپنے بیٹے کو سائنسدان بنانا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا خیال میں کوئی جدت طرازی کرے۔ اگر ہم ایسے ہوتے اور ہم خدا سے آرزو کرتے کہ ہمیں بھی اپنے اس علم میں سے، حکمت میں سے عطا کر اور یہ یاد رکھیئے کہ سائنس تمام تر حکمت ہے اور خداوندِ کریم فرماتے ہیں:

"يُؤتِي الحِكمَةَ مَن يَشَآءُ"

(جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں)

"وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَد أُوتِيَ خَيراً كَثِيرًا" (البقرہ ۲:۲۶۹)

(اور جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔)

مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس خیرِ کثیر کے طلب گار بڑے کم ہو گئے، scientific attitude ختم ہو گیا جس کی وجہ سے دنیا ہمیں طعنہ دینا شروع ہو گئی کہ مذہب اسلام science کے خلاف ہے۔

کارل سیگاں بڑا مشہور cosmologist ہے۔ آپ اندازہ کیجئے ...... آپ کو بھی

اس بیان پر شرم آئے گی، مجھے بھی آئی کہ کارل سیگاں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مسلمان sciences کے شدید خلاف ہیں جیسے باقی مذاہب ہیں اور وجہ اس نے یہ دی: اس نے quote کیا کہ شیخ الحرمین شریفین شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا کہ جو بطلیموس کے خلاف بات کرے گا، جو زمین کو گول کہے گا......اور ہم پر ثابت ہے کہ زمین چپٹی ہے......اس کو مردود قرار دیا جائے گا، اسکو کافر قرار دیا جائے گا۔ خبردار! کوئی تم میں سے ایسا نہ ہو جو زمین کو گول کہے اور یہ کہ اس کو سزا دی جائے گی۔

خواتین وحضرات! قرآن تو یہ نہیں کہہ رہا تھا۔ آیاتِ الٰہی تو نہیں کہہ رہی تھیں یہ تو ایک مسلمان تھا جو scientist نہیں تھا، جس کو علم سے کوئی رغبت نہیں تھی جو ایک معمولی سا عالم تھا، جس کو ہم نے عزت ووقعت دے کر شیخ الحرمین بنا دیا تھا، یہ تو اسکا بیان تھا۔ کارل سیگاں نے حماقت کی، ایک احمقانہ بیان دیا وہاں ہمیں اپنے احمق عالم کا بیان غور وفکر میں لانا پڑتا ہے کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان علماء نے اصل حدیث پر عمل نہ کیا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس بات کا علم نہ ہو اس پر رائے مت دو" یا اس پر فتویٰ نہ دو تو اس قسم کے معمولات کی وجہ سے مسلمان sciences میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ الحمداللہ شاید آج کی نسل، آج کے لوگ ان علوم کو رجوع کر رہے ہیں اور امید ہے کہ جیسے انہوں نے اپنی field میں مغرب سے زیادہ صحیح اور اصل ترقی کی ہے، آنے والے وقتوں میں وہ sciences میں انشاءاللہ وتعالیٰ اہلِ مغرب سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ sciences میں دو عناصر ہوتے ہیں، جستجو اور محنت اور وجدان......وجدان اللہ کے فضل سے اہلِ اسلام میں بہت ہے اور رہے گا۔

سوال: آپ نے اگست کے لیکچر میں فرمایا تھا کہ ستمبر 2006 تک سیاسی setup میں تبدیلی آئے گی اور اب تو فروری ہو گیا ہے۔ آپ پاکستان کے مستقبل کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

جواب: میں نہ تو کوئی دعویٰ خدائی اور نہ ہی کوئی دعویٰ ولائت رکھتا ہوں۔ تھوڑی سی کوئی اگر میں اپنے بارے میں بات کہوں تو تجربتاً تحصیلِ علم میں تھوڑی سی فلاسفی، گردوپیش ضرور مجھ میں موجود ہے۔

میرا خیال یہ کہ یہ تبدیلی آچکی ہے۔ آپ ایک فرد پر اس تبدیلی کا گمان کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اسی مہینے میں جس میں مَیں نے کہا تھا، بڑی بڑی وہ ہستیاں جو دنیا میں حکمران

تھیں ......دراصل آپ کے حکمران اتنے بڑے ہی نہیں ہوتے کہ ان کو صاحبِ اقتدار سمجھا جائے مگر وہ صاحبانِ اقتدار جو ان کے پسِ پشت تھے اور وہ جو ان کو گائیڈ کر رہے تھے......ان کے زوال کی اگر تاریخ دیکھیں تو وہی دن ہیں اور جب بڑے بڑے گُرو مر جائیں گے تو چیلے تو چھوڑ کر چلے ہی جائیں گے نا......اب وہ بڑے بڑے بادشاہانِ عصر جن کو بڑے گھمنڈ تھے اور جن کی زبانوں سے مسلمان کیلئے شعلہ افشانیاں ہوتی تھیں اور جو اپنے آپ کو زمین کے اقتدارِ اعلیٰ کے مالک سمجھتے تھے جو قومِ عالین میں سے تھے، اب ان کا حشر تو آپ دیکھ ہی رہے ہو۔ اب کہاں گئی وہ زبان؟ کہاں گئے وہ ادائے کذب و افتراء؟ کہاں گئے وہ شہنشاہِ وقت جو بات بات پر اپنے آپ کو مسیحائے زمانہ کہتے تھے؟ اب ان کو اپنے ہی ملک میں ذلت و رسوائی کا سامنا ہے اور یہی تو تھے آپ کے حکمران، اور کس کو آپ حکمران سمجھتے ہیں۔ اگر اندازہ کرو تو اس مہینے سے ہی حالات بدل رہے ہیں۔

سوال: آپ کی ذات کے متعلق کافی repeat ہوا ہے یہ سوال کہ آپ سائنس کی ترقی سے کب تک آنکھ چراتے رہیں گے اور میڈیا پر اسلام کو انتہائی غیر مؤثر علماء کے ہاتھ میں غیر محفوظ اور نامعتبر ہوتا دیکھتے رہیں گے؟

جواب: خواتین و حضرات میڈیا معتبر ذریعہ ہے ہی نہیں۔ آپ یقین جانیے کہ میڈیا اس جیسی ایک محفل کا انعقاد نہیں کر سکتا۔ میڈیا کے کسی فنکشن کے طلبگار آپ کو ہزاروں میں نظر آئیں گے اور cards ختم ہو جائیں گے، گیٹ بند ہو جائیں گے مگر ان علما کو دیکھئے اور اس علم کی ترسیل کو دیکھئے کہ جو جرأت سوال سے گھبراتے ہیں، جن کے علمی حقائق اپنے موضوعات تک بند ہوتے ہیں اور جو ساری مدتوں کی ترسی ہوئی خواہشات لے کر میڈیا تک جاتے ہیں۔

میڈیا تو pampering agent ہے۔ میڈیا تو ذاتِ انسان کی ایک بیماری ہے۔ میڈیا تو ہر پندرہ منٹ کی نعت کے بعد ایک بڑا رنگین dance لگاتا ہے اور محرم کے دس دنوں میں دیکھا ہے کہ اُدھر تو ایک مرثیہ لگا ہوا ہوتا ہے اور قصائدِ مدحتِ علیؓ ہو رہے ہوتے ہیں یا حضرت سید حسینؓ کے ماتم ہو رہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی جب تھوڑی دیر کیلئے وقفہ ہوتا ہے تو تمام پروگراموں پر خاک پڑ جاتی ہے۔ ایسے مردود کو کیا کرے کوئی ......آپ چاہتے ہو کہ یہ وقفوں کی لعنت مجھ پر بھی گرے اور ہم بھی اسی ذلت کا شکار ہوں کہ اللہ کی بات کرتے ہوئے، ساتھ "ببل گم" کا اشتہار بھی دیکھیں تو میں اس قسم کے کسی فریبی میڈیا میں نہیں آنے والا ......

سوال: سوال ہے چہرے کے پردے کے بارے میں کہ چہرے کو ڈھانپنا چاہیے یا نہیں ڈھانپنا

چاہیے؟

جواب: قرآن میں لکھا ہے کہ جو چیزیں کھلی ہیں، سو کھلی ہیں۔ چہرے کو ڈھانپنے کا تو کوئی ایسا سخت حکم نہیں ہے۔ یہ تو عورتوں کا اپنا Defensive mechanism ہے۔

بہت ساری خواتین کو جب میں نے دیکھا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم پردے میں اپنے آپ کو محفوظ تر سمجھتے ہیں۔ حجابات کی اس دنیا میں خواتین کیلئے دو ہی عنصر رہ جاتے ہیں کہ اگر وہ چادر یا پردے کے بغیر نکلیں تو ان کو اپنے احساس کے مطابق ایسی ہزاروں نظروں کے حصار سے گزرنا پڑتا ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص ازراہِ تجسس کسی خاتون کو دیکھے وہ غلط ہی ہو کیونکہ خداوندِ کریم نے فرمایا ہے کہ میں نے زوجین میں اتصال کی کشش رکھ دی ہے obviously وہ چاہے کسی بھی عمر کی ہو، وہ اتصال جو جبلی موجود ہے وہ کسی نہ کسی طریقے سے imbalance کرتا ہے دونوں sexes کو اور یہ یہاں ہی نہیں ہے...... اگرچہ مغرب بہت آزاد ہے، بہت free ہے مگر وہاں اگر کوئی مرد ایک عورت کو ذرا توجہ سے دیکھ لے تو شاید وہ police میں رپورٹ کرا دے تو سوال یہ ہے کہ اتنی آزادی میں کسی کا گھورنا کسی کو کیوں بُرا لگتا ہو گا۔ وہاں ان کے complexes کچھ اور ہیں۔ وہاں ذرا گہری نظر سے دیکھنے کا مطلب ہے کہ یہ کوئی serious killer ہے اور مجھے مارنے کیلئے پیچھے آ رہا ہے۔

ہماری خواتین کو چونکہ مدتوں حجابات سے، شرم سے، حیاء سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کو باوجود کوشش کے چادر میں تحفظ کا احساس ہوتا ہے جو مردوں کی دین نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے constitutional self کے تحت ان کا اپنے آپ کو ڈھانپنا، وہ سمجھتی ہیں کہ باعثِ خیر ہوتا ہے۔ باقی چہرے کا اور ہاتھوں کا اور ان چیزوں کا خدا نے ذکر کیا ہے کہ جو نہیں ڈھانپی جا سکتیں ان کو ڈھانپنے کا حکم نہیں ہے۔

اب یہ تو علیحدہ بات ہے کہ کوئی ''شٹل کاک'' کی صورت میں جب برقع نکلا تو ایک حد ہو گئی ڈھانپنے کی، اس میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے اور رستہ دیکھا جا سکتا ہے مگر پھر بھی میرا خیال یہ ہے کہ سائیڈیں نہیں دیکھی جا سکتیں۔ سیدھا تو دیکھا جا سکتا ہے مگر ارد گرد نہیں دیکھا جا سکتا تو بہرحال آج کے زمانے میں، اتنی congession کے زمانے میں جہاں انسان چلتے ہوں سڑکوں پر لاکھوں کے ہجوم میں، ہزاروں کے ہجوم میں اگر چہرہ کھلا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ اس پر قرآن زور دیتا ہے، نہ حدیث زور دیتی ہے۔ باقی عورتوں کا اپنا تقویٰ ہے کہ وہ کہاں تک اپنے

چہرے کو چھپائیں، یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

سوال: جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے لیکن معراج کی رات آپ ﷺ نے سب سے زیادہ عورتوں کو جہنم میں دیکھا تو جس کے قدموں کے نیچے جنت ہے اس کی خدمت کرنے والا جنت میں جائے اور خود صاحب جنت جو ہے وہ دوزخ کی راہ اختیار کرے، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: جنت کوئی ماں کی میراث نہیں ہے۔ جنت اس طرزِ عمل کا نتیجہ ہے جو ایک بچہ ماں کے لیے روا رکھتا ہے۔ یہ کوئی ایسی جائیداد نہیں ہے جو ہر ماں کے پاس موجود ہے۔ مائیں اچھی بُری ہو سکتی ہیں مگر طرزِ عمل یہ ہے کہ جس ماں نے بچے کو بڑے مشکل حالات میں...... چاہے وہ کیسی بھی ماں ہو، جاگ کے، سو کے، تھکن سے پالا ہوا ہے، اسکی خدمت کی ہوئی ہے۔ اسکی خدمت کا احسان نہ ماننا بہت بڑی احسان فراموشی ہے اور اللہ کو احسان فراموش کسی قیمت پر پسند نہیں ہے تو ماں کی خدمت کا دراصل مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے خیال سے متفق ہونا یا اس کے ہر order کی تکمیل کرنا بلکہ اللہ نے اس میں عورت کا ذکر تک نہیں کیا اور قرآن نے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہارا باپ اور بھائی تمہیں غلط مشورہ دیں تو نہ کرنا بلکہ خدا سے ڈرنا اور خدا کی باتوں پر عمل کرنا، یعنی آج کل کے زمانے میں بھی خدا تو یہ منع کر رہا ہے کہ حق کے راستے میں باپ اور بھائی کی بات بھی نہ ماننا۔

قرآن کی آیت بھی میں نے سنائی تھی کہ اگر انصاف کرنا ہے تو پھر یہ نہ دیکھنا کہ باپ کیا کہہ رہا ہے، ماں کیا کہہ رہی ہے، رشتہ دار کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر خدا کا ساتھ دینا۔ اس صورت میں کیونکہ خدماتِ انسان کا تعلق ہے اور ماں انتہائی مشکل اور انتہائی بے چین خدمات سرانجام دیتی ہے جو اپنے بچے کو پالتی ہے تو بچے پر فرض کیا گیا کہ وہ اس ماں کا حق ادا کرے اور پوری خدمت کرے اور یہ تمام تر physical خدمات کے معاملے میں ہے مگر اگر ماں نیک ہو، بشارت والی ہو، دعا والی ہو تو پھر اس کے Mental decision کی پابندی بھی لازم ہو جاتی ہے مگر اگر ماں کو دیکھا جائے آج کے زمانے میں یا پچھلے زمانے میں تو خواتین و حضرات! خواتین کے فیصلے کچھ حدود میں متعین ہوتے ہیں۔ ان میں اتنی وسعتِ خیال نہیں ہوتی جو normally بہت ساری دنیا کو دیکھتے ہوئے کوئی مرد فیصلہ دیتا ہے۔ بعض عورتیں کچھ شک نہیں کہ مردوں سے کہیں زیادہ سیانی ہوتی ہیں اور آج تو یہ کہا جاتا ہے کہ اکثر زیادہ سیانی ہوتی ہیں، اگر بُرا نہ منائیں مرد...... بلکہ ہم تو آسانی سے کہنے کو تیار ہیں کہ آپ ہی سیانی ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ فیصلوں پر اثر انداز ہونے کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حق نہیں دیا بلکہ آپ خدا کے حضور جا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ

میں نے بے انصافی نہیں کی بلکہ ماں کا حکم مانا۔ یہ آپ اللہ کے حضور عذر پیش نہیں کر سکتے۔

ہر انسان کو اپنی قدر و فکر کے مطابق جواب دینا ہے، اپنی responsibilities کے مطابق جواب دینا ہے۔ اگر بات درست ہوتی کہ ماں باپ کے حکم کی تعمیل ہی کر کے خیر ہوتی تو پھر مشرکین کو تو بہت ساری جنتیں ملتیں کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے ہی مذہب پر قائم تھے، انہی کی بات مان رہے تھے اور جب وہ مسلمان ہوئے ہوں گے تو انہوں نے بہت بڑا جہاد کیا ہو گا ماں باپ کے خلاف...... بہت ساری ان کی ناراضگی مول لی ہو گی۔ حضرت عثمانؓ کے والد ان کو سزائیں دیتے تھے۔ بہت سارے چچا اپنے بھتیجوں کو مارتے تھے۔ بہت سارے باپ اپنے بیٹوں کو سزائیں دیتے تھے تو وہاں اس وقت یہ بات غلط ہو گی۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ قوت فیصلہ، اعلیٰ ترین اخلاق، قدر، شرک، یہ انسان کا اپنا responsible act ہے اور وہ اس کے لیے خدا کو جواب دہ ہو گا اور اس پر ماں باپ کا عذر نہیں لایا جائے گا مگر جہاں تک خدمت کا تعلق ہے physical خدمت کا تعلق ہے وہاں تمام مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ والدین کو آسرا دیں اور یہ دعا مانگیں، اس دعا سے بھی یہی واضح ہوتا ہے:

”رَّبِّ ارحَمھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِی صَغِیرًا“

(اے اللہ ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں ہم پہ رحم فرمایا۔)

سوال: اسلام نے مردوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ معاشرہ اس کو مستحسن نگاہ سے نہیں دیکھتا اور آج ہزاروں خواتین ایسی ہیں جو شادی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہیں اور اس وقت اس اجازت کے ثمرات سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا جا رہا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ یہ موضوع آج تک کسی خاتون کو پسند نہیں آیا، صرف ہمیں لوگوں کو پسند ہے۔

خواتین و حضرات! میں بڑی important بات آپ سے کرنے لگا ہوں۔ اگرچہ شاید یہ موضوع آپ کو important نہ لگے مگر جو بات میں آپ سے کرنے لگا ہوں بڑی important ہے۔ میں نے ایک دفعہ ایک American سے پوچھا تھا کہ Is your constitution allright. کیا تمہارا قانون ٹھیک ٹھاک ہے۔ تمہیں سوٹ کرتا ہے، تو کہنے لگا: "Damn this constitution" میں نے کہا: یار ”کیا ہوا“ اتنی سختی کی کیا ضرورت ہے“؟ اس نے کہا: ”دیکھو جی ہم لوگوں نے انگریز کے خلاف جنگ کی تھی، تو کس لیے کی تھی؟ ہم

نے انگریز سے آزادی کیوں طلب کی تھی؟ "Because of taxes" اس نے مجھے کہا: "پروفیسر صاحب! ہم نے تو جنگ لڑی ہی اس لیے تھی کہ ان کے جو چند taxes ہم پر مسلط تھے، ہم ان سے بڑی سخت نفرت کرتے تھے۔ ہمارا جنگِ آزادی کا issue ہی ٹیکس تھا۔ We didnot want to be slave to England. تو آج آپ میرا mail box کھول کر دیکھ لیں، بتیس میں سے ستائیس لیٹرز taxes کے ہیں۔ How can i be happy with this American constitution? How can I be happy with this taxation system? تو خواتین وحضرات! میں نے اس سے کہا کہ You are so unhappy with your constitution, So unhappy with your general constitutional system. Do you dare to deny it? کیا تم جرأت کرو گے اس نظام کے خلاف کھڑے ہونے کی......؟ اس نے کہا: "میں وہی جد وجہد کروں گا جو ممکن ہے۔ میں چاہوں، نہ چاہوں، بحیثیت ایک فرد کے مجھے اس قانون کو ہر صورت ماننا ہے اور میں اس کی تعمیل کروں گا"۔

خواتین وحضرات! بات بڑی important ہے۔ سنیئے گا...... کہ دنیا میں کوئی ایسا قانون نہیں ہے جس سے لوگ متفق ہوں۔ چاہے وہ کتنے ہی patriot کیوں نہ ہوں، کتنے ہی محبت کرنے والے کیوں نہ ہوں، کوئی ایسا قانون دنیا میں موجود نہیں ہے جس سے اُس ملک کے رہنے والے متفق ہوں۔ میرے ایک دوست کی بیگم communist تھی۔ Russia سے آئی تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ Zaarist کے بعد جو Leninism آیا تو تم ان لوگوں کی حکومت کے دوران کیسے behave کرتی تھیں۔ اس خاتون نے مجھے بتایا کہ ہم اس وقت بھی christian تھے مگر باہر کی حکومتوں کے خوف کی وجہ سے ہم نے گھروں میں، کاریڈورز میں چھوٹے چھوٹے خانے بنا رکھے تھے جن میں ہم حضرت عیسیٰؑ اور مریم کی تصویریں، تماثیل چھپا کے رکھتے تھے اور جب بھی ہمیں موقع ملتا، ہم جا کر تعظیم Marry کی اور Christ کی worship کر لیا کرتے تھے۔

خواتین وحضرات! یہ صرف دو مثالیں ہیں۔ اب مجھے یہ بتایئے کہ باوجود اس کے کہ ہم مسلمان ہیں اور اللہ کو مانتے ہیں ہم خدا کے سارے قانون سے کیسے متفق ہو سکتے ہیں اس لئے ایک فرق ہے کہ باقی اقوام میں Constitutions are made to facilitate those nations. تمام constitution اور قوانین کا بنیادی مقصد society کو مستحکم کرنا، اس کو سہولت دینا، اسے پائیدار بنیادوں پر کھڑا کرنا ہے مگر Islamic society کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ خدا کا قانون ہمارے نفس کے خلاف ہے۔ ایسا دوسری قوموں میں نہیں ہوتا۔ دوسری قوموں میں تمام immoral addictions جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو وہاں کو قانون بنا لیتے ہیں۔

America میں ہم جنس پرستوں کو انہوں نے Right of properties دے دیئے ہیں۔ Lesbians کو Right of property دے دی ہے۔ سارے Europe میں قانون بن گئے ہیں کہ یہ بدترین برائی ہے، ہم قانون بنا دیتے ہیں۔ ہم اس پر صرف عمر کا تعین رکھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا امکان موجود ہے اس زمین پر کہ خدا کو بھلا کر بھی قانون میں اس قسم کی کوئی permission نکل سکتی ہے۔ خدا تو قومِ عاد و ثمود پر لعنت بھیجتا ہے اور ان کی سزا میں یہ کہتا ہے کہ اس بدکار قوم کو میں نے اپنے گنے ہوئے نشان زدہ پتھروں سے مارا ہے۔ اللہ اتنے جلال میں ہے، اتنے غضب میں ہے اس قوم پر ------ کیا اس خدا سے آپ اس فعلِ شنیع کی اجازت لے سکتے ہیں؟ نہیں لے سکتے ------ Absolutely not

"لَا تَبۡدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ" (یونس ۱۰ : ۶۴)

(اللہ کے کلمات نہیں بدلتے۔)

خواتین و حضرات! یہ قانون چونکہ ہماری جبلتوں کے خلاف کھڑا ہے، ہمارے خیالات کے خلاف کھڑا ہے، ہمارے romenticism کے خلاف کھڑا ہے تو نتیجہ کی بات یہ ہے کہ ہماری قوم میں رجحان یہ آ گیا کہ ہم اللہ کو deny نہیں کرتے ہیں، اسلام کو deny نہیں کرتے ہیں، جو قانون پسند ہو اس کی حمایت رکھتے ہیں، جو نہ پسند ہو اس کے خلاف چلے جاتے ہیں چونکہ عورتوں کو اس قانون میں برائی لگتی ہے تو عورتیں اس کے خلاف ہوں گی اور مردوں کو کوئی اسلام کا قانون برا لگتا ہے تو وہ اسکے خلاف ہو جاتے ہیں۔ ہم نے یہ نیا طریقہ کار نکالا ہے کہ ہم اسلام کو مانتے ہوئے بھی، خدا کو مانتے ہوئے بھی، کچھ قانون تو اس کے بالکل صحیح سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اس پر بحث کر رہے ہوتے ہیں مگر کچھ قانون جو ہمارے romenticism کے خلاف جاتے ہیں، اس کی ہم مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی نیک اور مسلمان عورت اس قانون کی مخالفت نہیں کرے گی۔ اسی طرح کوئی نیک اور مسلمان مرد اپنی عورت کو تکلیف دینا پسند نہیں کرے گا۔ میں نے پہلے

بھی حدیث پڑھی ہے کہ جس نے اپنے عیال کو سہولت اور سکھ نہیں دیا وہ تو مسلمان ہی نہیں سمجھا جاتا مگر ہم جب پیسے دینے کی باری آتی ہے، خواتین کو facility دینے کی باری آتی ہے تو ہم قرآن quote کر دیتے ہیں کہ اللہ نے ہماری حکومت کا درجہ یہ رکھا ہے چپ کر جاؤ...... اور جب عورتوں کی باری آتی ہے تو وہ قرآن میں سے اس آیت کے خلاف اپنی reasons نکال لیتی ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

شروع سے تعدد ازدواج زیادہ تر اس وجہ سے رہا کہ مرد جنگوں میں مصروف رہے بے شمار عورتیں بچتی رہیں۔ یہ ابھی کل کی بات ہے کہ ایک یورپی عورت نے مجھ سے ایک دفعہ کہا کہ Your Prophet was very clever. اسکو صحیح لفظ تو آئے ہی نہیں تو اس نے کہا Your Prophet was very clever. میں نے کہا: ''وہ کیسے؟'' غصہ تو مجھے بھی آتا تھا تو اس نے کہا: ''اس لیے کہ ہم اتنی عورتیں اس جنگ میں مردوں کی وجہ سے خالی ہوئیں تو ہمیں اگر عزت کا کوئی مقام مل جاتا، کوئی گھر مل جاتا، کوئی ہمیں عزت اور آبرو سے روٹی کمانے کا ڈھنگ مل جاتا، کوئی protection مل جاتی government کی تو ہم کتنے آرام سے زندگی بسر کر لیتے مگر اس کے بدلے جو ہمارے گھر بار خالی ہو گئے، ہمارے مرد جنگوں میں مارے گئے تو ہمیں متاعِ بازار کی طرح treat کیا گیا۔ This is one of the strong reasons. کہ یورپ کا ادب بدل گیا اور ایک مشہور فلسفہ وجود پیدا ہوا جسے ہم Existential literature کہتے ہیں۔ ''وٹکانسٹائن'' نے جنگِ پنولین کے وہ دردناک اور ہولناک واقعات اپنی کتاب میں لکھے ہیں جو عورتوں پر اس وقت بیتے جب ان کے وارثین نہیں رہے، جب مرد جنگوں میں مارے گئے مگر الحمدللہ کہ ابھی مشرق میں یہ نوبت نہیں آئی۔ یہاں خدا کو ماننے والے ہیں۔ عورتیں بھی، مرد بھی ...... میں نے ایک long list پڑھی تھی عورتوں اور مردوں میں جو اللہ کا حکم ماننے والے ہیں تو اگر اس قسم کا کام کسی ضرورت اور بشری حاجات کے تحت کرلیا جائے تو اس میں میرا خیال ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: جناب پروفیسر صاحب! آپ چونکہ اپنے آپ کو ایک عام سا شخص بیان فرماتے ہیں تو غلط بیانی کرنے والے لوکون سے زمرے میں گنیں گے اور کیا آپ سے کوئی غلط بیانی سرزد نہیں ہوتی جبکہ سوائے خواص کے کوئی سائل آپ کے پاس اپنی گذارشات لیکر آتا ہے تو باوجود لاکھ کوشش کے آپ سے ملاقات نہیں ہو پاتی، نہ سائل کے دکھ کا مداوا ہو پاتا ہے۔ کیا آپ سے ملنے کا

طریقہ کار بھی مرتب کیا گیا ہے تو پھر عام آدمی کی رسائی آپ تک کیسے ہو؟

جواب: خواتین و حضرات! جنگِ قنسرین ہو رہی تھی۔ بڑی پرانی بات ہے، خالد بن ولید کے پاس کوئی دس کے قریب soldiers تھے تو حضرت ابو عبیدہؓ جراح نے اسے کہا جو کمانڈر تھے کہ خالد یہ جو کفار کا لشکر ہے یہ sixty thousand times strong ہے اور یہ ہماری طرف بڑھ رہا ہے تو کوئی اسے روک بھی سکتا ہے یعنی جدھر سے attack ہوگا، ہم مار کھا جائیں گے تو خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ مجھے دس آدمی دو میں روک لیتا ہوں تو ابو عبیدہؓ نے کہا: ''اے ابو سلیمان: ماشاءاللہ، اللہ کی بڑی آپ کو نگاہ حاصل ہے، اللہ آپ پر بڑا مہربان ہے، آپ زمانے کے سب سے بڑے جنگجو اور دلیر ہو مگر یہ average کیا مخی ہے؟ دس آدمی ساٹھ ہزار کو کیسے روکیں گے؟'' تو خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ اس پورے لشکر نے ایک ایسے پہاڑی درّے سے گزرنا ہے جس میں صرف تین بندے at a time گزر سکتے ہیں اور میں دس بندے جو چنوں گا ان میں سے جو عرب کا محاورہ ہے کہ ایک بندہ ایک ہزار کے برابر ہے تو میں اس درّے پر قابض ہو جاؤں گا۔ جنگِ قنسرین کا خلاصہ یہ ہے کہ شام تک غسانیوں کے کوئی تین ہزار آدمی مارے گئے اور دو آدمی شہید ہوئے جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ بھی تھے اور یہ ایک عجیب و غریب جنگ تھی جس میں اتنا بڑا لشکر صرف دس آدمیوں نے روک کے رکھا (شام میں)۔

خواتین و حضرات! بڑی عجیب سی بات ہے، اس بات کے جواب میں یہ بات سنا رہا ہوں تو عرض یہ ہے کہ ایک اکیلا بندہ کتنے بندے روک سکتا ہے؟ کتنے آدمیوں کو دن میں مل سکتا ہے اور یہ جو ڈاکٹر صاحب سوال پڑھ رہے ہیں میں انکا آج آپ کو واقعہ سناؤں...... میں نے ان سے درخواست کی کہ میرے چونکہ دوستوں میں، احباب میں اور جہاں تک میری علمی شناخت ہے اس میں آپ میرے بڑے قریب رہے ہیں، اللہ آپ کو مزید ترقی دے۔ آج میں بڑے رش میں ہوں تو کیا عجیب ہو کہ کچھ لوگ آپ سنبھال لو کیونکہ زیادہ تر لوگ فلسفے میں تو Interested نہیں ہوتے۔ کافی دیر کے بعد اس خیال سے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرا بہت سارا کام کر دیا ہے، جب میں اٹھ کے ان کی طرف گیا تو یہ تیسرا بندہ بھُگتا رہے تھے، اس عرصے میں دو سو بندے میں نے فارغ کر دیئے تھے اور ڈاکٹر صاحب تیسرا بندہ بھُگتا رہے تھے۔

خواتین و حضرات! یہ جو technical way out میرے پاس ہوتا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ کسی کا دل دُکھے اور یہ غلط ہے کہ میں ملنا نہیں چاہتا مگر ایک single آدمی ہونے کی

حیثیت سے میں مقدور بھر کوشش کرتا ہوں کہ ہر حال میں گرمی، سردی، عار اور رنجش میں میں لوگوں سے مل سکوں But unlukily I'm unable to... کہ جو احباب مجھے جانتے ہیں، انہیں پتہ ہے کہ میں صبح گیارہ بجے راولپنڈی میں بیٹھتا ہوں اور کبھی کبھی رات گیارہ بجے وہاں سے اٹھتا ہوں تو آپ خود سوچ لیں کہ کتنا طویل عرصہ میں اس مشقتِ ملاقات سے گزرتا ہوں۔ جو کچھ اللہ نے مجھے استطاعت دی ہے وہ تو میں ضرور کرتا ہوں۔ باقی رہا گمان اور بدگمانی.....ہو سکتا ہے آپ سمجھتے ہوں کہ یہ شخص انکساری کرتا ہے۔ میں انکساری کبھی بھی نہیں کرتا۔ Basically I am a fighter in idea. I am a sportsman. اور میری ہمیشہ ہی کوشش ہوتی ہے کہ میں ان معاملات میں کوئی غلط بیانی نہ کروں جن کا تعلق علم سے ہے۔ میں اس انکساری کو مردود سمجھتا ہوں جس میں اپنے آپ کو اہمیت تو دی جا رہی ہے مگر رویہ مسکین کا سا ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ مکروفریب آج کل کے اہلِ مسلک کو کتنا عزیز ہے۔ The fact is very simple. I don't consider myself a saint. اور یہ میں آپ کو بھی کہتا ہوں کہ آپ اس شخص کو کیا سمجھو گے، آپ اپنے آپ کو کیا سمجھو گے جس کی ہر چیز ادھاری ہے۔ پلک جھپکنے میں جو چیز لی جا سکتی ہے، جو ضائع ہو سکتی ہے، جس کو زمین سے اٹھا لیا جا سکتا ہے اس شخص کو اپنی ذات کی کتنی اہمیت محسوس ہو سکتی ہے؟ ایک فقیر کو جو ہر وقت اس حاجت روا کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے کس قسم کے تفاخر سے واسطہ پڑ سکتا ہے؟

خواتین و حضرات! یہ غلط فہمی ہی نکل جانی چاہیے۔ تکبرات صرف جہالت کی اقسام میں سے ہیں۔ غرور صرف جہالت میں ہے۔

"وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیا اِلَّا مَتَاعُ الغُرُور" (ال عمران ۳:۱۸۵)

(اور دنیا کی زندگی تو نہیں مگر دھوکے کا مال)

اس قسم کی کوئی چیز اگر میرے پاس ہوگی تو آپ یقین جانیے کہ پہلے میں یہ honesty آپ سے برتوں گا کہ I have no such quality.

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی رعونت، غرور اور تکبر انہ طرز زندگی سے بچائے۔

"کبریائی اللہ کی چادر ہے جو اسے چھینتا ہے وہ اسے برباد کر دیتا ہے"۔

ہمارے ذہنوں میں تو اس قسم کا ناقص خیال ہی نہیں آنا چاہیے۔ اس قسم کی کوئی غلط بیانی مجھ سے سرزد نہیں ہوتی۔ جب میں کہتا ہوں کہ میں معمولی سا انسان ہوں تو میں ہوں۔ مگر تربیت کے انداز

میں فرق پڑ جاتا ہے تحصیلِ علم میں فرق پڑ جاتا ہے۔ I have always said one thing in my book, "it is very common to be uncommon." اگر آپ نے کتاب میں پڑھا ہو تو میں نے بہت پہلے کہا تھا کہ It is very common to be uncommon, It is very uncommon to be common. تو میں دوسری طرف ہوں۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: استاد نے فقرہ مکمل نہیں کیا۔ جو میری پہلی ملاقات استاد سے ہوئی تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ آپ نے یہی کہا تھا مجھ سے کہ It is very common to be uncommon, it is very uncommon to be common. If you want to be uncommon, be common. اور پانچ سال کے بعد اس پر مجھے انہوں نے چوتھا فقرہ سنایا تھا کہ Be common but don't have habits of common people.

سوال: تبدیلی کے بارے میں سوال ہے:

؎ دن پھرے ہیں فقط وزیروں کے
دن بدلے نہیں فقیروں کے
ہر بلاول وطن کا ہے مقروض
پاؤں ننگے ہیں بے نظیروں کے

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مظلوم ہمیشہ مظلوم رہتا ہے۔ حالات نہیں بدلتے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ ظالم ہمیشہ ظالم نہیں رہتا، حالات بدلتے ہیں۔ آپ اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: خواتین و حضرات! جنہوں نے اس سوال میں یہ observation دی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ ایک بڑی معمولی سی observation میں آپ کو دے رہا ہوں کہ انقلاب فرانس میں جو basically بورژوا bourgeois اور proletariat کا انقلاب گنا جاتا ہے۔ یہ بڑی فساد کی جگہ تھی۔ اُس وقت قید خانے میں جو پھانسیاں لگتی تھیں یا جو بھی ہوتا تھا اس کے بارے میں ایک فقرہ مشہور ہے کہ: ''صبح کے منصف رات کے مقتول ہوا کرتے تھے''۔ یعنی اتنی جلدی حیثیتیں بدلتی تھیں کہ صبح جو کیس سُن کر دوسروں کو سزائیں دے رہے ہوتے تھے، رات ان کا کیس سنا جا رہا ہوتا تھا اور قتل ہو رہے ہوتے تھے اور سولی پر چڑھتے تھے۔

اب یہ پاکستان کے اندر دیکھ لیجئے تو میرا خیال ہے کہ عروج و زوال کی ساعتیں اتنی قریب ہیں کہ ان کو وہ وقت بھی نہیں ملتا جس میں انکو مکمل اعمال کی اجازت ہوتی ہے اور ہمارے ظالم اور مظلوم کی جو داستانیں مشہور ہیں ان میں حضرت حسینؓ کا واقعہ دیکھ لیجئے! عجیب و غریب واقعہ ہے کہ پورے اہلِ بیت میں سے ایک معصوم سا بچہ حضرت امام زین العابدینؓ کی صورت میں بچا اور جب زوال آیا تو بنوامیہ کے دو بچے زندہ بچے۔ ایک کی بجائے دو...... جب بغداد کی فوجیں، عباسی فوجیں دریا کے کنارے پر تھیں اور سلطان عبدالرحمٰن (الداخل) اور اسکا بھائی دونوں دریا میں تیر کے نکل رہے تھے تو انہوں نے آواز دی کہ دیکھو ہم تمہارا کچھ بھی نہیں کریں گے، تمہیں پورا تحفظ دیں گے، دوبارہ تمہارا تخت و تاج بھی بحال کریں گے، تم واپس آ جاؤ تو چھوٹا واپس آ گیا......

And there was only one man of the whole Ummayads who escaped. وہ جو کل کے ظالم تھے...... جیسے انہوں نے اہلِ بیت کا ایک بندہ زندہ چھوڑا تھا، عباسیوں کی زد سے بھی صرف ایک بندہ Ummayads کا نکل گیا اور وہ عبدالرحمٰن تھا یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ "عبدالرحمٰن الداخل" بنا اور ہسپانیہ کی سلطنت کا بانی بنا۔

میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس سلسلہ مکافات کو دیکھا جائے تو History does not confirm this idea. ظالم کو مظلوم بنتے ہوئے دیر ضرور لگتی ہے، بلکہ اگر آپ غور کریں تو دورِ حاضر کے سب سے بڑے انقلابی لیڈر کارل مارکس نے بھی اپنا جو Basic Hagglian dialectic thesis دیا ہے، جدلیاتی تھیسس دیا ہے، اس کی بنیاد dialect پر تھی کہ جب ایک خیال پیدا ہوتا ہے تو اسکا equal "ردِ خیال" پیدا ہوتا ہے اور پھر "ردِ خیال" خیال پر غالب آتا ہے اور ایک synthetic خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دو طبقے جنگ کرتے ہیں، غلام اور آزاد کی جنگ ہوتی ہے تو کچھ عرصے کے بعد آقا کمزور ہو جاتے ہیں اور غلام آقا بن جاتے ہیں اور اس کے اسی تھیسس پر اتنے بڑے Communistic pattern کی بنیاد پڑی ہے جو ایک Proletariat یا مزدور کے انقلاب کے لیے ذہنی طور پر جدوجہد کر رہا تھا اور ایک classless society کے vision میں تھا جو شاید زمین پر کبھی بھی نہیں آئے گی تو اس لئے یہ سوال Historical based نہیں ہے۔

مولوی فضل. قرآن کے مطابق:

”لَایَهدِی القَومَ الظّٰلِمِین“

(اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)

پروفیسر احمد رفیق: یہ جو مولوی صاحب نے بات کی ہے قرآن کے حوالے سے بڑی معقول بات کی ہے کہ اللہ یہ کہتا ہے کہ ہم ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے تو مظلوم ضروری نہیں کہ ہدایت پر ہو۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے حدیث پڑھی ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ظالم اور مظلوم دونوں جہنم میں جائیں گے تو پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مظلوم کیوں؟“ کہا کہ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ بھی اس کو قتل کر دیتا۔ ہم مظلوم کو اس لئے مظلوم کہتے ہیں کہ وہ جبر سہہ رہا ہے، اس لیے مظلوم نہیں کہتے کہ وہ نیک اور پاک ہے، وہ ایک صاحبِ دل بندہ ہے۔ خدا جب یہ کہہ رہا ہے کہ میں ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا تو وہ حجت تمام کر رہا ہے کہ ایسے ظالموں کو تو خدا ہی زندہ نہیں رہنے دیتا۔ اس پر تو مظلوم کا بس ہی نہیں چلتا اور پھر یہ بڑا مشہور شعر تو آپ نے سنا ہوگا:

؎ بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

کہ مظلوم جب بد دعا کرتا ہے تو پھر ظالموں سے اللہ ہی بدلہ لے لیتا ہے۔ جب اُسکا بدلہ چُک جائے تو مظلوم پھر مظلوم نہیں رہ جاتا مگر بہر حال ظالم و مظلوم کے جبر و قہر میں یہ ضروری نہیں کہ مظلوم ہمیشہ مسلمان ہو اور یہ ضروری نہیں کہ مظلوم ہمیشہ نیکی کرے۔

سوال: حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں سوال ہے سر کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کرے گا اور بندوں کے حقوق معاف نہیں کرے گا جبکہ بندوں کے حقوق بھی اللہ ہی کے بتائے ہوئے ہیں تو پھر ایسا کیوں ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! میں نے پہلے بھی شاید دورانِ discussion آپ سے بات کی تھی کہ ہم ضمنی باتوں میں کھو جاتے ہیں۔ ہم اس بات میں کھو جاتے ہیں کہ جنت اور دوزخ کیا ہے۔ ہم اس بات میں کھو جاتے ہیں کہ ملائکہ ہیں کہ نہیں ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا کوئی قرینہ اللہ کی ہدایات کے بغیر نہیں ہے، حقوق العباد تو کوئی شے ہی نہیں۔ اگر جبلی اقدار پر غور کیا جائے اور آج کے زمانے پر غور کر لیں تو یہ ظلم و ستم، یہ لوٹ مار لوگ لوگوں کے ہاتھ پر ہی کر رہے ہیں۔ لوگ کوئی جنات سے تو مال نہیں چھین رہے، رشوتیں کوئی ملائکہ سے تو نہیں کھا رہے، لوگ اپنے ہی لوگوں سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور اگر لوگ خدا کے خوف میں ہوتے، اگر

ان کو خدا کے احکامات کی منظوری ہوتی اور وہ اس پر عمل کرتے تو شاید وہ بہت لوگ حقوق اللہ ہی کی وجہ سے حقوق العباد کو maintain کرتے اور لوگوں کا خیال کرتے۔ حقوق العباد بذاتہ کہیں بھی exist نہیں کرتے، مسلمانوں میں نہیں کرتے۔ مسلمانوں میں تمام حقوق العباد اللہ کے حقوق کے بعد ہیں۔ اللہ کو مانے بغیر حقوق العباد نہیں ہیں اور حقوق العباد اسی وقت قائم ہوتے ہیں جب آپ حقوق اللہ کا پوری طرح تحفظ کرتے ہو، اگر آپ نے خدا کو پوری طرح نہیں مانا، اگر آپ نے اس کی کتاب کو پوری طرح نہیں مانا، اگر آپ نے اسکے رسول ﷺ کی پوری طرح متابعت نہیں کی تو آپ حقوق العباد پورے کر ہی نہیں سکتے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: استاد نے بڑا مفصل جواب دے دیا لیکن اسکا ایک چھوٹا سا پہلو یہ بھی ہے کہ جنگِ صفین میں غالباً طلحہ بن زبیرؓ شہید ہوئے تھے اور حضرت علیؓ کہا کرتے تھے...... (قرآن کی ایک آیت ہے کہ جو مومن یا اچھے لوگ اگر آپس میں رنجش رکھتے ہوئے فوت ہو جائیں تو اللہ قیامت کے دن ان کے دل صاف کر دے گا) کہ یہ آیت قیامت کے دن مجھ پر اور طلحہؓ پر بھی آئے گی کیونکہ ہم اس حال میں جدا ہوئے کہ ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے، شکایت رکھتے تھے مگر چونکہ دونوں کی نیات صحیح تھیں تو اللہ اس دن ہمارے دلوں کو صاف کر دے گا۔

سوال: واقعہ کربلا میں یزید کی فوج نے امامِ عالی مقام کے خلاف جنگ لڑی جبکہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ پہلی بحری لڑائی لڑنے والے جنت میں جائیں گے۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب: حدیث تو یہ بھی ہے کہ جو میدانِ جنگ سے بھاگیں گے وہ جہنمی ہیں...... یزید اس جنگ میں گیا ضرور تھا مگر وہ وہاں رکا نہیں...... اس کو جب اپنے عیش وعشرت یاد آئے، اپنے صحرا کی صحبتیں یاد آئیں، شراب ورنگ یاد آیا تو وہ پلٹ آیا تھا۔ وہ وہاں رکا نہیں تھا۔ وہ اس مہم کے ساتھ رہا نہیں، اس نے یہ تفاخر حاصل کرنے کیلئے، یہ حدیث سن کر اس نے بھی یہ کوشش کی کہ میں بھی سرخاب کا پر لگالوں مگر وہ یہ پوری نہ کر سکا۔ وہاں کی گرمی وہ سہہ نہیں سکا، نازک بدن تھا اور عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا تھا تو میدانِ جنگ چھوڑ کے چلا آیا۔ دوسری حدیث کا بھی اس پر اطلاق ہو گیا کہ ”کمزوری اور بزدلی سے جو میدانِ جنگ چھوڑ آئے وہ جہنمی ہے“۔

سوال: کیا انسانوں کی طرح باقی مخلوقات میں بھی روح موجود ہے۔ انکی روحوں کی کیا حیثیت ہے اور انکا بھی حساب کتاب ہوگا؟

جواب: اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مخلوقات کو series میں تخلیق کرتا ہے اور انکی ابتدائی کچھ پوزیشنیں بھی ہوتی ہیں۔ کچھ ان سے بہتر positions ہوتی ہیں حتیٰ کہ Finalised positions تک جاتی ہیں یعنی ہو سکتا ہے کہ ابتدائی خلاقیت میں اس نے پتھروں کی ارواح تخلیق کی ہوں جیسے اشراقیہ کا تصور ہے جیسے platinus (افلاطون) نے concept دیا کہ خدا نے جب اپنے آئینے سے باہر اپنی روشنی کا انعکاس کیا تو پھر اللہ نے جمادات میں بھی طلوع فرمایا، نباتات میں بھی طلوع فرمایا، اسی طرح ملائکہ میں بھی طلوع فرمایا یعنی اس کے نور نے ہر چیز کو منور کیا مگر اگر فلسفیانہ نقطہ نظر سے نہ دیکھا جائے تو جو طریقہ نظر آ رہا ہے کہ اللہ کی ہر چیز basic form میں بھی ہے اور بہترین form میں بھی ہے۔ لگتا ایسے ہی ہے کہ روح کی کچھ basic forms جمادات میں بھی ہیں اور نباتات میں بھی ہیں جیسے کیونکہ اللہ روح سے کلام کرتا ہے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ زمین و آسمان سے کلام کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو میں نے تمہیں بنایا ہے، اب چاہو تو اپنی خوشی سے آؤ، چاہو تو ناخوشی سے آؤ، تو زمین و آسمان نے جواب دیا تھا: ”اے مالک و کریم! ہم تو اپنی خوشی سے آئیں گے“۔ اسی طرح اس نے مکھی کو خطاب کیا کہ دیکھو میں نے تجھ میں یہ خصلت رکھ دی ہے، اب تُو جا اور کھیتوں اور کھلیانوں میں گلدانوں اور گلشنوں میں اپنا کام کر……! تو یہ ابتدائی Form of spirit بھی نظر آتی ہے مگر اس کی شاید accountability اس کی فطرت کے مطابق ہے۔ ہماری قوتِ فیصلہ accountability کیلئے ہے، عقل کیلئے ہے چناؤ کیلئے ہے اور دوسری اشیاء کی accountability ان کی فطرت کی وجہ سے ہے جیسے رسولِ اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے جو مجھے بعض اوقات بڑی حیران کُن لگتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”قیامت وہ دن ہے کہ جب ایک بے سینگ کی بکری کو سینگ والی سے انصاف دلایا جائے گا“۔ یہ محاورتاً بھی کہا جا سکتا ہے مگر یہ سچائی بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی نہ کوئی judgement کا معیار تمام زندہ چیزوں پر لاگو ہے اور تمام حیات پر کہیں نہ کہیں معیاری پُرسیش بھی ہے۔ ایک معیار ان پر لاگو ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آپ امریکہ کو دجال قرار دیتے ہیں۔ کیا دجال ایران پر حملہ آور ہوگا؟ دجال کی موجودہ صورتحال اور اُمتِ مسلمہ پر روشنی ڈالیں؟

جواب: خواتین و حضرات! میرا religious تو نہیں Political view یہ کہتا ہے کہ

ایران پر حملہ نہیں ہوگا۔ میں بہت پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایران پر اس لئے حملہ نہیں ہوگا کہ ایران کی حکومت شیعہ ہے اور امریکہ مسلمانوں کے دو ملکوں میں جن دھڑوں کی وجہ سے flourish کر رہا ہے وہ بھی شیعہ ہیں۔ جیسے افغانستان میں شمالی اتحاد شیعہ ہیں اور شمالی اتحاد کے link ایران سے بھی بہت ہیں اور امریکہ بھی انہی کی حمایت کی وجہ سے flourish کر رہا ہے۔ اسی طرح عراق میں بھی شیعہ کی وجہ سے امریکہ متحرک ہے اور ان کے بھی تعلق ایران سے کافی ووافی ہیں۔ اگر بالکل flattened stupidity ہو جائے تو وہ الگ بات ہے مگر لگتا تو یہی ہے کہ وہ ان دونوں ملکوں میں زندہ رہنے کیلئے ایران کو نہیں چھیڑے گا Simple, very simple کیونکہ اگر وہ ایران کو تنگ کرتا ہے تو ان دونوں جگہوں کے شیعہ امریکہ کے سخت خلاف ہو جائیں گے اور اس کی جو رہی سہی ساکھ ان دونوں ممالک میں ہے، بالکل ختم ہو جائے گی تو خیال تو یہی کہتا ہے کہ وہ ایران پر حملہ نہیں کرے گا۔

سوال: عام خیال یہ ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور اس سے غلطی سرزد نہیں ہوتی لیکن یہاں قصص الانبیاء سے حوالہ دیا ہے کہ ایک نبی کو کسی شخص کی بیوی پسند آ گئی اور اس نے جان بوجھ کر اسے جنگ میں بھیجا اور اسکے قتل کے بعد اس کی بیوی سے شادی کر لی۔

جواب: خواتین و حضرات! یہ حضرت داؤد کے بارے میں ہے۔ ان کے ایک سپہ سالار اوریا کی بیگم بہت حسین تھی۔ (زمانے بھر میں نمایاں، وہ ہیلن آف ٹرائے ہوگی۔)

یہودیوں کے بارے میں یہ ہے----- اور یہ بہت ساری قوموں کے بارے میں ہے۔ Greeks کے بارے میں ہے کہ Greeks نے جب کوئی برائی اپنانی ہوتی تھی تو وہ اسکا جواز ڈھونڈتے تھے اور کسی دیوتا کے نام لگا دیتے تھے اور پھر جب انہوں نے عیش و عشرت کرنی ہوتی تھی تو اس میں دیوتاؤں کو مبتلا کر دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جو God Zeus ہے، وہ تو سمندر کے کنارے اپنی محبوباؤں سے تمتع فرما رہے ہیں----- تو انہوں نے جو برائی بھی کرنی ہوتی تھی، وہ اپنے دیوتاؤں میں سے کسی بھی دیوتا کو اس برائی کا title دے دیتے تھے، یہی رویہ باقی قوموں کا بھی رہا کہ اپنی بات کو سچا کرنے کیلئے یا اپنے آپ کو justify کرنے کیلئے اپنے بزرگوں کے نام وہ خامیاں لگا دیتے اور قوم یہود اس لحاظ سے ذہنی طور پر سب سے بدکار قوم تھی کہ وہ اپنی بہت ساری ایسی خامیوں کو اپنے پیغمبروں کے نام لگا دیتے، جیسے اگر حضرت لوطؑ کا واقعہ پڑھیں تو اس کو دہرانا بھی خلاف تہذیب ہے مگر چونکہ آپ نے سوال ایسا پوچھا ہے----- Old testament

میں جو واقعہ درج ہے کہ حضرت لوطؑ جب نکلے تو ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا اور ان کی دو بیٹیاں تھیں تو معاذ اللہ، استغفر اللہ انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ کی نسل کہاں سے آئے گی تو انہوں نے اپنے باپ کو نشہ پلایا اور پھر اس کے ساتھ ہم بستری کی تو یہ خوفناک واہیات باتیں صرف قومِ یہودی اپنے پیغمبروں کے بارے میں کر سکتی ہے۔ جیسے انہوں نے حضرت داؤدؑ کے بارے میں کہا کہ انہوں نے plan کیا، اُوریا کو جنگ میں بھیجا اور سپہ سالار کو کہا کہ اسے ایسی جگہ رکھ جہاں اس پر دشمن حملہ آور ہو اور یہ قتل ہو جائے اور پھر اس کی بیوی سے آپ نے شادی کر لی...... بھلا پیغمبر ایسے کریں گے! ہم تو پھر بہت آگے بڑھ جائیں گے...... اس قسم کی غیر معقول اور غیر حقیقی باتیں قومِ یہود اپنے پیغمبروں کے بارے میں کرتی ہی چلی آئی ہے، اسی لئے اللہ نے کہا:

"یُحَرِّفُونَهُ مِن مبَعْدِمَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ" (البقرہ ۲:۷۵)

کہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم نے خدا کی باتوں میں تحریف کی اور تم بڑے ہی لعنت زدہ ہو تم برائی میں آگے بڑھنے والے تھے اور اعتدال سے گزرنے والے لوگ ہو۔

"ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّ كَانُوا يَعْتَدُوْنَ" (البقرہ ۲:۶۱)

(کیونکہ وہ اللہ کی آیت کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ نافرمان اور حد سے بڑھ جانے والے تھے)

اس لیے کہ تم نے انبیاء کو قتل کیا، ان کے بارے میں خرافات مشہور کیں تو اللہ قومِ یہود کو بار بار فہمائش کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ تم اس قدر رذیل قوم ہو:

"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ"

(بقرہ ۲:۶۵)

بلکہ تم اس قدر ناکارہ لوگ ہو، اتنے بدکار لوگ ہو کہ تم کتاب میں تحریف کرتے ہو، تم انبیاء کی تقدیس میں فرق کرتے ہو، تم انبیاء کو قتل کرتے ہو، اس کی سزا تو یہی ہے کہ جاؤ اور تم بندروں کی طرح مسخ ہو جاؤ!

مَن عَرَفَ نَفسَہٗ

اَعُوذُ بِاللہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدخِلنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخرِجنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنکَ سُلطٰناً نَّصِیراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُونَ ۔ وَسَلامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

خواتین و حضرات! جب میں نے کارڈ پڑھا تو اس پر صرف "وَمَن عَرَفَ نَفسَہٗ" کے الفاظ تھے اور حقیقتاً یہی اہم ہے کیونکہ جب ایک چیز complementary کر دی جائے تو دوسرا حصہ اتنا important نہیں رہتا۔ جب یہ کہہ دیا جائے کہ نفس کی پہچان ہی اللہ کی پہچان ہے تو پھر نفس کی پہچان ہی important رہ جاتی ہے۔

ایک مدت ہوئی کہ زمانے میں متکلم اساتذہ، مدبر صاحب علوم اور علمائے سوء اور منطق اُن عبادات پر بہت زور دیتے رہے جن کو ہم ظاہرہ عبادات کہتے ہیں۔ اُس سے اُن کی تنقیص مراد نہیں مگر جب آپ انسانی شخصیت اور انسانی حقیقت کی بہت بڑی حقیقت کو بھول جائیں تو وہ جزو

حقیقت آپ کے کس کام آئے گی۔ مذہب اسلام کی رو سے اگر کوئی چیز انسانی زندگی میں مداخلت کرتی ہے تو صرف پانچ وقت کی نماز اور تیس دن کے روزے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ ظاہرہ عبادات کا نچوڑ ہے۔ 30 دن کے روزے اور پانچ وقت کی نماز جو مجموعی طور پر 24 گھنٹوں میں سے شاید ایک گھنٹہ بھی نہیں بنتا۔ اسی طرح جب ہم ان باطنی حقائق پر غور کرتے ہیں، پوری قرآنی تعلیمات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی مراد ان ظاہرہ عبادات سے ایک ظاہری ضابطہء حیات تخلیق کرنا تھا۔ وہ بھی ایک ایسی ابتدا تھی جس سے انسان نے بہتر اخلاق اور بہتر رجحانات کی طرف move کرنا تھا، متحرک ہونا تھا، زندگی کو بہتر طریقے سے سمجھنا تھا مگر زوالِ امتِ مسلمہ کا بہت بڑا باعث یہ بنا کہ جب یہ اپنے زوال تک آئے تو تمام اصلاح پسند movements نے صرف اعمال پر دباؤ دینا شروع کر دیا۔ ''تحریکِ محمدیہ'' انڈونیشیا میں، ''اخوان المسلمون'' عرب میں، ''جماعتِ اسلامی'' پاکستان میں اور اب تو ان جماعتوں کے ساتھ بہت سی اور جماعتیں بھی ایسی شامل ہو گئی ہیں کہ جن کا تمام تر رجحان مذہب اعمال کی طرف تھا۔

خواتین و حضرات یہ بات یاد رکھیں کہ اعمال کی درستگی کے باوجود یہ تمام جماعتیں اپنے اپنے ماحول میں کوئی ایسی انقلاب آفرین تبدیلی نہیں لا سکیں جس سے امتِ مسلمہ کا زوال چلا جاتا بلکہ دیکھا یہ گیا کہ یہ امت مسلسل رُو بہ زوال ہوتی گئی اور اب یہ حال ہے کہ مذہب احساس کمتری کا حصہ ہو گیا ہے۔ اب یہ حال ہے کہ کوئی ذہین آدمی اپنے آپکو مسلمان کہنے سے پہلے سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ میں اپنے دقیانوسی، فرسودہ، اساطیر الاولین کو لے کر کسی sky skrapper میں، کسی seven star ہوٹل میں، کسی اعلیٰ ترین اور مہذب سوسائٹی میں، کسی Horward اور Oxford اور Cambridge میں کیسے جاؤں، شرمندگی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ خواتین و حضرات! کیا اس سے بہتر نہ تھا کہ مذہب ہی چھوڑ جاتے۔ اگر مذہب کے بارے میں اتنا apologetic ہونا تھا، اگر مذہب کے بارے میں اتنی ہی شرمندگی سہنی تھی تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ اللہ پر ایک احسان کرتے کہ بجائے اسے نفاق سے ماننے کے، بجائے حسنِ زندگی تخلیق کر

نے کے، بجائے آپنے آپکو یاس اور الم انگیز احساسات کا مالک کرنے کے، بجائے خدا اور اسکے رسول کے نظام کو اپنی کمزوری سمجھنے کے، آپ اسے ترک کر دیتے۔ آبا و اجداد سے آتی ہوئی اس تقلید کو جسے آپ نبھا رہے ہیں اور جدیدیت کے اسلام کے اس پہلو کو جو تمام تر آپ کے ظاہری اخلاق اور ظاہرہ عبادات پر مشتمل ہے، اس سے کہیں بھی natural مسلمان پیدا نہیں ہوتے۔

خواتین و حضرات! حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہیں کہیں ایک ناقابلِ عمل طرزِ شریعت پیدا کرنے کی بات ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے ایسی تعلیم دی جو تمام تر باطنی تھی کہ جس نے ہمسائے کی بیوی پر نگاہ ڈالی اس نے گویا زنا کیا۔ جس نے کوئی عام گناہ کیا اور دوسرے پر شماتت کی وہ سب سے بڑا گنہگار ہے۔ انھوں نے تمام تر باطنی زندگی دی، فرمایا: "یہ کیسے علمائے دین ہیں۔ (اہلِ یہود) جو ہاتھی نگل لیتے ہیں اور مچھر چھانتے رہتے ہیں"۔ یہ تمام احساسات باطنی احساسات تھے۔ جناب عیسیٰ سے کسی نے پوچھا کہ خدا کیسے پہچانا جاتا ہے فرمایا: Know thy self and you shall know thy God. (تم اپنے آپ کو پہچانو تم اپنے اللہ کو پہچان لوگے۔) خواتین و حضرات! یہ بہت بڑی statement تھی، آخر ایسا کیا self میں پوشیدہ ہے۔ یہ self ہے کیا؟ کون ہے جس کے سمجھنے سے آپ خدا تک پہنچ جاتے ہیں؟

شروع سے لے کر آج تک نفس کبھی in a single sentence define نہیں ہوا۔ ایک بہت بڑے صوفی کا قول تھا کہ میں آج تک دو چیزوں کی حقیقت نہیں سمجھ سکا۔ "ایک تو میں رسول ﷺ کے مراتب کبھی نہیں جان سکا اور دوسرا یہ کہ اشکالِ نفس کبھی نہیں سمجھ سکا۔" کتنی پیچیدگی ہے self میں مگر خواتین و حضرات! رسول ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے حدیثِ قدسی بھی ہے کہ اللہ جسے اپنا علم دینا چاہتا ہے اُس کی آنکھ اُس کے اوپر کھول دیتا ہے۔ ان دونوں پیغمبرانِ عظیم کی اتنی بڑی statements کے بعد جب ہم جناب علی کرم اللہ وجہہ کی یہ statement سنتے ہیں: "مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ" تو ایک حیرت انگیز بات کا احساس ہوتا ہے کہ ان تمام بیانات میں کہیں بھی اعمال کا ذکر نہیں۔ اگر خدا کی پہچان تحلیلِ نفسی میں

ہے، علومِ نفسیہ میں ہے، اپنے آپکو جاننے میں ہے تو حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان تمام میں اعمالِ ظاہرہ کا نام و نشان تک نہیں، وہ statements جو بظاہر علمائے ظاہر اور دانشوارانِ عصر بڑا زور دے دے کر تمام لوگوں کو سمجھاتے رہتے ہیں۔ وجہ صرف سادہ سی ہے خواتین و حضرات! کہ اعمال ذہن کا motive drive نہیں ہوتے۔ اعمال نتیجہ ہیں۔ اعمال آپکی اُس سوچ کا نتیجہ ہیں جو کبھی ذہن میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہو، اگر آپ روزے رکھتے ہو، تو اس کی کئی ایسی وجوہات ہیں جن کا خدا سے تعلق نہیں ہے مثلاً عبادت آباؤ اجداد سے پائی ہوئی عادت ہے۔ اگر اہلِ عرب زمانہ قدیم میں بتوں کی پرستش کرتے تھے تو اُن سے کبھی آپ پوچھ کر دیکھو کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہو، کیا تمھاری عقل تمھیں منع نہیں کرتی تو وہ صاف کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح لات منات، اور عزیٰ کے سامنے جھکتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی اسی تقلید میں عبادت کرتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ "عبادات کے متقی کا عالم وہی ہے کہ جو ایک رہٹ کے گرد چلتے ہوئے بیل یا گدھے کا ہے جو مسلسل چلتا رہتا ہے بغیر یہ سوچے سمجھے کہ میری ان عبادات کا مقصد کیا ہے"۔

دین کیا ہے؟ تمام دین اگر آپ دیکھ لیں تو حیرت سی ہوتی ہے۔ آدمؑ کی شریعت اور ہے۔ نوحؑ کی شریعت اور ہے۔ صحائفِ موسیٰؑ کچھ اور ہیں۔ صحائفِ عیسیٰؑ کچھ اور ہیں۔ یہ آپس میں متضاد نہیں ہیں، متصادم نہیں ہیں مگر کہیں دو قانون میں، کبھی ایک قانون میں ...... جب قابیل نے ہابیل کو مارا تو ایک قانون آیا۔ دنیا کا شاید پہلا قانون کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا جملہ انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے گویا جملہ انسانیت کو بچایا۔ پھر پرنس Hamorabi کا زمانہ آگیا۔ زندگی قصاص میں ڈھل گئی اور قصاص کے قوانین بننے شروع ہو گئے۔ اللہ کی طرف سے قانون دیا گیا کہ: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" (اے اہلِ عقل غور کرو تو قصاص میں زندگی ہے)۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، یہ تمام قوانین آتے رہے۔ خستہ خستہ ذہنِ

انسان mature ہوتا گیا اور ان قوانین کی قبولیت کے لیے اپنے آپکو تیار کرتا رہا مگر یہ نہ مکمل ضابطہ اخلاق تھا اور نہ مکمل ضابطہ حیات تھا حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی " (آج ہم نے آپ کا دین مکمل کر دیا اور نعمت تمام کر دی) جہاں اسلام آ گیا وہاں آخری استاد آ گیا۔ اب خدا کی طرف سے تمہیں کوئی ہدایت ملنے کی نہیں ہے۔

جہاں شریعتِ موسوی مکمل طور پر practical تھی اور مکمل طور پر ظاہرہ تھی وہاں شریعتِ عیسوی مکمل داخلی تھی مگر جب رسولِ اکرم ﷺ آئے تو ایک متوازن، ایک معتدل قانون تخلیق ہو گیا۔ ظاہرہ اور باطنہ دونوں اسباب کی حجت مقرر کر دی گئی۔ بھلا آپ خود سوچیں کہ اگر کسی نے میٹرک کے بعد پوسٹ گریجویشن کی ڈگری بھی لی ہو تو کیا وہ اپنی name plate پر میٹرک ہی لکھتا پھرے گا یا وہ B.A اور M.A لکھے گا۔ اگر تمام مذاہب اس پر غور کرتے تو انھیں علم ہو جاتا کہ جزوی تعلیم سے آگے بڑھتے ہوئے جب مکمل اور آخری تعلیم آ گئی تو خدا کیسے اسلام سے پہلے کے مذاہب کو آگے چلنے کی اجازت دیتا۔ وہ اپنے وقت میں لاگو تھے، اب آگے بڑھنے کے قابل نہیں تھے، آگے بڑھنے کے قابل صرف اسلام تھا۔ اسی لیے اللہ نے قرآن کے اندر فرمایا: "اِنَّ الـدِّینَ عِندَ اللہِ الاِ سلَام" کہ اب میرے نزدیک صرف اسلام ہی valid religion ہے مجھ تک پہنچنے کا...... پھر دوبارہ فرمایا: "وَمَن یَّبتَغِ غَیرَ الاِسلَامِ دِینًا فَلَن یُّقبَلَ مِنہُ " (اب اگر اسلام کے سوا کسی اور راستے پر چل کر میرے پاس آئے تو میں قبول نہیں کروں گا) اسلام مجبوری ہو گیا مگر کیوں؟ Basically the basic casue of religion was not کہ آپ عبادات کرتے رہیں۔ Basic cause of religion بڑی different تھی۔ وہ یہی تھی، وہ ایک قلبِ عظیم تھا جس میں انسان اپنی تنہائیوں اور وحشت میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسا بوجھ تھا جیسے صحرا میں کھڑا ہوا، اجنبی مسافر جس کو نہ منزل کا پتہ ہو نہ کسی نخلستان کا پتہ ہو اور اس کو موت و حیات میں صرف موت ہی نظر آ رہی ہو اور وہ آسمان کو بھی سر اٹھا کر بار بار

دیکھتا ہوا اور کہتا ہو: ”اے مالک و کریم! مجھے کوئی راستہ دکھا“ وہ اپنے دل سے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ کوئی ایسی قوت برتر موجود ہے جو انسان کی بے پناہ تنہائیوں کو اپنی محبت کریم سے بھرپور کر دے۔ کوئی ایسا لمحہ آئے جو اس اتنے بڑے ویرانے میں کوئی ایک کرن پیدا کر دے روشنی کی جس سے اسے منزل مل جائے۔

خواتین و حضرات! شریعتیں بدلتی رہیں مگر دین کا ایک مطلب قائم رہا، ایک مقصد قائم رہا کہ دین ہم اس کو کہتے ہیں جو بندے کو خدا تک لے جائے۔ خدا کو پہچاننا مقصدِ حیات تھا اور بندے کا خدا تک پہنچنا مقصدِ مذہب تھا۔ مذہب چاہے کسی وقت بھی آیا ہو اس کا بنیادی مقصد شریعتوں کے بدلنے کے باوجود کبھی نظر سے غائب نہیں ہوا، وہ یہ کہ بندے کو خدا تک پہنچنے کا رستہ دینا۔ مذہب رستہ ہے، منزل مقصود نہیں ہے۔ منزل مقصود اللہ ہے۔ خود خدا ہے۔ اس کے علاوہ مذہب کا بنیادی مقصد اور کوئی نہیں ہے۔ بنیادی مقصد کے بعد جب مذہب شعورِ انسان میں ڈھلتا ہے، جب آپ نے مذہب کی بنیادی ترجیح پوری کر دی تو مذہب نیچے آ کر ایسا ماحول تخلیق کرتا ہے، ایسی مجلس سنوارتا ہے، ایسا معاشرہ تخلیق کرتا ہے، جہاں ایک ایسا اچھا ماحول ہو، جہاں اگر سارے نہیں تو کسی Pyramid کی طرح، کسی احرام کی طرح اگر اس کی بنیاد میں دس کروڑ انسان خدا شناس نہیں تو کم از کم اوپر اُٹھتے ہوئے اس Pyramid کی top پر تو ایک خدا شناس کھڑا ہو، جس کو دیکھ کر سارے نچلے لوگ بھی ہدایت پائیں، درمیانے بھی ہدایت پائیں اور اوپر سے آتی ہوئی روشنی معاشرے کے ایک ایک فرد کو پہنچے۔

خواتین و حضرات! میں مکاتبِ فکر کا مخالف نہیں ہوں۔ نہ دیوبند کا، نہ بریلوی کا، نہ اہلحدیث کا، مگر ایک سوال پوچھنے کا حق رکھتا ہوں۔ اگر یہ تمام مکاتبِ فکر اپنے آپکو خدائی علوم اور مذہب کا ماہر سمجھتے ہیں تو ان کو کم از کم ایک تو خدا شناس اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ ایک خدا شناس جو ان کی top پر بیٹھا ہوا ہو اور جسے دیکھ کر گمان ہو کہ یہ فیصلہ کن شخصیت ہمیں ضرور خدا تک لے کر جائے گی مگر یہ کیا ہوا کہ صبح سے لے کر آپ شام کرتے ہو، ایک سال سے آپ ایک decade

گزار دیتے ہو، عمریں تمام کر دیتے ہو، اور خدا کے احساس سے ناشناس رہتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ("وَمَن عرَف نَفسَہُ") کہ آپ اپنے نفس کو نہیں پہچانتے۔

خواتین و حضرات! میں نے ابھی آپ کو تین اقوال سنائے، مگر ایک بات ان تینوں اقوال میں نہیں ہے۔ نفس کی پہچان کا ذکر تو ہے مگر نفس کی مخالفت کا نہیں ہے۔ نفس ہر حال میں خدا کے خلاف ہے۔ حدیثِ قدسی ہے: ''اللہ نے نفسِ انسان کی شکل میں اپنا سب سے بڑا دشمن تخلیق کیا''۔ پھر خدا نے قرآنِ حکیم میں فرمایا: ''وَاَمَّا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفسَ عَنِ الھَوٰی'' (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کی مخالفت کی۔) جس نے اللہ کے پاس پہنچنا ہے، جس نے اللہ کی مخالفت کا خیال ترک کر کے خدا کو چاہنا اور ماننا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرے یعنی دو قوانین بن گئے، ایک پہچان ہے اور دوسرا ہر حال میں اس کی مخالفت کرنا ہے...... پہلے اقوال میں پہچاننے کا ذکر ہے۔ ایک مکمل statement سے تینوں کے تینوں جو پہچانے گا وہ اس کو یقیناً اپنا دشمن جانے گا مگر کیوں خواتین و حضرات؟ نفس تو میں ہوں نفس تو آپ ہیں، نفس تو زندگی ہے، نفس تو خوراک ہے، لباس ہے، تولید ہے۔ آخر یہ مخالفت کیوں؟ اس کی ایک بنیادی وجہ ہے۔ چالیس ہزار سال پہلے تاریخِ عالم میں Ice period میں آخری دورِ برف گزرا۔ چالیس ہزار سال سے پہلے جو انسان ہمیں نظر آتا ہے، جو اسّی لاکھ سال پہلے انسان ہمیں نظر آتا ہے، جو ہمیں primates میں نظر آتے ہیں...... زمین پر رہنے والے جانوروں اور درندوں نے ایک فیصلہ کیا۔ ان میں سے کچھ نے کہا کہ ہم سوراخوں میں جائیں گے، ہم بلوں میں گھسیں گے، ہم اپنی حفاظتی جگہوں کو نہیں بدلیں گے۔ کچھ نے فیصلہ کیا کہ نہیں ہم آسمانوں کو جائیں گے۔ یہ ایک جبلی intelligence کا فیصلہ تھا۔

intelligence آپ میں اور جانور میں مشترک ہوتی ہے۔ intelligence ہر ذی حیات میں کسی نہ کسی پہلو میں پائی جاتی ہے۔ اس ذکاوتِ حس میں کچھ جانوروں نے فیصلہ کیا

کہ ہم آسمانوں کو بلند ہوں گے، ہم اوپر جائیں گے، ہم درختوں پر جائیں گے، ان میں انسان بھی تھا۔ اس ابتدائی ذہنی کاوش کی وجہ سے انسان کے اُن آباؤ اجداد نے جن کو ہم primates کہتے ہیں، یہ پہلا فیصلہ کیا۔ وہ primates ایسے ہیں خواتین و حضرات! کہ اگر آپ اُن کو خواب میں دیکھ لو تو آپ چیخیں مارتے ہوئے اُٹھ جاؤ۔ اتنی خوفناک، اور عجیب و غریب شکلیں ہیں اُن کی primates But with the all scientific survey of modern biology, we consider them the first humans. پھر آگے بڑھتے بڑھتے، ترقی کرتے کرتے لاکھوں سال کی مسافت سے آگے بڑھتے ہوئے یہ Homo Habilus میں بدلے، Homo Erectus میں بدلے۔ پھر بھی ہمیں ان میں عقل و شعور نظر نہیں آتا۔ ان میں جبلی اقدار تو نظر آتی ہیں، بدنی شعور تو نظر آتا ہے مگر عقل و معرفت کا کوئی ذرہ نظر نہیں آتا۔ پھر ایک چوتھا اور آخری برفانی دور زمین پر گزرا، آٹھ آٹھ میل گہری برف پڑی۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔ بچنے والوں میں سے ایک انسان بچ کر نکلا۔ یہ بڑا عجیب و غریب انسان تھا۔ جس age کو ہم Neolithic age کہتے ہیں، اس age سے نکلا ہوا انسان پہلے انسان کی طرح نہیں ہے۔ آپ اسے Homo sapien-sapien کہتے ہیں۔ یہ انسان آتے ہی بستیاں بسانا شروع کر دیتا ہے، میاں بیوی کے فرائض مختلف کر دیتا ہے، اپنے بچے کی حفاظت کے لیے گھروندے بنا رہا ہے، باہر کا کام آپ سونپ لیا، عورت کو گھر کا کام سونپ دیا۔ یہ تفریق غیرِ عقل ممکن نہ تھی۔ یہ وہ دور ہے جسے ورودِ آدم کا دور کہیں، جب پروردگارِ عالم نے آدم کے وجودِ روحی کو زمین پر منتقل کیا تو خواتین و حضرات! زمین پر کوئی چیز ہونی چاہیے تھی، روح کہاں بھٹکتی پھرتی۔ کوئی وجود تیار ہوتا تو اس میں آدم رکھتا...... اس لیے زمین پر جس خاکی وجود کی تعمیر ہو رہی تھی، زمین پر جو ایک انسانی وجود بن رہا تھا وہ اپنے دور سے گزر رہا تھا جس کی نشاندہی اللہ نے اس آیتِ کریمہ میں کی ہے: "هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ" (بلاشبہ انسان پر زمانے میں بڑا طویل عرصہ ایسا گزرا کہ یہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔) کوئی جرثومہ حیات

تھا،کوئی سنگل سیل تھا۔

Will Duran نے کہا کہ زندگی نے موت سے ایک معاہدہ کیا۔ معاہدہ یہ تھا کہ ہمیں موت قبول ہے مگر ہمیں ایک تسلسل اور تولید چاہیے۔ پھر وہاں کسی single cell نے multiply ہونا سیکھا اور مرنا شروع کر دیا مگر ساتھ ساتھ زندگی کا ایک تسلسل بھی شروع ہو گیا۔ پھر خدا نے کہا: ''فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا م بَصِيْراً '' ہم نے چاہا کہ اس اندھے اور بہرے جرثومے کو آگے بڑھائیں۔ ہم نے اسے سماعت دی، بصارت دی۔ وجود complicate کر دیا۔ خواتین وحضرات! یہ کسی سے مکس ہونے والا جرثومہ نہیں تھا، یہ پہلے بھی specific تھا۔ بڑے مشہور حیاتیاتی مفکر نے پچاس سال genetic پر کام کرنے کے بعد آخر میں ایک بات کہی ہے کہ پچاس برس کی تحقیق میں مجھے ایک بات پر بڑی حیرت ہوئی ہے کہ انسانی جرثومے میں کوئی تغیر نہیں آیا، صدیوں سے کوئی تغیر نہیں آیا۔ جیسے یہ پہلے تھا آج بھی ویسا ہے۔ جو صلاحیتیں پہلے دن اس میں رکھی گئی تھیں وہ صلاحیتیں آج بھی اس میں موجود ہیں۔ Human genes متغیر نہیں ہوا۔ زمانوں اور صدیوں سے گزرتا یہ ویسا ہی چلا آتا ہے مگر خواتین وحضرات! اس کا پھر اللہ نے مقصد متعین کیا۔ یہ ایک بڑی عجیب سی بات تھی کہ آسمانوں میں اللہ عبادت سے تنگ تھا۔ اللہ عبادت بعجز سے تنگ تھا۔ directions دے دے کر عبادت کرا رہا تھا۔ ملائکہ کو کوڈ آف ایکشن دی ہوئی تھی۔ تنگ آ گیا تھا۔ ہر مخلوق کو اس نے ایک کوڈ دی ہوئی تھی۔ ان کو choice نہیں تھے۔ پھر اللہ نے سوچا کہ ایسی مخلوق پیدا کرے، ایسی مخلوق جس کو میں artificial intelligence دے دوں، فیصلہ کرنے کی صلاحیت دے دوں۔

ابھی تو یہ حال ہے کہ آسمان ارواح کے بے شمار لشکر سے بھرے پڑے ہیں۔ زمین ایک ارب مخلوقات سے بھری پڑی ہے مگر ان سب کے بارے میں اللہ کا ایک ہی کہنا ہے کہ میں نے تم میں حکم ڈال دیا ہے چاہے مرضی سے آؤ، چاہےتو بغیر مرضی کے آؤ اور جیسے زمین و آسمان نے عرض کی کہ ''اے پروردگار عالم ہم میں کہاں جرأت یا انکار...... اے وقت کے مالک وخالق جو تم نے ہم

میں حکم ڈال دیا ہے ہم بخوشی اسے پورا کریں گے مگر اللہ کو یہی بات پسند نہیں۔ جو کہتا ہے کہ اُس کو خوشی سے پورا کرے گا کیا اس میں انکار کی مجال تھی؟ کیا جرأتِ انکار تھی؟ کیا choices تھے اور خدا تو بہت بڑا ہے، بہت بڑا ہے۔

؎ سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
صفا تھی جس کی خاکِ پا کی بڑھ کر ساغرِ جم سے

ایسا ماہر، ایسا خلاق کہ جس نے اپنی تخلیقات کا خود دعویٰ کیا ہوا تھا۔ "هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ" میں ہی خالق ہوں، میں ہی بنانے والا ہوں، میں تصویر کش ہوں، میں ہی تصویر ساز ہوں، میں نے ہی کائنات میں رنگ بھرے...... مگر تعریف کون کرتا؟ تعریف کے قابل وہ مخلوق تو نہ تھی جن میں حکمِ تعریف ڈال دیا گیا تھا۔ خواتین و حضرات! غور کیجئے گا، آج کے سائنس دان کو یہ مرحلہ درپیش ہے کہ وہ اپنے ان لوگوں کو Artificial intelligence نہیں دینا چاہتا۔ وہ یہ risk نہیں لے سکتا، اس کو شبہ ہے کہ اگر میں نے روبوٹس کو Artificial intelligence دے دی، ان کو نیک و بد کی تعلیم کے ساتھ ان کو اختیار دے دیا کہ جہاں نیکی کو دیکھو اس کو چاہو اور جہاں برائی کو دیکھو اس کی مخالفت کرو تو سب سے پہلے روبوٹس اٹھ کر نسلِ انسانی کو مٹا دے گا۔ اپنا حال تو ہم سب کو پتہ ہی ہے مگر اللہ بہت بڑا ہے۔ اُس کو انسان سے کوئی ڈر نہیں تھا۔ اس کو کسی بغاوت کا خوف نہ تھا۔ وہ دینے والا تھا، لینے والا نہیں تھا۔ اُس کی طاقت کو کوئی للکار نہیں سکتا تھا۔ وہ جابر و قاہر تھا۔ "وَلِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار" اس نے یہ risk لیا۔ اس نے انسان کو Artificial intelligence دے دی (کہ کون اس کی تعریف کرتا ہے۔) مگر خواتین و حضرات! یہ دونوں پہلو جب اکٹھے چلتے ہوئے آئے تو اتنی طویل مدت سے انسان جانوروں میں رہ رہا تھا تو کیا جانوروں کی خصلتیں اُس میں نہ آتیں؟ کیا صحبت کا اثر اس میں نہ آتا؟ انسان کا نفس ان جبلتوں کا مرکزی تصور ہے جو ہم میں اور جانور میں مشترک ہیں۔ نفس کی اگر کوئی تعریف ہو سکتی ہے تو وہ یہ کہ یہ ان جبلتوں کا packet ہے جو ہماری حیات کے لیے ضروری ہیں اور خواتین و حضرات دور

حاضر میں علومِ نفسات نے نفس پر بہت تحقیق کی، مگر علوم نفسات کے ماہرین خدا تک نہیں پہنچے۔ کیا یہ ایک عجیب سا تضاد نہیں ہے "I wrote a synthesis in one of the article while delivering speach at Islamic University" تو میں نے انھیں ایک جملے میں کہا کہ Psychology if applied to others is a science, if appiled to one ownself is mysticism آپ نفسیات کے اصول اپنی ذات پر استعمال کرو، دوسروں کے complexes نہ ڈھونڈو، اگر آپ دوسروں کی inferiorities کی تلاش نہ کرو، دوسروں کے احساسِ بقا کو متوازن نہ کرو۔ ذرا غور کیجئے کہ کہاں کہاں علومِ نفسیات خدا کی تائید میں اترتے ہیں اور کہاں کہاں انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاُحْضِرَتِ الاَنْفُسُ الشُّحَّ" (ہم نے تمام جانوں کو بخل جان پر جمع کیا) اور یہ بنیادی instinct ہے۔ بنیادی جبلت سے کسی کو نجات نہیں ہے۔

نفسیات والے اس نتیجے پر پہنچے کہ The only basic instinct is survival. خدا نے جب تخلیقاتِ زندگی کی تو چیونٹی میں بھی مفاداتِ زندگی رکھے۔ بلی اور چوہے میں بھی مفاداتِ زندگی رکھے۔ survival (بقا) اتنی قیمتی instinct ہے، اتنی خوفناک instinct ہے کہ اللہ نے اس پر چار حرام معطل کر دیئے: " اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ عَلَیْہِ ۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ " یہ چار حرام مطلق ہیں مگر جب جان اضطراب میں چلی جائے...... اگر تم جان کو حاصل کرنے کے لیے، قائم رکھنے کے لیے تھوڑا سا حرام کھا بھی لو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ اتنی بڑی instinct تھی کہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ:

"بھوکے کا ایمان ہر وقت خطرے میں ہوتا ہے"

مگر خواتین و حضرات! ایمان وہ شے ہے جو survival پر غالب آ جاتا ہے۔ شہید survival پر غالب آ جاتا ہے۔ صحابہ رسول ﷺ اس survival پر غالب آ گئے کہ جب دس صحابی پکڑے

گئے اور ہرقل روم کے پاس گرفتار ہوئے تو اس نے حکم دیا کہ انھیں بھوکا رکھا جائے اور جب ان کو بھوکا رکھا گیا تو ان کو سور کا گوشت دیا گیا صحابہ رسول ﷺ نے اسے نہ کھایا۔ قیصر روم خود ان کے پاس چل کر گیا، کہا کہ میں نے تمھارا قرآن دیکھا ہے۔ میرے علم میں ہے کہ تمھارے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ اگر تمھاری جان اضطراب میں چلی جائے تو تم حرام کھا سکتے ہو مگر صحابہ رسول ﷺ نے کہا، ہاں، ہمیں پتہ ہے کہ ہمیں اجازت ہے مگر ہم عام لوگ نہیں ہیں، ہم اصحاب محمد ﷺ ہیں اس لیے ہم یہ نہیں کھا سکتے۔

خواتین و حضرات! یہ وہ instinct ہے جو complicate ہو کر آپ کی زندگی میں مقام کا باعث بنتی ہے۔ تولید کا باعث بنتی ہے۔ survival وہ جبلت ہے جو خدا کی پرواہ نہیں کرتی۔ survival وہ جبلت ہے جو ثمر دے آشنا ہوتی ہے۔ حضرت امام محمد بن احمد الغزالی نے کہا کہ "آخری چیز جو سینہ انسان سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے"۔ ذات کی تعزز کی خواہش، شہرت اور عزت کی خواہش، بڑا ہونے کی خواہش ...... یہ جبلت پتہ نہیں کتنی complicated ہے کہ مرتے دم تک بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑتی، عزت اور بزرگی کی خواہش آپ کی جان نہیں چھوڑتی۔ محبت ایک ایسی خواہش ہے کہ محبت میں الجھا ہوا انسان خدا کی شناخت نہیں کر سکتا، اسی لیے قرآن حکیم نے صاف طور پر کہا: "تم مجھے نہیں پا سکتے ہو جب تک تم اپنی محبتیں میرے لیے قربان نہ کرو"۔ "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" (تم میری محبت حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ میرے لیے اپنی محبتوں کو قربان نہ کرو)۔

خواتین و حضرات! یہ کیس یا بائیس جبلتیں ہیں، ان کے پیکٹ کو نفس کہتے ہیں۔ نفس جو ہر صورت اپنے آپکو زندہ رکھنے پر آمادہ ہوتا ہے، نفس جو ہر صورت برتری کا خواہاں ہے، نفس جو ہر صورت آپکو آگے بڑھنے سے روکتا ہے، نفس جو زندگی سے باہر جانے کا خواہش مند نہیں ہوتا، وہ طبیعات سے مابعد الطبیعات کو جانے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے ایک معزز بزرگ کو ایک بات کہتے ہوئے سنا، بازار میں چل رہے تھے تو کسی نے کہا کہ صاحب اب تو

خدا کا خیال کرو۔ اُس نے جواب میں کہا کہ ہم تو بھائی دنیا کے لیے پیدا ہوئے ہیں، ہمیں دنیا کا خیال کرنا ہے تم خدا کا خیال کرلو۔ خواتین وحضرات! یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے عقل ختم ہو جاتی ہے۔ عقل جو خدا کی نعمت ہے جسے جب اللہ نے تخلیق کیا تو کہا کہ مجھے چل کر دکھا، جب وہ چلی تو اللہ نے کہا کہ میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے پھر تحفۃً انسان کو بخشی۔ اس کا صلہ آدمیت تھا، اس کا صلہ اشراف بنانا تھا، احسنِ تقویم تھا، غلبۂ حیات تھا مگر یہ عقل اُس وقت ضبط ہو جاتی ہے جب یہ جبلی دباؤ میں آتی ہے۔ جب تک آپ اس کا analysis نہیں کرو گے اور "مَن عَرَف نَفْسہٗ" کا واحد مطلب یہی ہے کہ اس سے پہلے اگر آپ اپنے مقاصد کا تعین کرلیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے مقاصد میں خدا ہے ہی نہیں۔ کیوں نہیں؟ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن ودل میں اپنی کوئی خواہش نہیں رکھی؟ فرق صرف اتنا ہے خواتین وحضرات کہ یہ جو کمپیوٹر ہے، ذہن کمپیوٹر کی طرح ہے۔ یہ آپ کو وہ بات نہیں بتا سکتا جسکا data آپ نے اس میں feed نہیں کیا۔ اگر آپ نے جنگِ پلاسی نہیں پڑھی تو یہ پلاسی کا سن نہیں دے سکتا۔ اگر آپ نے اس میں کوئی data feed نہیں کیا تو یہ آپ کو اسکا نتیجہ یا مطلب نہیں بتا سکتا۔ ذہن کے data میں اللہ نے ایک inherent صلاحیت رکھی ہے، تمام انسانوں میں رکھی ہے، تمام ذی حیات میں یہ ایک صفت رکھی ہے۔ ذہنِ انسان نے ایک فلسفۂ ترجیحات رکھا ہے مگر ہوتا کیا ہے خواتین وحضرات کہ ہم اپنی فوری ترجیحات کے قیدی ہو جاتے ہیں۔ ہم پابند ہو جاتے ہیں اُن فوری ترجیحات میں جو day to day ہیں week to week ہیں، year to year ہیں، five to five years planning ہیں مگر پوری زندگی کی ترجیح کو فراموش کر دیتے ہیں۔ پوری زندگی کی ترجیح صرف ایک ہی ہے جو قرآن حکیم میں اللہ نے آپکو بتا دی کہ تمام عرصۂ حیات سے گزرنے کے بعد پوری عقل میں نے آپ کو اس لیے دی...... رزق کے لیے نہیں دی، بچوں کے لیے نہیں دی، بیوی کے لیے نہیں دی، خاوند کے لیے نہیں دی، پوری زندگی: "زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ" میں نے انسان کو شہوات سے رونق دی ہے، ترغیبات دی ہیں۔ "مَن

النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ" عورتوں، مردوں، بچوں سے، "مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ" سونے اور چاندی سے "وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ" گھوڑے اور گاڑیوں سے رونق دی ہے۔

اگر پوری زندگی کا مقدمہ لے لیا جائے، تو انہی possessions میں ساری زندگی گزرتی ہے۔ ان possessions کو خدا شہواتِ دنیا قرار دیتا ہے۔ پھر مقصدِ حیات کیا رہ گیا؟ تو اللہ کا کہنا یہ ہے خواتین و حضرات کہ نفس کے اشتباہ سے وہ شخص بچتا ہے کہ جو اللہ پر یقین رکھتا ہے اور اس سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے۔ "ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" متاعِ حیات کا سودا متاعِ حیات سے کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ نفس خراب کار اس میں حائل ہوتا ہے۔ یہ آپ کو blindly affect دیتا ہے۔ آپ کو اندھا کرتا ہے۔ اشتباہ میں ڈالتا ہے۔ مستقبل کے بارے میں آپ کو مشتبہ کر دیتا ہے۔ شک و شبہ نفس کی کیفیت ہے، تجسس اس کی کیفیت ہے، غیبت اس کی کیفیت ہے۔ یہ ساری جبلتیں مل کر اللہ کا ایک بڑا طاقتور دشمن create کر دیتی ہیں جسے ہم نفس کا نام دیتے ہیں۔ اسکا analysis کی agetations بے شمار ہیں۔ جیسے شطرنج کے شاید مہرے تو بتیس ہونگے، مگر چالیں ایک ارب ہیں۔ جبلتیں بائیس ہیں مگر جب یہ interact کرتی ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ ملتی ہیں تو چھوٹی چھوٹی باتیں، چھوٹے چھوٹے المیے create کرتی ہیں۔ تمام انسان اگر ساری زندگی نفس سے لڑتے رہیں تو بھی وہ اس پر غالب نہیں آ سکتے مگر جیسے حضرت یوسفؑ نے فرمایا: "وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ" (میں نہیں پاک کہتا اپنے نفس کو بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے) "اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ" (مگر جس پر میرا ربّ رحم کرے) "اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (یوسف ۱۲:۵۳)(بے شک میرا ربّ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) تو کیوں نہ اس کے نام کی تسبیح کرو: "اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" یہ اللہ کی بے پناہ بخشش، بے پناہ رحم کا نام ہے، جو لوگ "اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" کی تسبیح کریں، جیسے آپ کے ایک معزز پیغمبر نے آپ کو بتائی ہے تو اشکالِ نفس کو دور

کرنے کے لیے یہ تسبیح اکسیر ہے۔ "اِنَّ رَبِّی غَفُورٌ رَّحِیم" بے شک میرا رب بہت زیادہ بخشنے والا اور بے انداز رحم کرنے والا ہے اور اس ظالم فریب کار نفس کے چنگل سے اگر مجھے کوئی بچا سکتا ہے تو میرے غیب کا یقین مجھے بچا سکتا ہے۔

خواتین و حضرات! ایک بہترین سودا کار عقل آپ کو نفس کے عذاب سے بچا سکتی ہے۔ ایک اچھا business mind آپ کو نفس سے بچا سکتا ہے۔ وہ جو سیانا بندہ ہے، جو local temper کا نہیں ہے، جو چھوٹی چھوٹی ترجیحات میں گم نہیں ہوتا وہ جو اپنے آپ کو صاحبِ علم سمجھتا ہے اور انسان پر خدا کا تمام انحصار عقل کی بنیاد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو پسند نہیں کرتا بلکہ بڑی حقارت سے اس کا ذکر کرتا ہے کہ عقل و معرفت، سوچ و سمجھ دینے کے باوجود وہ لوگ جاہل ہیں۔ خداوندِ کریم نے ان لوگوں سے بڑی ہی نفرت کی ہے، بلکہ اپنی اُس صفتِ عالیہ کی تحقیر جانتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس نے انسان کو معزز کیا، حسنِ تقویم بنایا، شرفِ خلاقیت بخشا اور فرمایا: "اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِینَ لَا یَعْقِلُونَ" بے شک میرے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں...... (انسان نہیں بلکہ دآبۃ کہا کہ بدترین جانور وہ ہیں) جو سوچتے سمجھتے نہیں ہیں اور اندھا دھند میری آیات پر گرتے ہیں جو غور و فکر نہیں کرتے۔" خداوندِ کریم نے اس نفسِ خراب کار کا توڑ اپنی اس دی ہوئی عقل میں رکھا، اُس معرفت میں رکھا۔ وہ عقل جسکو آپ وسیع تر کرو گے، اگر آپ اچھے business man ہو تو جب آپ کائنات کو دیکھو گے تو آپکو یہ زندگی بڑی مصروف نظر آئے گی، بڑی ہی مصروف نظر آئے گی غور تو کیجئے ذرا کہ آپ کے اُدھر Trillion years of life ہے۔ ارب ہا ارب سالوں کی زندگی سے آپ چل کر آئے ہو، ارب ہا ارب سالوں کی زندگی آپ کے سامنے ہے اور آپ کو ملا کیا ہے؟ ستر برس، اسّی برس، سو برس، کیا برا سودا ہوگا کہ اگر میں اسّی برس کے لیے اپنی بے کراں، کھرب ہا کھرب کی زندگی کو ignore کر دوں تو یہ کیا بُرا سودا ہوگا۔

جبلت اور عقل میں بس یہی فرق ہے خواتین و حضرات! کہ جبلت ایک چھوٹے سے

معمولی سے فائدے پر آپ کو مرتکز کر دیتی ہے اور عقل آپکو بے پناہ فوائد کی خبر دیتی ہے جو مستقبل میں ہے۔ جو یہ فرق جان جائے اور جو خدا پر یقین رکھتا ہے اور معاف کیجئے گا خدا پر یقین کوئی بھی نہیں رکھتا اس لیے کہ وہ اعتقاد در خور اعتنا نہیں ہوتا جس پر آپ نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ اگر آپ کو اللہ پر اعتقاد ہو تو آپ تعویذ پر کیسے اعتقاد رکھو گے۔ اگر آپ کو خدا پر یقین ہے تو پھر جادو اور سحر پر کیسے اعتبار رکھو گے۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے، اگر آپ کو یقین ہے کہ موت و حیات اس کے قبضے میں ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ اوّل و آخری سانس وہ دیتا ہے، اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ مرض دیتا ہے، وہ شفا دیتا ہے، اگر آپکو یقین ہے کہ زندگی کے ہر لمحے میں وہ آپ کی حیات میں دخل دیتا ہے، آپ کو اچھی بُری خبر دیتا ہے، بچے، بیویاں اور خاوند دیتا ہے تو پھر بھی آپ اس کی تمام قوتوں کو بانٹ دیتے ہو۔ کبھی کسی تعویذ ساز کے حوالے کر دیتے ہو، کبھی کسی جادوگر کی قوت کے حوالے کر دیتے ہو۔

خواتین و حضرات! آپ اشرافِ عرب سے مختلف تو نہیں ہیں۔ آپکا خیال تھا کہ اہلِ مکہ اللہ کو نہیں مانتے تھے، آپ یقین جانیں کہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ وہ اللہ کو بہت مانتے تھے۔ بنو ابراہیم تھے، کیسے اللہ کو نہ مانتے، وہ تو بہت مانتے تھے، بات بات پر اللہ کہتے تھے، حتیٰ کہ آپ یقین جانیں کہ وہ مشرک عرب جو ابرہہ کے لشکر کو لے کر آیا تھا، ان کو گائیڈ کرتا ہوا کعبہ تک لایا تھا، جب کعبہ کے سامنے آیا تو اس نے اس مہابت سے اجازت مانگی کہ میں نے دو باتیں کہنی ہیں اور ہاتھی کے کان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے ہاتھی تُو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ اس بنو ابراہیم کے اللہ کا گھر ہے، تُو جانتا ہے کہ یہ خدا قادرِ مطلق کا گھر ہے، اب اگر تو نے کوئی گستاخی کی تو وہ اللہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ ان کا یقین و اعتماد اللہ پر تھا۔ مگر وہ کہتے کیا تھے؟ خواتین و حضرات! جو exactly آپ آج کہتے ہو۔ جی! اللہ کو ہم مانتے ہیں مگر دیکھو تعویذ کا اثر بھی ہوتا ہے۔ کیسے اثر ہوتا ہے؟ جب آپ کو اللہ نے ایک بات سمجھا دی: " وَمَن يَعۡشُ عَن ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ " (جو رحمان کے ذکر سے غافل ہوا۔) "نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰناً " ہم اُس پر ایک شیطان کو غلبہ دیتے ہیں۔

"فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ" (اور وہ اس کے قریب رہتا ہے۔) اصول بتا دیا کہ جب تم اللہ کے ذکر سے غافل ہو گئے تو شیطان تم پر ضرور غلبہ پائے گا اور اس سے بڑی بات اور کیا ہے جو اے اہل عرب تم کہتے ہو کہ بھلا سارے کام اللہ کیسے نبھاتا ہے اس کو کچھ assistants بھی چاہئیں۔ اللہ بے چارہ assistants مانگتا ہے......

ایک بہت بڑے T.V. عالم نے کہا تھا کہ میں ابابیلوں پر یقین نہیں رکھتا۔ ہو سکتا ہے کوئی بڑا مرض پھیلا ہو جس سے ابرہہ کا وہ لشکر مر گیا ہو، ابابیلوں پر مجھ کو یقین نہیں ہے۔ میں سوچتا تھا، یار! اسکا اللہ کے بارے میں کیا خیال ہو گا۔ یہ کوئی Next door neighbour سمجھتا ہے خدا کو کہ اتفاقاً جس کی لاٹری نکل گئی اور جو "اللہ" بن گیا ہو، اتفاقاً دنیا سے گزر کر آسمانوں میں اس کو کوئی jack pot مل گیا ہو کہ اس نے زمین و آسمان بنا دیئے۔ خدا کے بارے میں ہمارا ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے عالموں کا تصور اتنا ناقص ہے کہ وہ عذاب قبر نہیں مانتے۔ کیوں جی؟ آپ ان سے پوچھو، کیوں نہیں مانتے ہو؟ کیا اللہ عذاب قبر نہیں کر سکتا؟ کیا اپنے رسول ﷺ کو آسمان تک نہیں لے جا سکتا؟ کیونکہ وہ "اللہ" کو "اللہ" نہیں سمجھتے، وہ اللہ پر اپنی ذات کا گمان کرتے ہیں۔ چونکہ میں، بندے کو آسمان تک نہیں بھیج سکتا تو اللہ کیسے بھیج سکتا ہے؟ وہ آخر ہے تو میری طرح ہی نا...... کہیں آس پاس بیٹھا ہو گا۔ اتفاق سے اس کی شان بن گئی، وہ "اللہ" بن گیا۔ یہ وہ تکبرات ذہن ہیں جو خدا کی پہچان میں حائل ہوتے ہیں۔ یہ نفسی تکبرات ہیں، یہ وجاہت طلب انسان کے تکبرات ہیں مگر خواتین و حضرات! ان لوگوں کا مطالعہ بھی proper نہیں ہوتا، ان لوگوں نے اس وقت کی تعلیم بھی حاصل نہیں کی ہوتی۔ فرض کیجئے کہ آج کا ایک شخص کہے کہ دریائے نیل نہیں پھٹا تھا، ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ آج کا کوئی جدید مفکر اٹھ کر کہے کہ میں نہیں مانتا، نیل میں کچھ بھی نہیں ہوا تھا مگر خواتین و حضرات پندرہ سو یا دو ہزار سال بعد میں ایک فرد واحد ہوں جس کی رائے ہے کہ نیل نہیں پھٹا تھا، وہ کسی اور طریقے سے اس پر سے گزر گئے ہونگے۔ ہم تک یہ داستان پہنچی ہے کہ نیل پھٹ گیا، ہم تک داستان یہ پہنچی ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر ایسا ہوا نہیں تھا، کچھ

اور عقلی توجیہ ہوگی، کچھ اور پس منظر ہوگا۔ خواتین وحضرات! ایک بات یقین سے بتایئے گا کہ کیا موسیٰ وہاں اکیلا تھا۔ باب گنتی میں عہد نامہ عتیق میں ہے کہ جب نیل سے گزر کر یہودیوں کی گنتی ہوئی تو بارہ Tribes کی گنتی بارہ لاکھ انسانوں تک پہنچی۔ بارہ لاکھ یہودی حضرت موسیٰ کے ساتھ تھے۔ اب آپ بتایئے کہ جب حضور ﷺ کی انگشتِ مبارک سے پانی جاری ہوا تو سات سے پانچ ہزار صحابی اس وقت ساتھ تھے۔ اگر گواہ ایک آدمی ہوتا تو کوئی کہتا کہ وہ نہیں مانتا مگر مصیبت تو یہ ہے کہ بارہ لاکھ لوگوں نے شہادت دی ہوئی ہے بارہ لاکھ کی شہادت بھی اگر آپ نہ مانو تو ایک آدمی تو ایسا نکالو جس نے کہا ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔ دیکھئے نا، اگر آپ کو عقلی reason پر جانا ہے تو جہاں بارہ لاکھ eye witness موجود ہوں جو قرآن کے لفظوں کی شہادت دے رہے ہوں: "وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى" (البقرہ ۲: ۵۷) (اور ہم نے سایہ کردیا تم پر بادل کا اور اتارا تم پر من وسلویٰ۔) چالیس برس بنی اسرائیل پر بادلوں نے سایہ کیا۔ چالیس برس ان پر من وسلویٰ اتارا گیا۔ ایک بھی witness آج تک ایسا نہ ملا جس نے کہا ہو کہ ایسا نہیں ہوا تھا لیکن دورِ حاضر کا ٹی وی مبلغ کہتا ہے نہیں نہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا، وہ تو دراصل Migrating birds جب اس صحرا سے گزرتے تو صحرا کی گرمی سے مر کر نیچے گر پڑتے تھے اور بنی اسرائیل ان کو کھا لیتے۔ یا پھر ان میں سے کوئی ایک شہادت آ نکل جاتی کہ ایسا تو ہوا ہی نہیں کہ صحرائے سینا سے گزرتے ہوئے ہمارے سر پر بادلوں کا سایہ ہو، ہم تو گرمی میں جلتے سڑتے رہے...... یا پورے اعراب میں سے جو پہاڑوں پہ چڑھے ہوئے ابابیلوں کا آنا دیکھ رہے تھے، کوئی کہہ دیتا کہ ایسا نہیں ہوا۔

خواتین وحضرات! یہ ہماری جبلت ہی ہے کہ ہم خدا کے حریف بن جاتے ہیں۔ ہم ان باتوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا کی قوتوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ عیسیٰ کا پیدا ہونا ہو یا حضرت زکریاؑ کے گھر حضرت یحییٰ کا پیدا ہونا ہو، ہم ان تمام خارقِ عادت چیزوں پر اس لیے اعتراض کرتے ہیں کہ ہماری محدود عقل میں reason نہیں آتی اور اگر فرض کرو کہ reason

نہیں آتی تو ہم صبر نہیں کرتے، ہم اتنا صبر بھی نہیں کرتے کہ ہماری عقل میں reason آئے اور ہم چیزوں کو پہچان سکیں۔ ہم فوری طور پر اپنی عقل کو مکمل جانتے ہوئے ان آیاتِ الٰہی پر فیصلہ دیتے ہیں اور خواتین وحضرات! اسی لیے پروردگارِ عالم نے ان بدکار یہودیوں پر دو الزام لگائے ہیں جن کے نفسی اشکال اتنے مضبوط تھے جو آج بھی بعینہٖ آپ کے ہاں ہو رہا ہے پہلا یہ کہ: "ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ م بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ" ان کی عقل انھیں سکھاتی تھی کہ اپنے مقاصد اور شہواتِ دنیا حاصل کرنے کے لیے وہ تھوڑا سا آیات کا مطلب twist کر دیتے، ایک نقطہ ڈال دیتے تھے، تھوڑا سا مطلب بدل دیتے تھے۔ دوسرا یہ کہ: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا"(بقرہ۲: ۱۵۹) اصلی آیات کتاب میں سے چھپا جاتے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ یہودیوں کی عادت ہے کہ یہ دنیاوی منصب اور تکبراتِ ذات کے لیے، اپنے نفسی اشکال کے لیے یہ آپ کے سامنے اپنی کتاب تورات کو چھپا جائیں گے اور وہی ہوا۔ جب وہ لوگ آئے اور پوچھا گیا کہ یہ آیات تمہاری کتاب میں ہیں تو انھوں نے کہا نہیں ہیں۔ پھر عبداللہ بن سلامؓ باہر نکلے اور فرمایا: "کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ کیا فلاں فلاں آیت تورات میں موجود نہیں ہے"۔ خواتین وحضرات! خدا نے یہ دو الزام ان پر لگائے۔ ایک تو آیات کا مفہوم تبدیل کر دیا اور دوسرا اسکو چند روپے پیسوں کے لیے بیچ دینا، چند ٹکوں کے لیے بیچ دینا۔ خواتین وحضرات آپ سے ایک بات کر رہا ہوں کہ جو عالم اپنے آپ کو بڑا نیک، بڑا پرہیزگار، بڑا معتبر سمجھ کر ٹی وی پر جاتا ہے، دین کی تبلیغ کے لیے جاتا ہے اللہ کے کام کے لیے جاتا ہے تو تھوڑے عرصے کے بعد اسکو کہا جاتا ہے، چاہے کتنی ہی اللہ کی معتبر بات کہی جا رہی ہو، ذرا ٹھہرو! ایک تھوڑا سا اشتہار فلاں خاتون کا لگا لیتے ہیں، پھر واپس آتے ہیں۔ تو کیا آپ سمجھتے ہو کہ اس ٹی وی کا مقصود وہ لیکچر ہوتا ہے یا اس ٹی وی کا مقصد بنیادی طور پر وہ اشتہار ہوتا ہے جو نہ کسی صدر کے لیے بند ہوتا ہے، نہ کسی مبصر عمران خان کے لیے بند ہوتا ہے، نہ بے نظیر کے لیے بند ہوتا ہے اور نہ خدا اور اس کے رسول کے لیے بند ہوتا ہے۔ یہ عالم یہ توہین مراتب کیسے قبول کرتے ہیں؟ مگر ان کو اپنی

حبِ جاہ عزیز ہوتی ہے، ان کو اپنی شہرت عزیز ہوتی ہے۔

خواتین و حضرات! نفس کے یہ اشکال خفیہ ہوتے ہیں۔ ایک کو exhibition کہتے ہیں۔ ایک کو narcissism کہتے ہیں۔ ایک خود پسندی کے ضمن میں آتا ہے اور ایک خود نمائی کے ضمن میں آتا ہے اور بڑے سے بڑا معتبر عالم بھی اس سے بچا ہوا نہیں۔ یہ تو وہ تسخر بن جاتا ہے اور وہ بے عقل لوگ اتنا سارا علم رکھنے کے باوجود اپنی بے پناہ اور وسیع تر زندگی کا سودا ان ستر سالوں کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ ہم اسے کیسے عاقل مان لیتے ہیں؟ کیسے ہم انھیں دانشور مان لیتے ہیں؟ اسی لیے نفس کے اشکالات کو سمجھنے کے بعد، اپنی inferiority کو clean کرنے کے بعد...... ہمارے معاشرے میں ہر بندہ کسی نہ کسی احساسِ کمتری کا شکار ہے۔ اور ہم ہر دوسرے بندے میں احساس کمتری ڈھونڈتے ہیں۔ ہم دوسروں کا تجزیہ کرنے میں تو بڑے مخلص ہیں مگر خواتین و حضرات! جب ہماری اپنی بات آجائے تو ہمارے اپنے fears اور frustrations بالکل سلامت رہتے ہیں جیسے ہماری خواتین، جیسے ہمارے نوجوان کہ خدا کی قوتوں کو بانٹتے ہیں۔ جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ اہلِ عرب اللہ کو مانتے تھے، جانتے تھے مگر کہتے تھے کہ ایک اللہ سارے کام کیسے سرانجام دے سکتا ہے، چلو کچھ دیویاں کچھ کام لات، منات، عزیٰ، یہ خدا کی تین بیٹیاں کر لیں گی۔ خدا کی قوتوں کو تقسیم کرنا اور نفس کا درمیانی اشکال تخلیق کرنا توحید کے ضمن میں سب سے بڑا خوف زدہ کرنے والا دعویٰ تھا۔ حدیث رسول ﷺ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ پوچھا گیا یا رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہونگے؟ فرمایا: "جو فال نہیں لیں گے، جو شگون نہیں لیں گے"۔ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ نہیں کہیں گے کہ بلی راستہ کاٹ گئی ہے، جو یہ نہیں کہیں گے کہ دروازہ ہوا سے بند ہو گیا، برا شگون ہے، جوتی الٹی ہوئی ہے تو کوئی نیا ثواب نہیں ڈھونڈیں گے۔ جن کا اللہ پر نفع اور نقصان کا، خیر اور شر کا اتنا مکمل اعتبار ہو گا کہ جب کوئی ایسی کیفیت ان کے دل پر وارد ہو گی اور ضرور وارد ہو گی اس لیے کہ: اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِن "دنیا عیش و عشرت کے لیے نہیں ہے۔ یہ ڈرائنگ روم نہیں ہے۔

اس میں مشقت ہے۔ اس میں مصیبت ہے۔ اس میں کچھ آزمائش ہے "مُستَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِین" اس میں تمہارا کچھ فائدہ ہے، کچھ تمھاری آزمائش ہے۔ مگر جب تم پر مصیبت آئے، تم پر ایسی کیفیت وارد ہو: "وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقصٍ مِّنَ الاَموَالِ وَالاَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِینَ o اَلَّذِینَ اِذَا اَصَابَتھُم مُّصِیبَۃٌ" تو پرچہ امتحان میں یہ لکھنا: "قَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُون" کہ نہ کسی جادوگر کی وجہ سے، نہ کسی بے چاری ہمسائی کی وجہ سے، نہ کسی دور افتادہ بدتمیز عزیز کی وجہ سے بلکہ تمام الم، تمام مصیبت، تمام رنج مجھ پر میرے اللہ کی وجہ سے ہے اور وہ میرا ظرف دیکھ رہا ہے اور وہ میری تحصیلِ علم دیکھ رہا ہے، میری تحصیلِ اخلاق دیکھ رہا ہے، میرا اعتبار و یقین دیکھ رہا ہے اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز اس سفر میں پورا اتروں گا:

"اَلتَّآئِبُونَ العٰبِدُونَ الحٰمِدُونَ" (توبہ ۹ : ۱۱۲)

(توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، تعریف کرنے والے)

میں خدا کی طرف آؤں گا، عبادت کرتا ہوا، اس کی حمد کرتا ہوا اور میں کہوں گا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُون" اے مالک و کریم میرے نفس کے سارے اشتباہ غلط اور جھوٹے ہیں۔ یہ شکوک اور اوہام غلط ہیں۔ یہ تمام مصیبتیں اللہ کی وجہ سے آئی ہیں اور یقیناً اسی طرف پلٹ جائیں گی، اور تو اسے قائم نہیں رکھے گا، تو کسی بھی مصیبت کو مجھ پر قائم نہیں رکھے گا اس لیے کہ تو نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے: "تِلکَ الاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَینَ النَّاسِ" (ہم لوگوں پر ایک جیسے دن نہیں رہنے دیتے) اچھے بُرے ایام بدلتے رہتے ہیں۔ خیر و شر سے آزماتے ہیں اور کسی کو شر کے تحصل سے آزماتے ہیں، کسی کو instigation سے آزماتے ہیں، کسی کو غصہ اور نفرت سے آزماتے ہیں۔ ہم جبلی اقدار کے مخالف کھڑے ہیں اے بندگانِ خدا......! یہ یاد رکھنا کہ ہم جبلی اقدار کے مخالف کھڑے ہیں۔ ہمارا راستہ نفس کے خلاف جاتا ہے۔ شیطان تمھارے دل پر، اس سرزمینِ نفس پر کاشت کرتا ہے۔ ہم اسے نفرت مہیا کرتے ہیں۔ ہم اسے ذلت مہیا کرتے ہیں، یہ ہم پر کاشت کرتا

ہے۔ ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ میں عذاب نہیں دیتا: "مَا یَفعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُم" (ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں۔) اے بندگانِ خدا! سوچو! اللہ کیا کہہ رہا ہے کہ مجھے کیا پڑی ہے کہ میں عذاب دوں، میں عذاب دینے والا نہیں ہوں بشرطیکہ "اِن شَکَرتُم وَاٰمَنتُم" (اگر تم شکر والے ہو اور مجھے ماننے والے ہو) مجھے تقسیم کرنے والے نہیں ہو، مجھے بانٹنے والے نہیں ہو، میری قوتوں کو تقسیم کرنے والے نہیں ہو، اگر تم مجھے صحیح طرح اللہ ہی مانتے ہو، تو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ: "مَا یَفعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُم" مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں، اگر تم واقعتاً مجھ پر ایمان رکھتے ہو "وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیمًا" ہم تمہارا شکر بھی قبول کرتے ہیں۔ تمہارے مصائب بھی دور کرتے ہیں۔ "اَمَّن یُّجِیبُ المُضطَرَّ اِذَا دَعَاہُ" مضطرب کی اضطراب میں دعا بھی سنتے ہیں۔ "وَیَکشِفُ السُّوٓءَ" تمہاری برائی کی گرہیں بھی کھولتے ہیں۔ تمہیں تمہارے مصائب سے بھی release کرتے ہیں۔ "وَیَجعَلُکُم خُلَفَآءَ الاَرضِ" اور زمین پر تمہیں عزت اور استحکام بھی بخشتے ہیں مگر نقص صرف یہ ہے کہ تمہاری جبلت کی ترجیحات غلط ہیں۔ تمہاری دنیاوی نفس کی ترجیحات غلط ہیں۔ بجائے اس کے کہ تم ہمیں ترجیحِ اوّل قرار دو: "ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ" اللہ ہی ہے جو تمہارے مصائب کا علاج کرتا ہے۔ "قَلِیلًا مَّا تَذَکَّرُونَ" (مگر تم اسے یاد بہت کم کرتے ہو۔) خواتین و حضرات! نفس کی تمام بلاؤں کا توڑ ایک ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ شیطان تمہارے دائیں سے آئے گا، بائیں سے آئے گا، ہر طرف سے تمہیں ورغلائے گا، ہر طرف سے تمہیں دھوکہ دے گا مگر ایک چیز آپکو بچائے گی، جو اللہ کا وعدہ ہے کہ چاہے نفس کتنی ہی ترغیبات تمہیں دے، میرے ان بندوں کو نہ شیطان نہ نفس بہکا نہیں سکے گا: "اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ المُخلَصِین" جو میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص رکھتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جو میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص رکھتا ہے، نہ ان کو شیطان بہکا سکتا ہے نہ ترغیباتِ نفس بہکا سکتی ہیں۔ جب آپ اپنی نگرانی کرو گے، جب آپ اپنے آپ کو watch کرو گے اور watch صرف ایک بڑی بات پر کرنا ہے۔

دوزخ بڑی مشکل ہے مسلمان کے لیے جنت بڑی آسان ہے......رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا بندوں پر ایک حق ہے اور بندوں کا اللہ پر ایک حق ہے۔ پوچھا گیا: "یا رسول ﷺ اللہ وہ کیا حقوق ہیں"؟ فرمایا: "جب آپ اُس کو اللہ مانو تو اس میں کسی کو شریک نہ کرو"۔ اس کی قوتوں میں کسی کو حصہ دار نہ بناؤ، اپنے جیسے چھوٹے اور کمزور انسانوں کو خدا کا حریف نہ بناؤ۔ جب تم اللہ کو اللہ کی طرح مانو تو تمھارا حق ہے اللہ پر کہ وہ تمھیں عذاب نہ دے اور دوزخ میں نہ جانے دے۔ جس نے دل سے ایک مرتبہ لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہہ دیا اس کے جسم اور اس کے خیال پر دوزخ کی آگ حرام کردی گئی۔ کتنا آسان ہے جنت میں جانا۔ یہ فریبِ نفس بہت طاقت ور ہے مگر جب آپکو اللہ سے انس ہوگا، اللہ سے محبت ہوگی تو یہ نفس آپکو تخریب کاری میں نہیں ڈال سکے گا۔ یہ بدترین کوششوں کے باوجود بھی آپکو damage نہیں کرسکے گا۔

عقل ایک ہی بات سکھاتی ہے کہ خسارے کا سودا نہ کرو۔ ستر سال کے عوض ستر کھرب سالوں کا سودا نہ کرو۔ عقل آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ زمین سے نکلنا چاہتی ہے۔ اس مصنوعی قید خانے سے نکلنا چاہتی ہے۔ عقل آپکو سکھاتی ہے کہ یہ منزل نہیں ہے۔

یہ زندگی اک سفر کا وقفہ ہے
اور آگے چلیں گے دم لے کر

"مُستَقَرٌ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِین" اس چھوٹے سے وقفے میں سلامتی، عقل کا باعث صرف اور صرف خدا کی محبت ہے۔ "فَاذکُرُوا اللہَ کَذِکرِ کُم اٰبَآءَ کُم" اللہ کو ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤاجداد کو یاد کرتے ہو، "اَو اَشَدَّ ذِکرًا" ذرا زیادہ یاد کرو تا کہ اللہ کو معلوم ہو کہ میرا بندہ ہر خواہشِ بدن اور نفس کے باوجود مجھے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ اگر آپ نفس کی اس تخریب کاری سے بچ نکلے اور اللہ آپکے ہاتھ سے نہ گیا: "مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ" تو خدا آپ کی دہلیز پر ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

سوال و جواب

سوال: جبلتیں تبدیلی کے مراحل سے گزرتی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ عقل اور جبلت میں توازن قائم ہو جائے اور انسان اللہ کو پہچان لے جس میں اس کی نجات ہے یا ناممکن ہے؟

جواب: جبلت ایک جنگلی جانور کی طرح ہوتی ہے۔ یہ مرتی نہیں ہے۔ بہت ساری ایسی باتیں اور ایسے دعوے جو تصوف کے ضمن میں لوگوں نے کئے کہ نفس مر گیا یا مار دیا، اس قسم کے تمام دعوے صرف خرافات کے ضمن میں آتے ہیں مگر نفس مہذب ہو سکتا ہے، ایک ایسے جنگلی درندے کی طرح جسکو آپ گھر لاتے ہو، trained کرتے ہو، رفتہ رفتہ اسکو سبق سکھاتے ہو، یہ دیکھیں کہ مشرقی civilization میں حجابات کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں آپس میں کس قدر خدشات ہوتے ہیں، کتنے خوف ہوتے ہیں، کتنی وحشتیں ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس جب آپ کسی یورپی معاشرے کو دیکھتے ہو تو Free mixing کی وجہ سے اور بہت سے ایسے problems نہ ہونے کی وجہ سے جو آپ کو اس معاشرے میں پیدائشی لاحق ہوتے ہیں جو بعض اوقات غیر فطری اور غیر مذہبی بھی ہوتے ہیں اور نا آگہی اور uneducation کی وجہ سے بھی ہم لوگ self کی جبلت کے lowest level پر ہوتے ہیں جو مغربی society میں نہیں ہوتے اور وہ ہمیں اپنے سے زیادہ free لگتے ہیں مگر جب وہ excess میں جاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ Excess of freedom کی وجہ سے physical sex کی وہاں اتنی بھرمار پڑ گئی ہے کہ لوگ natural means سے آگے نکل گئے ہیں۔ وہاں جبلت free ہے اور یہاں جبلت زیادہ مقید ہے تو ان دونوں صورتوں میں آپکو جبلت نقصان دے گی۔ ایک طرف جبلت آپکو اکساہٹ، جرائم، غلط روش، غلط سوچوں پر اور ایک جبر پر آمادہ کرتی ہے اور دوسری طرف یہ جبلت total freedom میں خدا اور رسول تو بڑی دور کی بات ہے وہ انسانی شرف سے بھی گریزاں ہے اور جس قسم کے وہ اخلاق اور کردار تخلیق رہی ہے اس پر خود اب اہلِ یورپ کو بھی شرم آنی شروع ہو گئی

ہے حتیٰ کہ وہ امرد پرستی کے ضمن میں جائیدادیں دینا شروع ہو گئے ہیں۔ یورپ میں marriage کا نقطۂ نظر ہی ختم ہو گیا ہے اور partnership اور living together کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یہ ایک ہی جبلت ہے جو متضاد عمل کرتی ہے مگر دونوں رویّے ناقص ہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم ایک natural انسانی و خدائی تعلیمات کی طرف جائیں اور دونوں طرف کے حقوق ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے نفس کو trained کریں کہ یہ allowances ہیں جو ہم نے create کرنی ہیں اور یہ بندشیں ہیں جو ہم نے اس پر لگانی ہیں تو شروع شروع میں تو یہ instinct یقیناً ہم پر بڑا دباؤ رکھے گی۔ مختلف عمروں میں اس کے مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ آپ نے بڑا مشہور فارسی کا مصرعہ سنا ہوگا کہ "وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار" کہ (جب دانت نکل جائیں تو بھیڑیا بھی متقی ہو جاتا ہے) مگر یہ جبلت صرف ایک ہی چیز سے قابو میں آتی ہے کہ جب اس جبلت کے اوپر محبت غالب آجاتی ہے اور خدا کی محبت اور آرزو غالب آجاتی ہے۔ جو خدا کا خوف ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جیسے لوگوں نے سمجھا ہے کہ کانپتے رہنا، ڈرتے رہنا، guilty feel کرتے رہنا، یہ خدا کا خوف نہیں ہے۔ خدا کا سب سے بڑا خوف اس کی محبت کی جدائی ہے۔ جو لوگ اللہ کو چاہتے ہیں، جو لوگ اللہ سے پیار و انس رکھتے ہیں ان کی زندگی کا سب سے بڑا خوف یہ ہوتا ہے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جس سے ہمارا اللہ ہم سے دور ہو جائے۔ جبلت کے لیے، جنس کے لیے، شدتِ آرزو کے لیے سب سے بڑی موت اللہ کی محبت ہے جو اتنی بڑھ جائے اور خدا کی یاد جس میں ہم اتنے رہ جائیں کہ ہمیں ہر اس چیز سے ڈر لگنے لگے جو ہمیں اللہ سے دور کر دے، یہ ہے خشیتِ الٰہی ...... یہ محبت خداوند سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ آرزو پیدا ہو جائے تو بڑی سے بڑی جبلت بھی سرنگوں ہو جاتی ہے۔

سوال : موجودہ دور میں جہاں اس وقت مختلف مکاتبِ فکر موجود ہیں اور ایک عام آدمی تذبذب کا شکار ہے کہ کس طرف جاؤں۔ قرآن و حدیث میں کوئی راستہ موجود ہے، اگر ہے تو وضاحت کریں؟

جواب : بالکل موجود ہے۔ قرآن حکیم میں یہ موجود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے آپکو ایک نام دیا گیا ہے۔ تمام لوگ جو سنتِ ابراہیمؑ اور سنتِ رسول ﷺ پر قائم ہیں ان کو ایک نام دیا گیا ہے، خود جبرائیل امین نے دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" (الحج ۲۲:۷۸) (اسی نے تمھارا نام مسلمان رکھا۔) اگر آپکو اپنے نام سے دلچسپی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے آپکا پڑا ہوا ہے تو یقیناً آپکا زیادہ تعصب مسلمان ہونے کو جائے گا۔

فرض کرو کہ آپ کسی بھی school of thought کو دیکھتے ہو تو school of thought سے حاصل کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ کبھی آپ نے ایک مسئلے میں چار اماموں کو follow کیا ہے، کبھی آپ شافعیؒ سے کچھ لے لیتے ہو، کبھی امام احمد بن حنبلؒ سے کچھ لے لیتے ہو۔ کبھی امام انس بن مالکؒ سے لے لیتے ہو۔ یہ سارے امام آپکے ہیں مگر rigidly ایک خیال پر قائم ہو جانا اور rigidly ایک شخص سے آگے بڑھ کر نہ سوچنا آپکو تقسیم کر دیتا ہے۔ اگر آپ اس بات پر مصر رہے کہ ہم نے صرف مسلمان ہونا ہے، نہ دیوبندی، نہ بریلوی، نہ فلاں، اصل میں خداوند کریم نے خود یہ ارشاد فرمایا: "اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْ دِيْنَهُمْ" کہ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کر لیا: "وَكَانُوْ شِيَعًا" اور وہ گروہ بن گئے "لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ" اے پیغمبر تو ان میں سے نہیں ہے۔

خواتین و حضرات! میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ گروہ بندی کی علامت کیا ہوتی ہے۔ جب ایک آدمی اپنی مسجد مخصوص کر لے، ایک انداز زندگی مخصوص کر لے، جب اپنا ایک نام مخصوص کر لے اور جب دوسرے بندوں سے خود اپنے آپکو علیحدہ کر لے تو وہ ایک گروہ بن جاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی بندہ مسجد میں چلا جاتا ہے اور مسجد کے اوپر ایک جماعت کا نام لکھا ہوتا ہے۔ وہ بے چارہ بھول کر چلا گیا اور انھوں نے یہ کہا کہ آپ یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے ہو کہ آپ فلاں school of thought سے ہو تو وہ ایک ایسا گروہ ہے جو کم سے کم اسلام میں داخل ہے تو وجہ تو بڑی سادہ ہے کہ جو شخص کسی بھی گروہ یا خیال سے تعلق رکھے گا وہ مسجد میں تو نماز اللہ کی پڑھنے جا

رہا ہے۔ ”وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا“ (البقرہ ۲:۱۱۴) (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو خدا کے گھر میں اسکی نماز پڑھنے سے کسی کو روکے اور ان کو اجاڑنا چاہے۔) نماز پڑھنے کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں، style مختلف ہو سکتے ہیں۔ عبادات کے mannerism میں اختلافات اس وجہ سے ہوئے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی جو اتنی دوری سے آئے کہ دوبارہ رسول اکرم ﷺ کو دیکھنا ان کو نصیب نہیں ہوا، کوئی مصر سے آیا تو دوبارہ اس کو مکہ مدینہ آنا نصیب نہیں ہوا، کوئی ایسے شخص تھے جو وقتِ آخرین میں پہنچے اور کوئی پہلے پہنچے۔ اس لئے تو عبادات کے mannerism میں اختلاف کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ وہ اختلاف نہیں ہے جس پر میں اپنا امام جدا کرلوں۔ وہ بھی مسلمان ہے، میں بھی مسلمان ہوں۔ میں نے جیسے ابھی آپکو بتایا کہ اگر کوئی اوّل وقت میں اذان دے دیتا ہے تو میں مجبوری میں اسی وقت نماز پڑھ لیتا ہوں تو مجھے آج تک یہ خیال نہیں آیا کہ یہ غلط ہے مگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ ایک شخص اپنی صحت کو تالا لگا بیٹھا ہے، اپنے خیال پر وہ تالا لگا بیٹھا ہے۔

تیرہ سو برس میں تبع تابعین کے بعد مسلمانوں میں کوئی ترقی نہیں آئی۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کے پڑھے ہوئے طالب علموں کی وجہ سے تین نسلوں تک اس علم کی برکات وفیوض کے دروازے کھلے رہے مگر اس کے بعد فتنہ وفساد کے دروازے کھلے اور اس علم کو تالا لگا دیا گیا۔ میں آپ کو اس کی چھوٹی سی مثال دوں گا۔ اگر آپ اس قابل ہوتے کہ قرآن کی آیات پر آپکو اتنا یقین ہوتا جتنا اصحاب رسول ﷺ کو تھا یا اللہ کے رسول ﷺ جیسے قرآن لائے تھے تو آج آپکو اس وقت دنیا میں کسی سے شرمندگی نہ ہوتی۔ اب دیکھیں کہ اگر پچھلے تیرہ سو سال میں علماء نے قرآن پڑھا ہوتا اور ان کو قرآن کی بات پر یقین ہوتا تو نہ معتزلہ پیدا ہوتے اور نہ کوئی فلاسفہ یونان کا اثر لیتا اور نہ کوئی بوعلی سینا جیسے عقائد رکھتا۔ بوعلی سینا جیسا مشاق انسان جس کی تعریف کرتے کرتے ہماری زبان سوکھتی ہے وہ ملائکہ کو نہیں مانتا، جنات کو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ ملائکہ صفات ہیں، جن صفت ہے۔

اسی طرح دیکھیں کہ cosmology (علم ہیئت) آج اپنی تمام تر ترقی کے باوجود قرآن کی دو آیات سے آگے نہیں بڑھی ہے: "اَوَلَم یَرَ الَّذِینَ کَفَرُوا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ کَانَتَا رَتقًا فَفَتَقنٰهُمَا" (کیا کفر کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان پہلے ایک تھے پھر ہم نے ان کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔) پھر دوسری آیت میں کہا: "وَجَعَلنَا مِنَ المَآءِ کُلَّ شَیءٍ حَیٍّ" (اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا) یہ اصول تو بیسویں اور اکیسویں صدی میں confirm ہوئے مگر مسلمانوں نے اس سے پہلے کتاب تحقیق میں کیوں نہ یہ بات سوچی۔ اگر ان کو اللہ پر اعتبار ہوتا تو کیا وہ فلاسفہ یونان سے متاثر ہوتے؟ معتزلہ سے متاثر ہوتے؟ Ptolemy سے متاثر ہوتے؟ وہ قرآن کی بات پر کیوں نہ اعتبار کر لیتے کہ جب خدا کہہ رہا تھا کہ میں نے شام و سحر بنائے، میں نے چاند سورج بنائے: "کُلٌّ یَّجرِی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی" (ہر چیز چل رہی ہے ایک وقتِ مقرر تک) کہ اس کائنات میں کوئی چیز ساکت نہیں۔ یہ چاند، سورج، ستارے، دن، شب و روز سب کے سب چل رہے ہیں۔ ان سب باتوں کو جاننے کے لیے نہ سائنس دان ہونے کی ضرورت تھی، نہ فلسفی ہونے کی ضرورت تھی مگر صرف ایک چیز کی ضرورت تھی، اللہ کے قرآن پر اعتبار کی ضرورت تھی کہ اللہ سچ کہہ رہا ہے کہ پوری کائنات چل رہی ہے مگر آج جب Sir James Jeans آ گیا تو تمام مسلمانوں کو قرآن کا اعتبار آ گیا۔ افسوس کہ مسلمان ہو کے بھی تیرہ سو برس علماء، بڑے بڑے ماہرین اور اکابرین کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں قرآن کی statement دنیا کو بتا دوں کہ بھائی! Copernicus غلط ہے، Galilio غلط ہے، Ptolemy غلط ہے، بعد میں آنے والی sciences غلط ہیں، قرآن سچا ہے اور ہمیشہ سچا رہے گا کہ اس کائنات میں کچھ ثابت نہیں، ہر چیز سیار ہے۔

یہ ایک tragedy ہے جو ہمارے faith میں ہے۔ اگر ہم اندھا دھند پڑھنے والے نہ ہوتے، کچھ غور و فکر سے پڑھتے کچھ سمجھتے، کچھ جانتے ...... آپ دیکھیں ماشاء اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو آپ دیکھیں جو بہت بڑے سمجھے جاتے ہیں، میں ان کو point out کر کے آپ کی

feelings کو دکھ نہیں دینا چاہتا۔ میں ان کی علمیت کا متاثر ہوں مگر ان مسائل میں جو چھوٹے چھوٹے گھریلو مسائل ہیں۔ جب علم کی بات آتی ہے، بالائے علم کی بات آتی ہے تو شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا کہ جو شخص زمین کو گول کہے گا ہم اس کو قتل کریں گے کیونکہ بطلیموس نے ایسا نہیں کہا۔ انھوں نے forties یا thirties میں یہ فتویٰ دیا تھا۔ اس فتوے کی بنا پر ”کارل سیگاں“ نے اپنی کتاب میں ایک جملہ لکھا کہ مسلمان sciences کے خلاف ہے and he curses this incident. یورپ اتنا مہذب نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھتے ہو۔ وہ جھوٹ بولنے میں بڑا systematic ہے۔ اُس نے قرآن نہیں پڑھا ہوتا۔ آج تک بہت کم یورپی قرآن کو ہاتھ لگاتے اور پڑھتے ہیں۔ اُن کے prejudices اتنے مشہور اور عموی ہیں کہ ڈاکٹر آرم سٹرانگ کی اگر کتاب Life of Muhammad دیکھ لیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسلام کی پیدائش سے لے کر آج تک اسلام کے بارے میں نہ کوئی proper research ہوئی، نہ کسی نے سچ بولنے کی کوشش کی ہے۔ وہ آپ کے ایک بندے سے guess لگاتے ہیں کہ اسلام ایسا ہے۔ ان کو کوئی پتہ نہیں کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ اگر وہ قرآن پڑھنے والے ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ جہاں کسی ایک شخص کو بھی قرآن پڑھنا اور سمجھنا نصیب ہوا ہے اس نے اعتراف جہالت کیا ہے اور خود قرآن کی صداقت کو مانا ہے۔ بڑے بڑے گائناکالوجسٹ جیسے ”کیتھ مور“ کا اعتراف موجود ہے کہ ”میں خدا کی کتاب میں جو بچے کی پیدائش کے بارے میں فہرست ہے اس کو پڑھ کر صرف ایک ہی بات کہہ رہا ہوں کہ محمد ﷺ اور عیسیٰ ایک ہی خاندان سے ہیں اور یہ ضرور اللہ کی معرفت ہے اور انھوں نے کوئی بات غلط نہیں کی“۔ حالانکہ اس کو پتہ ہے کہ بائبل میں تحریف ہے۔ And all Bible cannot come up to the truth. مگر ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے نہ ہم نے کسی کی کتاب کو غلط ثابت کرنا ہے۔ ہم اپنی کتاب کو سچا نہیں ثابت کر رہے تو کسی کی کتاب کو غلط ثابت کر کے کیا کریں گے۔

خواتین وحضرات! ایک بنیادی المیہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو classes

میں بانٹ کر اپنی تعلیم کا ستیاناس کر دیا ہے۔ کیا مشکل تھی کہ ہمارے نوجوان، ہمارے بڑے بوڑھے directly قرآن کا مطالعہ کرتے۔ ایک قرآن تھا، ایک کتاب حدیث تھی۔ جو اصحاب نے قرآن سے سمجھا اس سے زیادہ قیمتی sense اور کوئی نہیں ہے۔ آج بھی اگر مجھے قرآن کے بارے میں اشتباہ ہوتا ہے تو I go back and i try to understand. کہ میرے رسول ﷺ کے اصحاب نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا۔ میں اُس کی چھوٹی سی مثال آپ کو دیتا ہوں کہ آیتِ قرآن ہے "وَاعبُد رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الیَقِینَ" (الحجر ۱۵:۹۹) (اپنے رب کی عبادت کیے جا حتّٰی کہ تو یقین تک پہنچے۔) خواتین وحضرات! اگر آپ کے پاس اصحاب کی فہرستِ علم نہ ہو، اگر آپ کے پاس علمِ عباسؓ نہ ہو تو آپ کبھی بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یقین کا یہاں مطلب کیا ہے۔ آپ یقین ہی مطلب لو گے مگر کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہاں اصحاب رسول ﷺ نے یقین کا مطلب موت کیا ہے کہ عبادت کیے جا حتّیٰ کہ تو موت تک پہنچے اور جب اس مطلب پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتنا وسیع، اتنا عظیم مطلب ہے کہ کوئی شخص مرنے سے پہلے تک اپنے کسی اعتبار پر مسلسل قائم نہیں رہتا اور وہ ایمان ویقین جو آپ بچپن سے لے کر چلتے ہو بڑی مشکل سے انجام تک سلامت پہنچتا ہے اسی لیے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دعا ضرور مانگا کرو کہ تم انجام تک سلامتی ایمان سے پہنچو۔ "اَللّٰھُمَّ ثَبِّت قَلبِی عَلٰی دِینِی" اصحاب کی تاویل کو ignore کر کے ہم دین کو نہیں جا سکتے۔ ان کے مطالب اخذ کرنے کا ذریعہ محمد ﷺ تھے۔ ایک قرآن مکمل تھا اور ایک قرآن ناطق تھا، مفسر تھا، اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن اکیلا نہیں سمجھا جا سکتا۔ جن لوگوں پر اترا ہے، جن لوگوں نے سمجھا ہے ان کی مدد ضروری ہے۔ ابنِ عباس سے کسی نے پوچھا کہ آج تم موجود ہو تمھاری تفسیر ہمارے سامنے ہے۔ کل کو اگر تم بھی چلے گئے تو ہم قرآنِ مجید کی تفسیر کو کیسے سمجھیں گے، آنے والے لوگ قرآن کو کیسے سمجھیں گے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ "ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے"۔ But not without the guidance of the past, not without the guidance of prophet and his friends. اگر آپ قرآن کو صحابہ کی معرفت سے دیکھیں تو یہ بڑا واضح، بڑا clean ہے۔ ایک بار رسول ﷺ نشست فرما تھے اور اپنے سامنے بہت ساری لکیریں کھینچیں اور فرمایا: "بظاہر ہر لکیر اللہ تک پہنچتی لگتی ہے، مگر دراصل صرف ایک لکیر اللہ تک پہنچتی ہے وہ میری اور میرے اصحاب کی لکیر ہے"۔ اب اُس لکیر کے بھی بڑے دعوے دار پیدا ہو گئے مگر یقین جانیے کہ اگر کسی کو اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور اسکے اصحاب کی معرفت ہو تو وہ یقیناً اپنے آپکو مسلمان کے علاوہ کچھ اور کہلوانا پسند نہیں کرے گا۔

سوال: تسبیح پڑھنا درست عمل ہے لیکن اس کی نمائش کہاں تک درست ہے اور ہر وقت اس کو پڑھنا اور کام کاج سے گریز کہاں تک جائز ہے؟

جواب: دو تین سوال آپ نے اکٹھے کیے ہیں۔ تسبیح ہاتھ میں وہی لے سکتا ہے کہ جو نمائش سے آگے گزر گیا ہو یا جسے نمائش سے آگے جانا ہو۔ ایک دفعہ میں تسبیح لے کر کسی مسجد میں چل رہا تھا۔ جماعت اسلامی کے امیر اوپر سے نیچے آ گئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ پروفیسر صاحب یہ نمائش آپ بند نہیں کر سکتے تو میں نے ان سے کہا کہ بات سنیں، یہ نمائش تو میں بند کر سکتا ہوں مگر یہ جو آپ نے بات کی ہے جسکی وجہ سے آپ سزاوار جہنم ہو گئے، یہ کب بند ہو گی۔ کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ "بدگمانی سے بچو، بدگمانی کفر ہے"۔ اگر میں غلط تسبیح کر رہا ہوں تو آپ نے دھوکہ نہیں کھایا، آپ میرے آسیب سے بچ نکلے اور اگر میں صحیح دل سے تسبیح کر رہا ہوں تو پھر آپکا بڑا نقصان ہوا کیونکہ آپ نے مجھ پر بہت بڑی بدگمانی کی ہے۔

خواتین و حضرات! تسبیح اٹھانا، پڑھنا نمائش ہوتی ہے تسبیح نمائش ہوتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر اس کو اٹھانے اور پڑھنے میں character وہ نہیں ہو گا جو تسبیح والا ہے۔ اگر آپ سیانے ہو تو آپ کو یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ تسبیح، تسبیح ہے یا نمائشی تسبیح ہے، ویسے تو ہیروئین کا سوداگر بھی تسبیح اٹھائے پھرتا ہے اور نماز بھی پانچ وقت پڑھتا ہے۔ یہ تسبیح actually سہولت ہے۔ ازل سے یہ سہولت چلی آ رہی ہے۔ ہر زمانے میں یہ تسبیح موجود رہی، یہودی ربیوں

کے پاس بھی تھی، عیسائی پنڈتوں، پروہتوں اور راہبوں کے پاس بھی تھی، مسلمانوں کے پاس بھی رہی۔ تسبیح ایک سہولت ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے زیادہ تسبیح پڑھنی ہوتی ہے یا change کرنی ہوتی ہے اگر تو آپ کو ایک تسبیح پڑھنی ہو تو پھر آپ کو تسبیح پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح، دوپہر، شام آپ اسی تسبیح کو پڑھتے ہو مگر اگر آپ کی یہ خواہش ہو کہ آپ خدا کو بہت سارے رنگوں سے یاد کریں اور اگر آپ چاہتے ہو کہ اللہ کے بہت سارے رنگوں میں آپ رنگے جاؤ۔ "صِبغَةَ اللہِ" (اللہ کا رنگ) "وَمَن اَحسَنُ مِنَ اللہِ صِبغَةً وَّنَحنُ لَهٗ عٰبِدُون" (اور اللہ کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہے جس میں وہ رنگتا ہے اور ہم عبادت کرنے والے ہیں۔) اللہ کا رنگ "سلام" میں بھی ہے۔ "مومن" میں بھی ہے "عزیز" میں میں بھی ہے "جبار" میں بھی ہے "رحمٰن و رحیم و کریم" میں بھی ہے یہ رنگ ننانوے اسمائے الہیہ میں ہے۔ اگر آپ یہ رنگ چاہو گے تو آپ کو تسبیح صرف facilitate کرے گی۔

جیسے میں نے پہلے کہا کہ آپ نفس کو مہذب کر سکتے ہو۔ نفس کو مہذب کرتے ہوئے لازم ہوتا ہے کہ اس کو کہہ دیا جائے کہ اے بد بخت یہ 300 مرتبہ یا 200 مرتبہ میں نے تم پر لازم کیا۔ اگر زیادہ نہیں پڑھتا نہ پڑھ مگر اتنا پڑھنے میں مجھے مدد دے۔ Every mind is confused and chaotic آپ تسبیح پڑھتے پڑھتے بھول جاتے ہو، ایک ایک گھنٹہ تسبیح چلتی رہتی ہے، آپکو تعداد کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ جو بے حساب کر سکتے ہیں، ماشاءاللہ وہ بے حساب پڑھیں۔ مگر جن کو زیادہ تسبیح کرنی ہوتی ہے ان کو تسبیح ساتھ رکھنی پڑتی ہے اور دوسری بات خواتین و حضرات! باہر نکلے تو نمائش اور اگر جیب میں رکھو تو تکبر ...... آپ سوچو تو سہی! فرض کرو کہ آپ تسبیح کو جیب میں ڈال لیتے ہو کہ میں دنیا کو نہیں دکھانا چاہتا، میں چھپ کر پڑھوں گا، ساتھ ہی اگر آپکو یہ خیال آجائے کہ میں کتنا اچھا ہوں کہ میں چھپ کر تسبیح کر رہا ہوں میں ان کم بختوں سے بہتر ہوں جو show کر کے پڑھ رہے ہیں تو پھر آپ کدھر جاؤ گے؟ ایک normal facility کو show off نہیں کہنا چاہئے مگر اگر آپ نے خدا کو واقعی یاد کرنا ہے تو یہ آپ کے ہاتھ میں ایک

سہولت بن جائے گی۔ رہا دوسرا سوال کہ کام کاج ترک کرنا تو ایسا تو کوئی concept میرا نہیں
خیال کہ آج تک تسبیح والوں کے ذہن میں آیا ہو۔ اگر آپ تسبیح والوں کو دیکھو تو وہ normal سے
زیادہ کام کرتے ہیں۔ میں تسبیح کے نتائج کو نہیں جانتا مگر میں آپ کو اپنی ایک دن کی روٹین بتا دوں
جو کہ میں تھوڑی بہت تو کرتا ہی ہوں، آپکو نظر بھی آتی ہوگی جسکی میں نمائش بھی کرتا ہوں مگر ایک
بات آپ کو بتا دوں کہ میں صبح گیارہ بجے بیٹھتا ہوں اور رات گیارہ بجے اٹھتا ہوں اور 300
، 400 لوگوں سے ملتا ہوں۔ آپ خود سوچ لو کہ کسی بغیر تسبیح کرنے والے میں اتنی ہمت ہے تو مجھے
بیٹھ کر مسائل حل کر کے بتا دے۔ صرف ایک دن میں ہی اس کو تسبیح کرنی آ جائے گی۔ یہ میں اپنے
بارے میں بات کر رہا ہوں لیکن ایسے بھی لوگ ہیں جو تسبیح کو کام نہ کرنے کے لیے
excuse بناتے ہیں، یہ غلط ہے۔ اُس میں کم از کم کسی بھی اچھے استاد کی sanction نہیں ہو
تی This is my advice to every body who does Tasbih that
he should not only do tasbih but also complete his
worldy duty with complete honesty and intelligence. تبھی
اسکو تسبیح کا فائدہ ہوگا۔ ایک عام بندے کے لیے تسبیح کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے۔ ذرا غور کیجئے
گا، ہماری accountability کا سنٹر انسان نہیں، خدا ہوتا ہے۔ کیا خدا یہ چاہے گا کہ میں کام
چوری کروں؟ کیا خدا مجھے advice کرتا ہے کہ میں dishonest رہوں؟ خواہ مخواہ چھٹیاں
انجوائے کرتا رہوں؟ work hours میں بھی تسبیح ہی کرتا رہوں؟ یہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ جو صحیح اللہ
کو یاد کرنے والا ہے وہ اپنے دنیاوی فرائض زیادہ محنت اور اہلیت سے سرانجام دیتا ہے اور اس کے
بعد تسبیح کی باری آتی ہے۔

جیسے قرآنِ حکیم میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ "یَـا اَیُّھَـا الْـمُـدَّثِّرُ...... "(اے
میرے رسول تجھے دن میں کام بہت ہیں۔ ایسے کیا کر میرے رسول ﷺ! کہ راتوں کو اٹھا کر اور
خدا کو یاد کیا کر۔) اب دیکھئے کہ آج کل راتوں کو کون اٹھے؟ آپ سوتے ہی دو بجے ہیں۔ اب

تہجد تو خواب وخیال ہو گئی ہے۔ صبح کی نماز خواب وخیال ہو گئی ہے۔ آپکا دن ہی گیارہ بجے شروع ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں آپ کیسے راتوں کو اٹھ کر خدا کو یاد کرو گے تو پھر دن کے وقت میں ہی جب بھی فرصت ملے دو چار نام اللہ کے دو چار مرتبہ بھی اگر دہرا لو گے تو ایک یاد اللہ تو رہ جائے گی، وہ جو بقول شاعر ہے:

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

بس اتنا مقصد ہوتا ہے۔ تسبیح کا......

سوال: My question is about education and upbringing of children in the present society, there exist two systems, one religious madrassas where narrow image of Islam is presented, the second is English medium school, where western culture is promoted. Parents are upset where to educate children?

جواب: I think this is some of the social and some of the modern problem کہ جو بچے چھوٹے سکولوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا مستقبل اندھیر ہے۔ اس کے برعکس جو Beacon House میں پڑھ رہے ہیں، پبلک سکولز میں پڑھ رہے ہیں، خیال کیا جاتا ہے، کہ وہ بہت زیادہ brilliant ہو جاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر ان کو جاب کی سہولتیں ہوتی ہیں مگر تجربہ جو اس وقت سامنے آیا ہے کہ زندگی اس کے مابین ہے۔ ہم پبلک سکولز built کیے ہوئے ہیں، ماڈرن انگلش سکولز builet کیے ہوئے ہیں۔ English تو ایک زبان ہے۔ اُس میں کیا ایسی عجیب بات ہے۔ مجھے کوئی سمجھ نہیں آتی۔ I have myself done post graduation in English مگر اس کا میری

زندگی پر کیا اثر ہوا یا اس زبان نے کتنا مجبور و محکوم مجھے کر دیا ہے۔ مجھے اپنی زبان پر انگریزی سے زیادہ قابو حاصل ہے مگر فرق تو یہ ہے کہ آپ اُس کے ساتھ ایک mentality خریدتے ہو۔ You are not buying english you are buying an entire mentality. مجھے بتاؤ جب میں شیکسپیئر پڑھتا ہوں یا مارلو پڑھتا ہوں، میں آپ کو ایمانداری سے کہتا ہوں کہ میں نے اس کے علاوہ فرنچ ادب پڑھا ہوا ہے، Russian ادب پڑھا ہوا ہے، chinese ادب پڑھا ہوا ہے، میں آپکو ایمانداری سے رائے دیتا ہوں کہ انگریزی ادب ادبیت کے لحاظ سے کمزور ادب ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی ادیب سے پوچھ لیں تو آپ کو پتہ لگے گا کہ انگریزی ادب ادبیاتِ عالم میں سب سے زیادہ کمزور ہے۔ realism میں Russian ادب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ خیال اور معرفت میں فرنچ ادب کا کوئی مقابل نہیں ہے۔ Chinese ادب کا اپنا ایک مقام ہے۔ عرب کی شاعری اور عرب کے ادب کا کوئی جواب نہیں ہے۔ problem ہمیں یہ ہے کہ ہم انگریزی ادب کو نہیں پڑھ رہے ہوتے، ہم انگریزی ادب کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہماری inferiority کی وجہ سے ہے۔ ہزاروں سکول بھی اگر انگلش میڈیم کے قائم ہو جائیں اور ان میں انگریزی ادب کے ساتھ ان کے اخلاق اور معاشرتی اقدار کو بھی ساتھ میں لے آؤ تو اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں We have to change the mentality of english school. Similarly we have to change the inferiority of the lower schools.

ایک زبان ہے جو کہ آپ نے سیکھ لی ہے۔ عربی اس سے کئی ہزار درجے مشکل ہے انگریزی تو کوئی ایسی زبان نہیں۔ میرے خیال میں sub-continent میں ہر بندہ تھوڑی بہت سیکھے ہوئے ہے، تھوڑی بہت بول بھی لیتا ہے۔ اب اس سے کیا یہ لازم ہے کہ آپ انگریزی society کے اثرات بھی سارے لے کر آؤ۔ ہماری inferiority کا اس میں دخل ہے۔ نظامِ تعلیم کی inferiority کا اس میں دخل ہے۔ اس میں کوئی ایسی اخلاقی قدر نہیں ہے کہ جس پر

اعتراض کیا جا سکے۔

سوال: Choice کہاں ہے؟ اگر جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں تو ایمان مجمل جس کو ہم پڑھتے ہیں کہ ہر اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے تو پھر choice کہاں ہے۔ ہر چیز تو اللہ نے اپنے ہی اختیار میں رکھی ہے؟

جواب: دیکھو آپ deeds کی بات کرتے ہو۔ آپ مجھے ایک بات بتاؤ! کس جگہ آپ کو اللہ چھوڑ دیتا ہے یا اللہ آپکو آزادی کہاں دیتا ہے۔ میں نے آپ کو بہت پہلے کہا تھا کہ جب اس نے artificial intelligence آپ کو دی تو آپ کو ایک ایسی judgement دی جسکا وہ خود بھی شکار ہوتا ہے۔ اللہ خود بھی لاکھوں اور کروڑوں non-believers create کرتا ہے۔ ناشکرگزار لوگ create کرتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ اس عقل کی وجہ سے ہے جو میں نے انہیں دی ہوئی ہے جس کے غلط استعمال کی وجہ سے خود خدا کی شناخت بھی خطرے میں پڑتی ہے اور جس کے بہتر عوضانے میں اللہ تعالیٰ آپ کو جنتیں بخشتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ بازار جاتے ہو تو اسی عقل کو استعمال کرتے ہو، آپ choice کا استعمال کرتے ہو ایک دال کی بجائے دوسری دال خریدتے ہو، ایک صابن کی بجائے دوسرا صابن خریدتے ہو، ایک لباس کی بجائے دوسرا لباس خریدتے ہو، تو اس کے پیچھے آپکا ایک vision ہے۔ یہ vision جو عقلی طور پر خود آپ نے built کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت آپ یہ نہیں کہتے کہ یہ مجھے خدا نے خریدوایا ہے۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ میں Lux لینے آیا ہوں۔ آپ دوکاندار سے یہ کہتے ہو کہ مجھے Lux ہی چاہیے، مجھے فلاں ٹوتھ پیسٹ ہی چاہیے۔ Because you have inbuilt choice۔ اور یہ تمام زندگی کے معاملات ہونے کے باوجود آپکو یہ جو ہلکا پھلکا choice اللہ نے دیا ہے یہ آگے بڑھ کر خود اس کی ذات کی طرف منتقل ہوتا ہے: "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" "بے شک ہم نے دکھائی اس کو راہ یا شکر کرنے والا ہوتا ہے یا کفر کرنا والا" (میں نے تمہیں عقل و معرفت دے دی اور یہ choice تمہیں دے دیا۔ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار

کر دو) اس کے علاوہ انسان کے پاس اور کوئی choice نہیں ہے۔

سوال: کیا کوئی ضعیف الاعتقاد مسلمان ورد کرنے سے نفس پر قابو پا سکتا ہے؟

جواب: ضعیف الاعتقاد کی تو مجھے term نہیں سمجھ آتی مگر میں اس سے مراد یہ سمجھتا ہوں کہ جسکو خدا پر اتنا زیادہ اعتبار نہ ہو، جیسے ہم عام لوگ ہیں۔ سارے ہی مسلمان ضعیف الاعتقاد ہیں۔ اس کے دو مطالب ہیں۔ ضعیف الاعتقاد کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو خدا کے ساتھ دوسری بہت ساری چیزوں پر بھی یقین رکھتا ہو۔ مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ مطلب نہیں ہے۔ میرے خیال میں ضعیف الاعتقاد سے ان کی مراد یہ ہے کہ جو سمجھتے ہیں کہ ہمارا خدا پر ایسا یقین نہیں ہے جیسا کہ ہونا چاہیئے۔ اگر یہ مطلب ہے تو یقیناً خدا کی طرف رجوع اور تسبیح اس یقین کو مستحکم کرتی ہے اور اللہ کی قربت عطا فرماتی ہے اور اللہ کی طرف سے آئی یاد کی وجہ سے اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے: "فَاذکُرُونِی اَذکُرکُم" (اگر تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔) ہماری یاد ناقص، کمزور، اور مجبور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد ہمارے لیے باعث رحمت وکرم، باعثِ مغفرت، باعثِ عزت واحترام ہوتی ہے۔

سوال: آپ نے زلزلے کے حوالے سے ایک انٹرویو میں فرمایا تھا کہ یہ آزمائش کا پہلا مرحلہ ہے۔ اس کے بعد ایک اور مرحلہ ہوگا، جس میں قوم کی قیادت پڑھے لکھے لوگ کریں گے اور پاکستان super power بن کر طلوع ہوگا۔ یہ مرحلہ کب آئے گا؟

جواب: میرے خیال میں پڑھے لکھے لوگوں کے ہاتھ میں بازی آ تو رہی ہے۔ ویسے تو وکیلوں سے ہماری پرانی مخاصمت چلی آئی ہے اور ہمیں بہت سارا گلہ تھا کہ ہم جھوٹ سچ کی تمیز چھوڑ گئے ہیں تو بہر professional attitude میں بعض اوقات ایسی قباحتیں آجاتی ہیں، مگر اگر وکیل واپس پلٹ سکتے ہیں، تو باقی لوگ بھی پلٹ سکتے ہیں۔

وکلاء میں دو صفات ایسی ہیں جو باقی لوگوں میں موجود نہیں ہوتیں۔ ایک تو قانون فہمی جیسے ہمارے ہاں عام لوگ قانون کو اتنی اچھی طرح نہیں جانتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ

vocal ہوتے ہیں۔ ابھی تک وکلاء نے زیادہ تر گفتگو مسائل کے بارے میں رکھی۔ تیسرے یہ آسانی سے کسی کو لیڈر نہیں جانتے۔ obviously جو وکیل جتنا بڑھتا جائے گا اس کا تجربہ یہ بتائے گا کہ وہ جائز کو ناجائز کر سکتا ہے۔ جب کسی انسان میں اتنی بڑی اہلیت پیدا ہو جائے کہ وہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کر لے تو وہ اپنی ذہن کی گرفت اور قوت کا بڑا قائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے وکلاء کو قائل کرنا بڑا مشکل ہے کیونکہ ان کو بحث کی ازلی عادت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بڑی سے بڑی معرفتِ کلام پر بھی دو چار اعتراض بڑے ہی آرام سے جڑ دیتے ہیں اس لیے کہ اعتراض کرنا ان کی عادت ہے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا کرم ہوا کہ ایک شعوری لہر جو پیدا ہوئی ہے پورے پاکستان میں، یہ مسائل اور حقائق کے حوالے سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ مسائل اور حقائق کے حوالے سے جو روزانہ اخباروں میں approaches آ رہی ہیں، کم از کم پاکستان کا ہر شہری ان مسائل کو جاننا چاہتا ہے۔ ہمارا تساہل پسند شہری جو ان پڑھتے نہیں تھا وہ بھی اب involve ہو رہا ہے کیونکہ روز کی discussions اب ایک کیس بن کر قوم کے سامنے آ رہی ہیں۔ ایک طرف وکلاء ایک کیس لڑ رہے ہیں۔ ایک طرف حکومت ایک کیس لڑ رہی ہے تو اس کی وجہ سے عمومی آگہی بڑھ رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ democratic شعور کیلئے اور جمہوری شعور کے لیے ایک بڑی معتبر بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا ایک ریڑھا کھینچنے والا، ایک سوزوکی چلانے والا، ایک بوریا ں اٹھانے والا مزدور بھی اس ساری کشمکش کی وجہ سے کل کو ایک باقاعدہ democratic لیکچرر ہو اور یہ نظر آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پڑھے لکھوں کی اس قیادت کی وجہ سے ایک سماں بن رہا ہے۔ آخری پڑھے لکھے کون ہوتے ہیں یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ I think one of the most and well educated people in Pakistan now are taking in command. ہمارے پاس پہلے جو B.A پاس لوگ تھے جن کو اسمبلیوں میں لایا گیا تھا، پتہ یہ چلا کہ یہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ انھوں نے اقتدار کی خاطر، حرص و ہوس کی خاطر، اپنے آپ کو غلام کیا اور اپنی آزادیاں بیچیں۔ ان کو تعلیم میں نہیں گنا جا سکتا۔ اب یہ دوسرا تعلیمی طبقہ میدان میں

آیا ہے۔ کم از کم ان کے پاس ایل ایل بی کی ڈگری زیادہ ہے، جو قانون فہم ہے۔ ابھی تک تو اصولاً نظر آ رہا ہے کہ وہ مستحکم ہے اور اپنے جذبوں کی اور اپنے خیال کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اللہ ان کو مزید یہ شعوری حفاظت بخشے کیونکہ سوال کسی dictator کا یا محکوم کا نہیں ہوتا، سوال ایک قوم کی آگہی کا ہوتا ہے اور لگتا ہے کہ قوم کچھ آگاہ ہو رہی ہے۔ جب قوم آگاہ ہو جائے گی تو میرا خیال یہ ہے کہ پاکستان میں بھی Magna Carta لکھا جائے گا۔ ایک نیا عظیم دور قانون جاری ہوگا اور انشاءاللہ تعالیٰ تب آپ بھی محفوظ ہونگے اور ہم بھی محفوظ ہونگے۔

سوال: ہم یقین رکھتے ہیں، خدا کہتا ہے کہ میرے علاوہ کسی کو وسیلہ نہ بناؤ۔ چھوٹے موٹے دنیا کے کاموں میں اگر کوئی رشتہ دار کسی کام کا وسیلہ بن جائے یا بن سکتا ہو تو اس سے مدد لینی چاہیے؟ ان وسیلوں کو please واضح کریں۔

جواب: یہ آیت میں نے نہیں پڑھی۔ یہ آیت وسیلہ اور چیز ہے اور عبادات کو share کرنا اور چیز ہے۔ وسیلہ تو خدا recommend کرتا ہے۔ وسائل کے بغیر تو انسان پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا کو شروع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دو دن لگائے میں نے اس میں زمین کو ٹھہرانے میں اور دو دن لگائے اس میں وسائلِ انسان تخلیق کرنے میں۔ ظاہر ہے جسے وہ اقوات کہتا ہے کہ انسان کو وسائل تک پہنچاتا تھا۔ پھر انسان کو جب اس نے تعلیم کرنی تھی تو اس نے وسائلِ پیغمبر تخلیق کیے۔ پیغمبر تمام وسائل ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو ہمارا feed back نہ ہوتا۔ ملائکہ وسائل ہیں جو پیغمبروں کے وسائل بنے اور پیغمبر ہمارے وسائل ہیں جن کے ذریعے ہم علم تک پہنچے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہا ہے کہ ایک نبی پیدا بھی نہیں ہوتا تو بھی وہ وسیلہ بنتا ہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں یہود کو اللہ تعالیٰ نے ایک سرزنش کی ہے کہ تم کیسے بدبخت لوگ ہو کہ جب ابھی رسول ﷺ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو تم اس کے وسیلے سے مجھ سے دعائیں مانگتے تھے اور میں تمہیں بخش دیا کرتا تھا۔

یہود کی عادت تھی کہ حضور ﷺ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو ان کا علم ساتھ

رکھتے تھے۔ ان کا نام لے لے کر دعائیں مانگتے تھے اور اللہ قرآن میں اس بات کو خصوصاً mention کرتا ہے کہ ابھی میرا پیغمبر پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو اے قومِ یہود تم اس کے وسیلے سے مجھ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب یہ پیدا ہو گیا ہے تو تم اسکا انکار کرتے ہو یعنی جب رسول ﷺ پیدا ہو گئے ہیں تو ہم ان کے وسیلے کا انکار کر رہے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ ہم قومِ یہود کی طرح ہو جائیں کہ جب وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو تم اس کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے۔ اب اگر پیدا ہو گئے تو تم کہتے ہو کہ رسول وسیلہ نہیں ہوتا۔ اگر رسول وسیلہ نہیں ہوتا تو خدا کی شناخت کا اور کوئی ذریعہ زمین پر نہ ہوتا کیونکہ عادتِ خداوند یہ ہے کہ اپنی پہچان کیلئے، اپنے فکری رستوں کے لیے، اپنے مذہبی و اخلاقی رستوں کے لیے اگر اس نے کوئی guide چنے تو یہ وسائل پیغمبر چنے ہیں۔

دنیا میں کوئی کام بے وسیلہ نہیں ہوتا نہ کوئی دنیاوی کام بے وسیلہ ہوتا ہے نہ کوئی آسمانی کام بے وسیلہ ہوتا ہے مگر وسیلے کو خدا سمجھنا کسی قیمت پر بھی جائز نہیں۔ وسیلہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسباب اور وہ ذرائع جو آپ کو اپنے مقصدِ حیات تک پہنچانے میں مدد دیں ہم ان کو وسائل کہتے ہیں اور یہ ایک Technical definition ہے۔ اس میں کسی قسم کا عباداتی تغیر نہیں ہوتا۔ وہ تمام وسائل اور وہ تمام ذرائع جو کسی کو اپنی منزلِ مقصود تک پہچانے میں مدد دیتے ہیں ہم ان کو وسائل کہتے ہیں۔ یعنی آج کا پاکستان اگر ایٹمی ہے، اگر آج کی دنیا ایٹمی ہے تو اس وسیلہ کو انسان تک پہنچتے ہوئے دو ارب سال لگے ہیں۔ خدا نے جو دو ارب سال پہلے زمین میں lead crystal رکھی تھی وہ دو ارب سال کے بعد یورینیم میں change ہو کر وسیلہ ایٹم بن گئی۔ یہ تمام وسائل جو ہیں یہ اوّل و آخر mention ہیں اور ان کا موجود ہونا لازم ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وسائل نہیں ہیں I don't think they exist on earth. وہ شاید ہوا میں معلق ہوتے ہیں۔ میرے ایک بڑے اچھے دوست تھے۔ بڑے ہی کٹر اہلحدیث تھے۔ میں چونکہ جنیدیہ سلسلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے استاد و مرشد سیدنا عثمان بن علی ہجویریؒ ہیں کہ علم و منطق میں ماشاءاللہ تعالیٰ! عزیز ایسا استاد بہت کم دیکھنے میں ملتا ہے میرے ان دوست کو علی بن عثمان کے

علم سے تو کوئی غرض نہیں تھی......ساتھ ہی مسجد تھی اور وہ روزانہ اونچی آواز میں پکارا کرتے تھے کہ جو داتا کو داتا گنج بخش کہتے ہیں وہ بڑے کافر ہیں اور یہ کہ وہ بندہ ہے، یہ ہے، وہ ہے...... اتفاق سے سب سے زیادہ زور یہ تھا کہ وہ وسیلہ وغیرہ نہیں ہیں۔ ان کے وسیلے سے دعا نہ کیا کرو۔ یہ نہ کیا کرو، وہ نہ کیا کرو۔ ایک دفعہ اتفاق سے میری بھی transfer ہو گئی، ان کی بھی transfer ہو گئی۔ میں نے as usual اللہ پر چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے واقف ہیں، بڑے شناسا ہیں، کسی سے سفارش کروا لو۔ میں نے کہا کہ اگر خدا کو میرا یہاں رہنا منظور ہے تو میں ادھر رہوں گا۔ میں استادوں والا تھا مگر میں کسی کے پاس گیا نہیں۔ ایک دفعہ وہ مجھے ملے، کہنے لگے: ”پروفیسر! میری بھی ٹرانسفر ہو گئی ہے۔“ وہ بھی پروفیسر تھے اسلامیات اور عربی کے فاضل تھے۔ میں نے کہا: ”ٹھیک ہے، میری بھی ہو گئی ہے“۔ کہنے لگے: ”پروفیسر صاحب! آپ نے کسی سے کچھ کہا نہیں“۔ تو میں نے کہا کہ میں کیوں کسی سے کہوں، جتنا وقت اللہ نے جس زمین پر لکھا ہے کافی ہے۔ میں تو نہیں کسی سے کہتا۔ کہنے لگے: ”پروفیسر صاحب! آپ کے تو بہت واقف ہیں۔ میری ہی سفارش کرا دیں کسی سے“۔ تو یہ سن کر دل میں مجھے بہت ہنسی آئی کہ صبح و شام تو یہ سفارش اور وسیلے کی اتنی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ What is impossible is impossible. Man is a social animal, ایک دوسرے کے اوپر تکیہ کیے بغیر وہ ہرگز نہیں کر سکتا، ایک دوسرے کی مدد کیے بغیر وہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ اگر وسیلہ ناجائز ہوتا، امداد طلب کرنا ناجائز ہوتا تو آپ کو پتہ ہے کہ تمام حقوق العباد سلب ہو جاتے۔ غور کرو اس پر! اگر وسیلہ غلط ہوتا، مدد غلط ہوتی تو تمام حقوق العباد کی نفی ہو جاتی اس لیے کہ حقوق العباد کی بنیادی مدد و وسیلہ پر ہے۔ ایک بندہ کسی دوسرے کا وسیلہ بنتا ہے، ایک بندہ کسی دوسرے کی مدد کرتا ہے، ایک بندہ کسی کے کام آتا ہے۔ اگر آپ اللہ کو ماننے والے ہو آپ گھر سے نکلتے ہو کہ میں اپنوں کا وسیلہ بنوں کسی کی روٹی کا اور کسی کے پانی کا، کسی کی ترقی کا، کسی کو عزت دوں، کسی کو مصیبت سے نکالوں تو یہ حقوق العباد سارے کے سارے کہاں دفن ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بندہ لوگوں کی

خدمت کرنے نہیں نکلے گا۔ آپ کچھ بھی کہہ لیں پھر خدمتِ خلق کا نام ختم ہو جائے گا کیونکہ خدمتِ خلق میں ایک آدمی کرنے والا ہے مگر باقی لوگوں کا تو وہ وسیلہ بنے گا، سبب بنے گا، باقی لوگوں کی عزت وتکریم کا وہ سبب بنے گا تو یہ تمام حقوق العباد ختم ہو جاتے ہیں۔ ہاں ہر چیز میں غلو برا...... ہر چیز کی excess بُری ہے۔ ہر چیز کی exaggeration بُری ہے۔ وسیلہ طلب کرنے سے کوئی بندہ کسی کا خدا نہیں بنتا مگر وہ لوگ جو آج موجود ہیں اگر وہ اپنی زندگی پر غور کریں، اگر پاکستان کی زندگی پر غور کیا جائے تو یہ جو مصیبت اب پاکستان میں آئی ہے یہ غیر مذہبی نہیں، مذہبی لوگوں کی وجہ سے ہے۔ آپ غور کرو کہ اس طاقت میں جو اس وقت ایک غیر معقول طاقت کو حاصل ہے اس طاقت کا سبب غیر مذہبی نہیں مذہبی لوگ تھے۔ وہ شق جو انھوں نے مل کر اس کے حق میں پاس کروائی ہے جسکی وجہ سے آج وہ سپر پاور بنے بیٹھے ہیں وہ غیر مذہبی نہیں مذہبی لوگ ہیں اور وہ مذہبی لوگ جن کو وسیلہ پسند نہیں ہے مگر ایک سیکولر کا وسیلہ بن کے انھوں نے اُس کو اتنی بڑی پاور بنا دیا کہ وہ مکمل طور پر مذہب سے انکاری ہیں۔

سوال : کیا اللہ کے پیغمبروں کو بھی ان کا نفس بہکاتا ہے یا وہ اس سے مبرہ ہیں؟

جواب : پہلی بات تو یہ کہ پیغمبروں کی خطا بھی حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق ان کی اُمتوں کے لیے فلاح و بہبود کا باعث بنتی ہے۔ ان کی جو خطا بھی جاری ہوتی ہے وہ calculated ہوتی ہے۔ Well understood ہوتی ہے جیسے یونسؑ سے خطا ہوئی، یہ calculated تھی چونکہ ان کی زندگی totally controlled ہوتی ہے تو ہم ان کی خطا کو علم کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اگر حضرت یونس بن متیؑ سے خطا نہ کروائی جاتی تو ہمیں ایک انتہائی بڑی نعمت نہ ملتی۔ وہ بڑی نعمت کیا تھی؟

قیامت تک مسلمانوں کو، مومنین کو ایک وعدہ دیا گیا کہ یہ طرز جو ہے یونسؑ کی، یہ خوبصورت انداز جو ہے یونسؑ کا توبہ کرنے کا، یہ اتنا حسین ہے اور ہمیں اتنا پسند ہے کہ قیامت تک جو اس لہجے میں ہم سے معافی مانگے گا تو ہم اسے "کَذٰلِکَ نُنۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ" ضرور نجات

دیں گے اور وہ یہ ہے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِین'' ایسی خطا کو خطا نہیں سمجھا جا سکتا جو calculated ہو، well understood اور رہتے زمانوں تک انسانوں کے لیے فلاح و بہبود کا باعث ہو۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کے معاملے میں دیکھ لیجئے کہ اگرچہ اس نے خطا کا ارادہ کیا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے نفس کی برائی، نفس کے اشکال، اس کی طاقت کا مظاہرہ ایک پیغمبر پر کر کے اس کی نجات کے لیے آپ کو تسبیح دے دی جو میں نے ابھی پڑھی تھی: ''اِنَّ رَبِّی غَفُوْرٌ رَّحِیم'' پیغمبروں کی نسیان calculated ہوتی ہے۔ ان سے سرزد کروائی جاتی ہے کیونکہ ان کی خطاء میں بھی ان کی امت اور آنے والے انسانوں کی بھلائی کا بہت بڑا عنصر شامل ہوتا ہے۔

موسیٰؑ سے انجانے میں بغیر نیت کے ایک murder کروایا گیا حتیٰ کہ وہ بھاگتے ہوئے ایک درخت کے نیچے پہنچے تو میں نے ایسی خوبصورت دعا بہت کم دیکھی ہے جو حضرت موسیٰ نے درخت کے نیچے پڑھی:

''رَبِّ اِنِّی لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْر''

(اے رب میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو میری طرف نازل کرے اور میں فقیر ہوں)

اور پھر نبوت، بیوی اور حضرت شعیبؑ کی سرپرستی ان کو عطا کی گئی۔ کیا آپ یقین کر سکتے ہو کہ کوئی خطا اتنی قیمتی بھی ہو سکتی ہے کہ جس کے کیے بغیر یہ سب کچھ نصیب نہ ہو اور جسکی وجہ سے رہتی دنیا تک ہمیں اتنی بڑی نعمت مل جائے جیسے موسیٰؑ کی یہ دعا ہے، جیسے یوسفؑ کی دعا ہے اور جیسے حضرت یونسؑ کی دعا ہے اور جیسے نبی اکرم ﷺ کی دعائے مبارکہ ہیں جو صبح و شام ہم پڑھتے ہیں اسی لیے میں کہتا ہوں کہ پیغمبر نفس کی پیچیدگیوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ guided soul ہوتے ہیں، Well protected ہوتے ہیں اور ان کی خطاء جو ان سے سرزد ہوتی ہے وہ جان بوجھ کر ان سے کروائی جاتی ہے تا کہ لوگوں کو منفعت پہنچے۔

سوال : ولی اللہ کا خدا کو پانے کا طریقہ مختلف کیوں ہے؟

جواب : مختلف نہیں ہے۔ نیت وہی ہے، انداز وہی ہے مگر ہر انسان دوسرے سے تھوڑا تھوڑا مختلف ضرور ہے۔ کسی میں ایک جبلت کا تناؤ ہے اور کسی میں دوسرا ہے۔ کوئی ایثار سے اللہ کو پہنچتا ہے، کوئی شگفتگیِ مزاج سے پہنچتا ہے، کوئی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر چلتے ہوئے اعتدال سے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی اپنی کمزوری کو دیکھ کر مجاہدات کے ذریعے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ مقاصد مختلف نہیں ہوتے۔ individual approach ہونے کی وجہ سے change ہو جاتی ہے۔

سوال : کیا انسان کا نفس ہی اس کے اندر کا شیطان نہیں؟

جواب : اندر کے شیطان اور باہر کے شیطان میں بڑا فرق ہے۔ نفس شیطان نہیں ہے۔ نفس ضمیر ہے اور جبلت ہے اور شیطان ایک خارجی وجود ہے، ایک مکمل وجود ہے۔ شیطان ایک گروہ کا سردار ہے۔ افواج رکھتا ہے، آپ کی فائلیں رکھتا ہے، بڑا clever بڑا ذہین ہے۔ اُس کے پاس ہر آدمی اور اس کے آباؤ اجداد کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ اگر ایک جگہ سے آپ نہ بہکو تو آپ کی فائل طلب کرے گا کہ اس کا باپ کہاں سے بہکا تھا۔ ماں کہاں سے بہکی تھی۔ وہ بڑا scientific ہے اسکا سارا سسٹم بڑا scientific ہے۔ اس کی فائلیں بے شمار ہیں۔ صرف آپ کو وہ نظر نہیں آتا ورنہ وہ ایک باقاعدہ ہماری حریف جماعت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اکٹھے ہو کر چلو ورنہ کنارے پر چلنے والوں کو شیاطین اس طرح اچک کے لے جاتے ہیں جیسے ریوڑ سے بچھڑی ہوئی کسی بکری کو لے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خارجی حقیقت ہے، داخلی نہیں ہے۔

سوال : اگر کوئی شخص اپنی گھریلو ذمہ داریاں چھوڑ کر خدا کی تلاش میں نکل کھڑا ہو تو یہ ٹھیک ہے؟

جواب : جیسے میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ جو اپنی ذمہ داریوں سے گریز کرتا ہوا مسلمان بنتا ہے کم از کم اللہ تعالیٰ اُسے recommend نہیں کرتا۔ یہ تو نہیں ہے کہ گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے وہ کافر ہوتا ہے، وہاں بھی وہ مسلمان ہوتا ہے لیکن جو اپنی responsibilities پوری کرتا ہے، جو اپنے گھر کی نگرانی کرتا ہے، جو اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے یا اپنی بیوی کے حقوق

پورے کرتا ہے وہ اللہ کے عائد کردہ حقوق پورے کر رہا ہے۔ ایک عورت جو بڑی عبادت گزار تھی اس کے خاوند نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تو اتنی عبادت گزار ہے کہ یہ تو میری بیوی ہو کر بھی میرے قریب نہیں آتی ہے۔ کہتی ہے کہ مجھے اللہ کی عبادت کرنی ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اسے منع کیا اور کہا کہ تیری اس عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے، تیرے خاوند کے تجھ پر حقوق ہیں۔ اسی طرح بیوی کے مرد پر حقوق ہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ quote کرتے وقت اپنے اپنے حقوق quote کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق ignore کر دیتے ہیں۔ اگر ہم سب لوگ ان حقوق سے غفلت برتیں گے جو اللہ نے ہم پر فرض کئے ہیں تو ان کو ترک کر کے ہم کسی دوسرے اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نماز ترک کر کے اللہ کو خوش کر لیں۔ delay ہو سکتی ہے مگر ترک کر کے اس کو خوش نہیں کر سکتے۔

ہمارے فرائض اللہ کی طرف بھی ہیں اور ہمارے فرائض ہماری فیملی اور دنیا کی طرف بھی ہیں۔ ہر آدمی دوسرے کا ذمہ دار ہے۔ ہر آدمی نے زندگی میں کچھ نہ کچھ کام کرنا ہے۔ وہ یہ کام کرنے آیا ہے۔ جب تک آپ وہ کام نہیں کرو گے آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔ اصحاب رسول ﷺ کھیتی باڑی کرتے تھے، بچے پالتے تھے، کس دن انھوں نے تنہائی اختیار کی؟ کب وہ چلہ معکوس میں گئے؟ کب مراقبہ قبر کیا؟ وہ تو سارا سارا دن اپنا کام کرتے تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے، بچے پالتے تھے مگر وہ اتنے معزز لوگ تھے کہ زمین پر پھر کوئی ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں ہوا۔ نارمل اور معتدل زندگی گزار کے بھی اللہ ان کی ترجیح اوّل تھی۔ ان کو شراب پینے کا شوق تھا، جب خدا نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تم شراب پی کر شیطان کے ساتھی رہو اور میرا ساتھ چھوڑ دو تو انھوں نے اسی دن ساری شراب ترک کر دی۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں عادی ہو گیا ہوں۔ اسی دن سب نے ترک کر دی۔ بوجھ اپنی ذات پر ہی لیا۔ جب انھیں کچھ ترک کرنے کو کہا گیا تو پھر انھوں نے کچھ نہیں دیکھا۔ جب اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم آیا تو وہ ان کی ترجیح اوّل تھا اور باقی وہ ہر قسم کی زندگی آرام سے گزار رہے تھے۔ خدا مجھے اور آپ کو توفیق بخشے۔

تصوّف عہدِ حاضر میں

اَعُوذُ بِاللهِ السَّمِیعِ العَلِیم مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ۝
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۝

خواتین و حضرات! تصوف کے بارے میں میرے کچھ خیالات پرانے ہیں اور کچھ نئے ہیں۔ ایک چیز ان میں مشترک ہے کہ زمانہ ماقبل سے آج تک اصول تصوف کبھی نہیں بدلے جو بات zeno (زینو) نے کہی ہوگی یا Diogenes (دیوجانس) نے کہی ہوگی وہی عصرِ حاضر کا صوفی بھی کہے گا۔ تصوف غیر متغیر قوانین کا نام ہے کہ جن کا بنیادی مقصد ان تمام شبہات کا ازالہ کرنا ہے جو آج بھی، کل بھی اور بہت سارے زمانوں میں غیر صوفی حضرات اور بہت سے عقل میں، دانش میں ذہین اور فطین حضرات نے اپنی وقعتِ ذات کیلئے اور شرفِ خیال کیلئے اس میں داخل کئے۔ بہت سے لوگ تصوف کے وجود سے انکاری تھے اور اب بھی ہیں اور اس کی بھی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس ’حُجرہ ء ہفت بلا‘‘ کے جو اندر رہو وہ باہر کی کم خبر رکھتا ہے اور جو باہر ہو اس

کو کبھی پتہ نہیں لگتا کہ صوفی کے تجربات کیا ہیں۔ بڑی بڑی ذہانتوں کے لوگوں نے جن کو بزعمِ خود تحقیق و جستجو پر بڑا ناز تھا، جو علمیت اور ادبیت میں بڑا نام تھے جب ان سے صوفی ازم کے بارے میں گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ادبی، اخلاقی اور علمی بددیانتی سے کام لیا ہے۔ عالم کی تو پہچان یہ ہے کہ جس چیز کو نہ جانتا ہو کہے کہ میں نہیں جانتا۔ اس کے برعکس بہت سے ان علمائے عقل و ادب نے جب تصوف پر گفتگو کی تو اسے سرے سے ایک ناممکن امر قرار دیا چونکہ وہ ان تجربات و حوادثِ ذات سے نہیں گزرے تھے جن سے ایک صوفی گزرتا ہے اس لئے انہوں نے اسکا سرے سے انکار کر دیا۔

خواتین و حضرات! تصوف اِک طرزِ زندگی ہے، اِک طریقۂ حیات ہے۔ تھوڑا سا مختلف، تھوڑا سا مشکل ...... مختلف اِس لئے کہ جستجو اور تلاش کا مرکز جدا ہوتا ہے اور مشکل اس لیے کہ یہ ذات و نفس کے خلاف جدوجہد ہے اور اجتہاد ہے۔ کوئی ایسا شخص مشکل سے نظر آئے گا جو اپنی ذات سے ہمدردی نہیں رکھتا، جو اپنے نفس کے کسی نہ کسی اشکال میں مبتلا نہیں ہوتا اور جہاں صوفی اِن تمام سہولتوں کو اور ان تمام اشیاء کو اور خیالات کو نقصِ ذات سمجھتا ہے وہاں بہت سارے ذہین لوگ بھی، بہت سارے عالم اور دانشور بھی انہی چیزوں سے مروّت بھی رکھتے ہیں، اُنس بھی رکھتے ہیں اور انہیں کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے جو صوفی اور غیر صوفی میں ہے۔ صوفی محدود کیوں ہیں؟ کم کیوں ہیں؟ اِس اخفاء کی وجہ سے اور اِس پردہ کی وجہ سے اور اُس نقص کی وجہ سے جو بہت سارے لوگوں نے صوفی اِزم میں داخل کر دیئے ہیں اور ایک ایسا impossible فکر کا طریقہ اِسے بنا دیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ناممکن الحصول ہے حالانکہ یہ انتہائی سادہ اصولوں پر مشتمل ہے۔

اُن تمام لوگوں نے کہ جن کی یاد میں الحمدللہ یہ دن منعقد ہو رہا ہے، جناب سید ہجویریؒ واحد عجیب و غریب عالم اس لحاظ سے ہیں کہ انہوں نے تصوف کے مقامات، خیالات اور اس کے مختلف درجات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگر تصوف پر ایک کتاب نکالی جائے کہ جنہوں نے اسے explain کیا ہے کہ ''تصوف'' کس شے کا نام ہے؟ کس طرح کا یہ علم ہے اور کس طرح سے اس کی شناخت ممکن ہے؟ تو پھر آپکو سید ہجویریؒ کے علاوہ لوگ بڑے کم نظر آئیں گے۔ ایسا ہوا کہ صوفی اپنی کرامات سے پہچانا گیا۔ Through out the history of mysticism. بدقسمتی سے صوفی اپنے علم سے نہیں پہچانا گیا۔ یہ کسی نے نہیں دیکھا کہ تصوف

ایک high seriousness ہے، انتہائی گہری سنجیدگی کا نام ہے، اعلیٰ درجے کی بلوغتِ علم کا نام ہے، شناخت کا تردد ہے۔ اپنے وجود سے، اپنے خیال سے گریز ہے، اپنی اہمیت کو کم کرنے کا نام ہے، اپنے آپ کو اصلی قیمت دینے کا نام ہے۔ In a land of inferiorities، ایک ایسی سرزمین پر، ایک ایسی بستی میں جہاں ہر انسان کسی نہ کسی احساسِ کمتری سے گزر رہا ہو اور تمام زندگی اس احساسِ کمتری کو پورا کرتے ہوئے گزر جائے وہاں بھلا صوفی ازم کس کو سمجھ آئے گی؟ بیشتر مقاماتِ ذہن اس لئے منتشر ہو جاتے ہیں، اس لئے مشکوک ہو جاتے ہیں کہ جہاں ایک بالکل عام آدمی، سادہ سا آدمی حبِ فلسفہ ترجیحات متعین کرتا ہے۔ ایک سادہ سا خیال جب اس کو آ جائے کہ میں اپنے proper وقت میں، اچھے وقت میں اپنی زندگی کے مقصد کے تعین میں تھوڑی سی honesty برت لوں اور میرے لئے میرا خدا میری ترجیحِ اوّل ہو، اللہ ہی ذہنی استعداد کا مقصد ہو، سوچنے سمجھنے کا مرکزی خیال خدا کی شناخت محبت اور ہمسائگی ہو، تو وہ خواہ کتنا ہی common آدمی ہو، وہ صوفی ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! یہ خیال رکھنا مشکل تو نہیں ہوتا مگر اس کیلئے سب سے پہلے دلیل چاہئے، اپنے اندر اخلاص چاہئے تاکہ ہم ایک مستحکم انداز میں اپنے خیال کو بار بار واپس پلٹتے رہیں تاکہ دنیاوی شہوات، دنیاوی محبتیں، بہت سارے عظمت و عزت کے خواب اس ترجیحِ اوّل کے رستے میں حائل نہ ہوں۔ سب سے بڑا خیال وہ ہوتا ہے، مضبوط خیال وہ ہوتا ہے جو چاہے hundred revisions سے گزرے، بار بار اعادہ تنقید سے گزرے، بار بار اس پر بحث کی جائے مگر مضبوط ترین خیال وہ ہوتا ہے جو اپنے وجود کو قائم رکھے۔ آپ زندگی میں اس یقین کو ساتھ لیکر تا حیات نہیں چل سکتے جس کیلئے آپ کے پاس مضبوط دلیل نہ ہو:

**"رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا" (بنی اسرائیل ۱۷:۸۰)**

(اے اللہ! مجھے سچ میں داخل کر جیسے تو سچوں کو کرتا ہے اور مجھے سچ سے نکال جیسے تو سچوں کو سچائی سے نکالتا ہے اور مجھے اپنے حضور سے دلیلِ غالب عطا فرما۔)

خواتین و حضرات! اگر دلیلِ غالب نہ ہو تو یقین کبھی پختہ نہیں ہوتا۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ جو لوگ ابتدائے حیات میں کوئی تصورِ دین یا تصورِ دنیا لے کے نکلتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ دونوں کے دونوں بدل جاتے ہیں۔ وہ ایک تصور سے دوسرے تصور کو shift کر جاتے ہیں۔ لے

دے کے ایک concept زندہ رہ جاتا ہے وہ blind faith کا ہے، اندھا دھند اعتقاد کا ہے۔ آپ اس پر سوچنا refuse کر دیتے ہو۔ کیا عجیب بات ہے کہ جس کو آپ چاہ رہے ہو وہ بغیر علم کسی کی استدعا بھی نہیں سنتا، جس کو آپ مان رہے ہو وہ سب سے بڑا طعنہ ان لوگوں کو دیتا ہے جو سوچتے نہیں ہیں:

"اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللهِ الصُّمُّ البُکمُ الَّذِینَ لَا یَعقِلُونَ"

(بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو اندھے اور بہرے ہیں، جو گونگے ہیں، جو غور نہیں کرتے) جو اپنے لئے دلیل مانگتا ہے، آپکو دلیل کی ترغیب دیتا ہے، "لِیَهلِکَ مَن هَلَکَ عَن م بَیِّنَةٍ" (جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا) "وَیَحییٰ مَن حَیَّ عَن م بَیِّنَةٍ" (جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا) "وَاِنَّ اللهَ لَسَمِیعٌ عَلِیمٌ" (اللہ سننے والا علم والا ہے) بھلا ایسے خدا کو آپ blind faith سے کیسے قائل کرو گے؟ خواتین و حضرات! جب دلیل سے بات آگے بڑھتی ہے، جب ذہنی طور پر کوئی تشکیک، کوئی اعتراض، کوئی جہالت علم کے رستے میں نہیں کھڑی ہو سکتی تو پھر یقیناً آپکے اعمال تک بات پہنچتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ priority کے تعین اور اقرار کے بعد بھی آپکی priority اسی طرح قائم رہے۔ بہت سی ایسی نااہلیت انسانی بدن کی موجود ہے اس میں سستی ہے، کاہلی ہے، گریز ہے، جابجا زندگی کی دلچسپیاں ہیں، "زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ" (ہم نے انسان کو شہوات سے محبت دی ہے) "مِنَ النِّسَآءِ وَالبَنِینَ وَالقَنَاطِیرِ المُقَنطَرَةِ" (عورتوں اور مردوں سے، بیوی و بچوں سے، ساز و سامان سے) "مِنَ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ" (سونے چاندی گھوڑے گاڑیوں سے) "ذٰلِکَ مَتَاعُ الحَیٰوةِ الدُّنیَا" (یہ متاعِ حیات دنیا ہے) یہ ضرور آپ کے رستے میں آئے گی، پکی سڑک سے آپکو پگڈنڈی پر ڈال دے گی پھر آپ رستہ بھول لو گے، پھر رجعت چاہو گے، پھر واپس مڑنا چاہو گے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلسل شہوات دنیا میں آپ کی واپس پلٹنے کی استقامت مجروح ہو جائے، ہو سکتا ہے کہ سکرات تک بھی واپس پلٹنے کی نوبت نہ آئے، ہو سکتا ہے کہ آپ گمشدگان میں شامل ہو جائیں کہ اللہ کہتا ہے کہ بدترین سزا اگر کسی کو دیتا ہوں تو بھول جانے کی دیتا ہوں۔ جو مجھے بھول جاتے ہیں میں ان کو بھول جاتا ہوں، دنیا کے حوالے کر دیتا ہوں، عیش و عشرت میں ڈال دیتا ہوں، ناز و نعم میں ڈال دیتا ہوں، انکو رنج و غم اور بلا میں ڈال دیتا ہوں۔ وہ اپنی مستیِ خیال میں گم رہتے ہیں۔ اپنی فکرِ حیات میں ہی گم رہتے ہیں۔ ان کو واپس پلٹنا نصیب نہیں ہوتا۔

بے شمار ایسے عجیب و غریب ناقص تصورات بھی علم میں شامل ہو جاتے ہیں کہ جو خدا کی تلاش میں نکلتا ہے اس کے بھی اپنے اپنے بڑے عجیب و غریب سے تصور ہوتے ہیں۔ تصوف کرامات کی وجہ سے مسلسل power intoxications کا شکار ہوا۔ فلاں وظیفے میں فلاں وصف ہے، فلاں دعا میں فلاں طاقت ہے۔ لوگ مؤکل قابو کرتے ہیں، لوگ جنات پہ غلبہ پانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور بے شمار ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کی یہ ہوس، یہ خیال جان کر ان کو انہی کے خیال کے مطابق، انہی کی پسند کے مطابق دھوکے دیتے ہیں، تمام spiritualism اللہ ہی کے نام پر تصوف کی طرح جانا جاتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تبت کا لاما کیسے خدا کو پا سکتا ہے؟ اگر اس کا track ہی صحیح نہیں ہے اور آج کے ذہنوں میں کوئی Christian کیسے خدا شناس ہو سکتا ہے؟ بدھسٹ کیسے خدا شناس ہو سکتا ہے؟ جو اللہ کو جاننے اور ماننے والے ہیں ان کو اچھی طرح پتہ ہے۔ نصف علم سے، پورے علم پر رائے نہیں دی جا سکتی۔ جب آپ کا علم محدود ہے آپ کی شناخت محدود ہے تو آپ کیسے اُس وجود، اُس ذاتِ گرامی کی توجہ پا سکو گے؟ جب اُس نے لائحہ عمل دے دیا تو وہ کیسے اپنے اصول سے انحراف کر کے آپ کو قدیمی کتابوں پر یا اُس خیال پر جو اس کو پوری طرح سمجھنے بھی نہیں پایا تھا، جو پہلے انسانوں کی کم ذہنی اور کم عقلی پر دیئے گئے اصول آج کے اس انتہائی ذہین، انتہائی سوچنے والے، ایک پورے اور مکمل ذہنی وجود کے لوگوں کیلئے وہ کیسے کارآمد ہو سکتے ہیں؟

خواتین و حضرات! پانچویں کی کتابوں کو MSC کی کتابوں سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اور یہ جو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ میں نے اب رستہ مخصوص کر دیا ہے اپنے تک پہنچنے کا:

”وَمَن یَّبتَغِ غَیرَ الاِ سلامِ دِیناً فَلَن یُّقبَلَ مِنہُ “

(اب اگر تم اسلام کے سوا کسی رستے پر چل کے آئے تو میں قبول نہیں کروں گا)

یہ اسلام سے اللہ کا تعصب نہیں تھا بلکہ یہ approach کے مکمل ہونے کی بات تھی۔ اب کوئی کمتر یا نصف اپروچ سے خدا کو نہیں پا سکتا۔ یہ احسان مندی کی بات تھی۔ ہم تو آج بھی عیسیٰ و موسیٰ کے احسان مند ہیں، ہم تو آج بھی ان پیغمبرانِ عظیم و کریم کے انتہائی شکر گزار ہیں جنہوں نے آقا و رسول محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے خدا کی مشعلِ ہدایت روشن رکھی اور ان اقوام تک پہنچائی مگر جب ”اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی“ کی بات آ گئی، جب دین اور رستے کا تعین ہو گیا اور تکمیل ہو گئی، جب message مکمل ہو گیا اور نعمت تمام کر دی گئی یعنی

کتاب ختم ہوئی، رسول ختم ہوئے تو اب اُسکے بعد کوئی گنجائش ایسی نہ رہی تھی کہ آپ کسی اور کتاب کو رغبت کرتے یا کسی اور messanger کے توسط سے آپ خدا تک پہنچتے کیونکہ اُن کا کلام، ان کا اندازِ فکر سارے کا سارا اس میں شامل ہو گیا تھا اور خواتین وحضرات! جس نے پانچویں پڑھی، اُس نے MA بھی پڑھا پھر PHD بھی تو کی ما اُس نے...... کوئی ایسے بھی تو ذہین نکلتے ہیں، تعلیم کے رسیا نکلتے ہیں جو آگے بڑھ کر اپنے علوم میں، اپنی شناخت میں زیادہ مکمل ہونا چاہتے ہیں۔ بھلا specialization کے بغیر کہاں کوئی زندگی، کوئی علم مکمل ہوتا ہے؟ صوفی تو دین کا specialist ہوتا ہے۔ صوفی کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا، یہ دین کا specialist ہوتا ہے۔ یہ عارف ہے، یہ آگے بڑھ کر حکمتِ الٰہیہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ جب اس نے ایک مرتبہ تعین کر لیا...... جب آپ میں سے کوئی بھی اس بات کو متعین کر لے گا کہ میرا مقصدِ حیات، میری ذہانت کا واحد ارگٹ، واحد مقصدِ خیال "اللہ" ہے تو وہ صوفی ہو چکا۔ اس کے بعد تو منازلِ تربیت ہیں، آگے بڑھنا ہے، maintenance ہے، اپنے اس فکری مرحلے کی maintenance ہے۔ کہ اب اسے قائم کیسے رکھا جائے؟ آگے کیسے بڑھا جائے؟

خواتین وحضرات! تصوف کا ایک بنیادی اصول weeding کا ہے، تراش خراش کا...... باڑ بے حد وحساب بڑھ جائے، بے ترتیب ہو جائے تو گھر غیر آباد لگتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہاں کوئی تہذیب یافتہ لوگ آباد نہیں ہیں، لگتا ہے کہ اس گھر کو لوگ چھوڑ گئے ہیں۔ تبھی تو اس طرح گھر کی باڑ بے حد وحساب بڑھی ہوئی ہے، صوفی بھی جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئی جبلت جب حد سے آگے بڑھتی ہے تو اسے کاٹ دیتا ہے۔

خواتین وحضرات! نماز سے مجھے شیخ جنیدؒ کی ایک بات یاد آئی کسی نے اُن کے مرنے کے بعد انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے استاد ومرشد! کیا گزری؟ کہا: "وہ جو فلسفہ وکلام تھا، وہ بڑی گہری اور انوکھی باتیں تھیں، سب بے کار گئیں۔ ہاں! وہ جو دو رکعت ہم اللہ کیلئے کھڑے ہوتے تھے وہ کام آیا"۔ چاہے قدر و منزلت کیسی بھی ہو کسی شخص کی اور اس کی رفعتِ خیال کیسی بھی ہو، جو فرائض ہیں وہ بڑے important ہوتے ہیں۔ ایک سوال اللہ سب سے پوچھتا ہے کہ وہ لوگ جو خیالات کی رفعت کے قائل ہیں، Armchair intellectuals ہوتے ہیں، جو دانش اور برہان کو بہت زیادہ اہمیت بھی دیتے ہیں، اُن سے بھی اللہ ایک سادہ سا سوال کرتا ہے کہ اگر تم میری ایک عمومی خدمت انجام نہیں دے سکتے تو پھر اتنی خصوصیت کا دعویٰ

کہاں سے کر رہے ہو۔ اگر ایک عام بندے کی صلاحیت عمل بھی ہم میں موجود نہ ہو تو ہم تصوف کے دعوے کہاں سے کریں گے جو بہت محنت طلب کام ہے، جو بڑی ہمت کا کام ہے۔ یہ مردانِ جرأت کی بازی گاہ ہے۔ کہنے کو تو اقوالِ تصوف بڑے سادہ اور آسان ہوتے ہیں مگر جب وہ عمل کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو کوہِ گراں لگتے ہیں۔ جب ایک دفعہ سید جنید بغدادؒ کے پاس شیخ ابوحدادؒ آئے، آپ نے شیخ سے پوچھا کہ خواہ عورت ہو یا مرد جس چیز کو ”فطوت“ کہتے ہیں، مردانگی کہتے ہیں، جس کو جرأت عالی کہتے ہیں، ہمتِ بلند کہتے ہیں اُس کی آپ کیا تعریف کرتے ہو؟ تو شیخ ابوحدادؒ نے فرمایا کہ جو تیرے ذمے خلق کے حقوق ہیں وہ پوری طرح ادا کر اور مکمل انصاف کر اُن لوگوں کے ساتھ جو تجھ سے انصاف طلب کرتے ہیں اور جب اپنی باری آئے تو ترک مطالبہ انصاف کر اور جو تیرا انصاف لوگوں کے ذمے ہے اسکا دھیان کر۔

حضرات گرامی! تصوف "science of sciences" ہے۔ بڑے ہی گہرے analysis کا کام ہے۔ اس میں سب کی سب سوچ اپنے خلاف ہے جہاں باقی سوچ سہل ہے، باقی فکریں بہت آرام دہ ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہوتی ہیں، اپنے ہی خیال سے متعلق ہوتی ہیں، وہاں تصوف میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہمارے اور اس کے درمیان موجود ہے وہ اپنے خلاف سوچنے کی ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی“ جس نے اللہ کو چاہا اور اللہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور اللہ کے حضور طلب کی، خواہش پیدا کی، اُس کو ہوا اور نفس کی مخالفت بڑی لازم ہے۔ مگر sciences میں یہ کام نہیں ہوتا۔ سائنس بڑی پیچیدگی ہے، بڑی دانشوری ہے، بڑی محنت ہے مگر سائنس کی کسی ڈگری کا یہ تقاضا تو نہیں ہے کہ آپ کو moral بھی ہونا ہے۔ کسی ڈگری کے اوپر یہ تو نہیں لکھا ہوا کہ اگر یہ جھوٹ بولتا ہے تو اِس کو BSC کی ڈگری نہیں دی جائے گی۔ کسی سائنس میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یہ شراب خور ہے اس لئے اسکو MSC یا MBBS کی ڈگری نہ دی جائے۔ آپ کی اخلاقی حالت سائنس کو متغیر تو نہیں کرتی مگر تصوف science of sciences ہے یہاں ایک خیال بھی آپکے نتائج کو بدل دیتا ہے۔ ایک کمزوری، ایک حماقت، ایک غیر اخلاقی حرکت بھی آپ کو صفحۂ تصوف سے معدوم کر دیتی ہے اسی لیے خواتین و حضرات! اس میں انتہائی deep analysis چاہیئے ہوتا ہے۔ اس میں اپنی ذات کی مکمل نگہداشت چاہیئے ہوتی ہے۔ چاہے آپ اپنے بدن کو سونے کا لقمہ دو، مگر نظر قصاب کی رکھنی پڑتی ہے اسی لئے یہ مشکل کام ہے، یہ دشوار تر

ہے۔ تمام غیر صوفیانہ مسالک اور صوفیانہ مسالک میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ جہاں باقی ارتکازات کے علوم ہیں، تبت کے لامائی علوم ارتکاز کے علوم ہیں۔ شامانزم ارتکاز کا علم ہے۔ اسی طرح یوگا ارتکاز ہے اور تمام ارتکاز نفس کی favour میں ہے، قوتوں کی تلاش میں ہے۔ کوئی Telekinesis ڈھونڈتا پھرتا ہے، کوئی Telepathic powers ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ یہ تمام علوم اپنی جگہ پُراسرار سہی مگر ان میں کسی نہ کسی قوت کی ہوس شامل ہوتی ہے۔ یہ دو بنیادی اصول یاد رکھیے گا کہ تمام ارتکاز نفس کے حق میں ہوتا ہے اور خدا کے خلاف جاتا ہے اور صوفی نفس کے خلاف جاتا ہے اور خدا کے حق میں جاتا ہے۔ ارتکازات اور صوفی ازم میں یہ بنیادی فرق ہے۔ یہ spiritualism کے نام پر ہوں کسی ارتکاز کے نام پر ہوں، یہ صرف تسکینِ ذات کا باعث ہیں ان کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔

آج کے بہت سے fashionable علوم، آج کے بہت سے روشن خیال علوم ایسے ہی ہیں۔ اب بتایئے کہ خدا کے احکامات کو ignore کر کے اور خدا کو defy کر کے، اُس ذاتِ گرامی کے قوانین defy کر کے آپ کیسے اُس کے قریب جا سکتے ہیں؟ new sufism کی جو لہر عصرِ حاضر میں شروع ہوئی ہے وہ سوائے نفس کے فسق و فجور کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا چیز ہے جو آپ کو اللہ کے قریب لے جاتی ہے؟ اور کیا چیز ہے جو آپکو اللہ سے دور لے جاتی ہے؟ کیا قرآن اس پر ناطق نہیں ہے؟ کیا حدیث اس پر ناطق نہیں ہے؟ کیا خدا نے آپکو کسی خیالِ مبہم میں ڈالا ہوا ہے؟ کیا اس نے کوئی ایسی گنجائش رکھی ہے کہ آپ بھول بھلیوں کے شکار ہو جاؤ؟ بڑی عجیب سی بات ہے کہ لوگ صوفی کو کرامتوں کے ساتھ منسوب کرتے ہیں مگر صوفی ہیں کون؟ کتابِ حکیم میں کبھی اچھے انسان کو "سابقون" کے نام سے پکارا گیا، کبھی اسکو "مومن" کہا گیا، کبھی اُسکو "ولی" کہا گیا مگر پہچان کیا بتائی؟ کیا سمندر کو پاٹ دینا پہچان بتائی؟ کیا کسی ارتکاز میں Telekinesis کا مظاہرہ کرنا پہچان بتائی؟ کیا اُس نے اپنے نیک بندوں کی یہ پہچان بتائی کہ وہ پتھر کو رواں کر لیتے ہیں؟ پانی کو گرم جوش دیتے ہیں؟ ایسی تو کسی قسم کی چیز کا ذکر اللہ نے نہیں کیا۔ ہاں، ایک پہچان بتائی:

"اَلاَ اِنَّا اَولیاءَ اللهِ لاَ خَوفٌ عَلَیهِم وَلاَ هُم یَحزَنُون"

ایک پہچان اللہ نے اپنے دوست کی بتائی، وَلی کی بتائی، صوفی کی بتائی، اصحابِ صُفّہ کی بتائی، اصحاب کبار کی بتائی کہ جو میرے دوست ہیں، جو میرے ساتھی ہیں، جو میرے اچھے بندے ہیں

ان پر خوف اور حزن نہیں ہوتا۔

خوف اور حزن خواتین وحضرات! modern terms میں fears and frustrations ہیں۔ واحد پہچان جو اللہ نے اپنے بندوں کی بتائی They are free from fears and frustrations. اب بتایئے کہ جو ہمارے ارد گرد صوفی ازم کے نام پر ہوتا ہے اور جو پہچان ہمیں صوفی ازم کی بتائی جاتی ہے، کیا وہ لوگ صوفی ہو سکتے ہیں جو اپنی ذات کے اندر fears اور frustration کا شکار رہوں؟ ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا مگر یہ تو ممکن ہے کہ انسان جب خدا کی طرف قدم بڑھائے، اللہ کی طرف جانا شروع کرے تو اُس کی بنیادی approaches جو ہیں اُن میں یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اللہ کے بارے میں کس خیال سے آپ آگے بڑھ رہے ہو؟ کیا خوف و وحشت کے خیال سے؟ کیا خشیت کا مطلب ہمہ وقت ڈرنا اور خوف کھانا ہے؟ صوفی اس چیز کا قائل نہیں ہوتا۔ ایک بہت بڑے صوفی کو کسی نے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ وہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ اُن کا نام ہی خوفِ خدا کی علامت تھی تو کسی نے ان سے پوچھا کہ بعد از مرگ کیا بیتی؟ کہنے لگے: ''حضورِ یزداں مجھے لایا گیا'' اور کہا: ''تجھے میری ساری کتاب میں خوف ہی یاد تھا؟ تمہیں میری ساری حکمتوں میں خوف ہی یاد تھا؟ تم مجھ سے اتنا ڈرتے رہے اور لوگوں کو مجھ سے اتنا خوف زدہ کرتے رہے، جاؤ! اب آخر تک ڈرتے ہی رہو۔ میں تمہارا کوئی علاج نہیں کر سکتا۔'' خواتین وحضرات! اللہ کو جتنا اُنس، جتنی محبت اپنے بندوں سے ہے وہ تصور سے ماورا ہے۔ خیال تک نہیں ہو سکتا کہ آخر اتنی بڑی قوتوں کا مالک، حکمران، سات کائناتوں اور زمینوں کا مالک، جس کی ایک کائنات کی دہلیز بھی ابھی عقل کی گرفت میں نہیں آئی، اتنا بڑا ربِ کائنات جس نے ایک چھوٹی سی کائنات میں آپ کے سورج جیسے عظیم سورجوں کے سورج رکھے...... بھلا وہ اتنے معمولی سے انسان کی اتنی قدر پائے گا! اتنا اس کو وقت دے گا! اتنی اس سے محبت رکھے گا کہ پیدا کرنے سے پہلے ہی کہے گا:

''وَكَتَبَ عَلٰى نَفْسِهٖ رَحْمَةً''

اے حضرتِ انسان! اُس نے اپنی صفات پر رحمت کو غالب کر لیا، محبت کو غالب کر لیا۔ کیا اُسی پروردگارِ عالم کو آپ اِس طرح پوجتے اور جانتے اور مانتے ہو۔ جس نے عقل و معرفت دی اور پھر یہ گمان رکھا اور کیا خوبصورت گمان رکھا کہ جب یہ عقل و معرفت استعمال ہوگی جو میں نے انہیں عطا کی تو مجھے یقین ہے کہ میرا بندہ مجھے ضرور پہچان پائے گا، مگر اس نے کہا: ''یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَاد''

اے لوگو! مجھے بڑی حسرت ہے، بڑی حسرت ہے! میں نے تمہیں اپنے لیے پیدا کیا، محبت کیلئے پیدا کیا...... بھلا آج کا سائنسدان Artificial intelligence دینے میں کیوں ڈرتا ہے؟ اس لئے کہ یہ آب و آہنگ کا بت Artificial intelligence پا کے کہیں آقاؤں کے خلاف نہ پلٹ جائے۔ کہیں یہ اتنا ذہین اور سمجھدار نہ ہو جائے کہ زمین کی حکومت کا طالب ہو جائے، کبھی اسے انسان کی گرفت سے آزاد ہونے کا خیال نہ آ جائے مگر اس اللہ کو تو دیکھو جس نے آپکو پیدا ہی Artificial intelligence سے کیا ہے۔ آپکو حکمتِ بالغہ عطا کر دی، آپکو چیزوں کے سمجھنے کا فہم دیا، دل دیا، دماغ دیا، عمل کی صلاحیتیں بخش دیں اور تمام مقصد صرف ایک رکھا:

”اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا“

(چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کردو!)

مگر خواتین و حضرات! ہم کتنے ناشکر گزار انسان ہیں، کیسے عجیب و غریب لوگ ہیں، کیسے اپنی کم فہمی پر اتراتے ہیں، ہم اپنی جزوی عقل پر کتنی بدگمانی کے شکار ہیں کہ سب کچھ پانے کے باوجود، یہ سب نعمتیں پانے کے باوجود ہم اپنے اسی آقا و مولا کو neglect کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

کتنی تہذیبیں پہلے تباہ ہوئیں ہیں؟ کتنے معاشرے غرقِ آب ہوئے؟ کتنے آگ میں جلے؟ کتنوں کے اوپر زمین اوندھی الٹائی گئی؟ کتنے کنویں بے آب ہیں؟ کتنی بستیاں الٹی ہوئی ہیں؟ کتنے ویرانے اس بات کی شہادت دیتے ہیں؟ خدا کا عذاب یہ نہیں ہے۔ خواتین و حضرات! خدا نے اس لیبارٹری کو اپنے مقصد کے لئے بنایا تھا، اس کیمپ کو انسان کے فائدے کیلئے تخلیق کیا تھا: مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ“ (کچھ دیر ٹھہرو اس میں تمہارا فائدہ ہے) نقصان کیلئے نہیں ہے۔ یہ کوئی Christian theology نہیں تھی کہ جس میں انسان کو ہمہ وقت ایک گناہِ عظیم کا حامل قرار دے کر، اس پر انکشافِ ذات یا انکشافِ الٰہیہ کے رستے بند کر دیئے گئے تھے۔ یہ تو بڑی وضاحت سے اُس نے کہا: تھوڑی دیر ٹھہرو اس میں تمہارا فائدہ ہے، محبت سے، خوف سے نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ کا ایک حق بندے پر ہے اور بندے کا ایک حق اللہ پر ہے اور اللہ کا حق یہ ہے کہ اے بندگانِ خدا! اسکی ذات کو تقسیم نہ کرو، اس میں کسی کو شریک نہ کرو۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ سحر نے میرا رزق بند کر لیا، جادو نے میرا رزق بند کر دیا۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ ہمارے

رشتے ناتے کسی تعویذ نے بند کر دیئے، جب آپ یہ کہتے ہو کہ ہمارا کوئی دشمن ہے جس نے ہمیں تباہ و برباد کرنے کی قسم اٹھائی ہوئی ہے تو آپ خدا کی قدرتوں میں لوگوں کو شریک کرتے ہو۔ "وَاللّٰہُ یَقبِضُ وَیَبسِطُ" (اللہ جس کا چاہتا ہے رزق بند کرتا ہے، اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کھولتا ہے) بھلا وہ اپنی اتنی صلاحیتوں اور قوتوں کو کیوں بانٹے گا؟ کس لئے؟ کیا زمین میں، یہ گلی کوچوں میں بکھرے ہوئے جھوٹے، یہ عفریت اور دجال، یہ کیا خدا کے حریف ہیں جو آپ کی قسمتوں کے مالک بن گئے ہیں؟ جب تک آپکا یقین اور اعتماد اللہ کی ذات پر صاف ستھرا نہیں ہوتا، جب تک آپ اللہ کا حق ادا نہیں کرتے اور صرف صوفیا، ایک ایسا گروہ ہیں جو اللہ کی حکومت کا، حاکمیت کا، اس کی خدائی کا حق پورا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھر بندوں کا بھی اللہ پر ایک حق ہے"۔ اصحاب رسول ﷺ نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! بندوں کا اللہ پر حق ہے؟ بھلا ہمارا کیا حق ہوسکتا ہے اللہ پر؟" فرمایا: "جس نے اللہ کو اللہ کی طرح مانا اور جانا تو پھر اللہ پر یہ لازم ہے کہ وہ اس بندے کو کسی قسم کے عذاب سے، کسی قسم کی سزا سے، کسی قسم کے نقص سے بھی پاک وصاف رکھے۔"

خواتین وحضرات! قرآن حکیم میں ایک سادہ سا قانون ہے، میں اس کی بلاغت پر غور کرتا ہوں تو حیران ہو جاتا ہوں۔ اصول دیا آسانی کا، اصول دیا عذاب وثواب کا......فرمایا: "مَا یَفعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُم" ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں؟ "اِن شَکَرتُم وَاٰمَنتُم" اگر تم ہمارے ہو، ہماری یاد والے ہو اور ہم پر ایمان رکھتے ہو تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں؟ خواتین وحضرات! جو احباب مصیبت میں ہوتے ہیں ان کو ذرا غور کرنا چاہئے کہ کہیں شکر اور ایمان میں کوئی کمی تو نہیں ہے۔ یہ تو reciprocal law ہے کہ جس کا ایمان کم ہوگا، جس کا شکر کم ہوگا اس پر تکلیفیں مزید ہونگی۔ اگر آپ خدا پر صحیح یقین رکھو تو آپ کے صبح وشام ایک جیسے ہونگے، آپ پر تمام موسم رحمت کے موسم ہونگے، قرار کے موسم ہونگے، محبت اور انس کے موسم ہونگے۔ حیران تو لگتی ہے بات کچھ کرامات کی، ان بزرگوں کی، ان صوفیا کی، ان اولیا اللہ کی کہ جن کی کرامات آپ تک پہنچی ہیں مگر کرامت تو کوئی ایسا جملہ مختص نہیں ہے۔ اللہ نے تو فرمایا: "وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی اٰدَمَ" (اور بے شک ہم نے تو بنی آدم کو کرامت بخشی ہے)، الیگزینڈر فلیمنگ کو بھی کرامت بخش دی ہے، نیوٹن کو بھی بخش دی ہے، آئن سٹائن کو بھی بخش دی ہے۔ انسان کو اس کی محنت کا عوضانہ دیا ہے، اس کی توجہات کو سراہا ہے، اگر خدا کے بندوں کو کرامت

مل گئی تو کوئی عجیب بات ہے اور کرامت کسی انسان کے ساتھ مختص نہیں ہوتی؟ یہ اس کے وجود کی بات نہیں ہے، یہ تو اللہ کا انعام ہے۔ خدا کے بندوں کی فراست اور طرح ہوتی ہے، اولیائے پروردگار کی فراست دوسروں کی فراست سے تھوڑی سی جدا ہوتی ہے۔ وہی آیت ہوتی ہے، وہی تفسیر ہوتی ہے۔ کسی نے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیا کچھ قرآن آپکو زائد ملا ہے؟ فرمایا: ''ربِّ کعبہ کی قسم ہے ایک ایک لفظ وہی ہے جو تم پڑھتے ہو، ایک ایک سطر وہی ہے، ایک ایک زیر اور زبر وہی ہے مگر یہ کہ اللہ نے ہم کو فہم بہتر بخشا ہے۔'' اب ذرا غور کیجئے! امام زین العابدین کی ایک مختصر سی بات پر، کسی نے پوچھا کہ اے امامِ وقت! یہ بتاؤ کہ یہ جو اللہ نے کہا: ''میں زمین میں شگوفوں کے چٹخنے کی صدائیں سُن لیتا ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ ایک گندم کی بالی پر کتنے دانے ہونگے، بہت کُس کے ہم نے زمین میں پانی کی مقدار رکھی ہے، ہمیں پتہ ہے کہ کتنے پودوں نے سَر نکالنا ہے۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟'' فرمایا کہ تمہارے بس کی بات نہیں، تمہیں آج یہ بات سمجھ نہیں آئے گی، مگر زمانہء آخر کے بندوں کو ضرور سمجھ آئے گی۔ ''نُزِلَت لِلمُتَعَمِّقِینَ فِی اٰخِرُ الزَّمَان'' کہ جب زمانہء آخر کے لوگ آئیں گے، جب ایک سٹیلائٹ اوپر سے تیل کے چشموں کا سراغ دے گی، جب زمین میں چھپے ہوئے خزانے انسانی عقل کی وجہ سے عُریاں ہونگے تو ان لوگوں کو اللہ کی حکمت کی یہ بات بڑی معمولی لگے گی کہ وہ کیسے زمین میں جھانکتا ہے؟ اس نے کیسے مقدارِ حیات رکھی ہے؟ اس نے کیسے ساز و سامان رکھے ہیں؟

خواتین وحضرات! قرآن ہر دور میں نرالا اترتا ہے، اصول منحرف نہیں ہوتے، نہ علم قرآن کے اصول منحرف ہوتے ہیں، نہ قانونِ ولایت کے اصول منحرف ہوتے ہیں۔ اگر زمانہء قدیم میں کوئی صوفی تھا تو اس کے بھی نقشِ پا اسی راہگزر پر وہی داستان سناتے ہیں جو آج کے صوفی کے سناتے ہیں۔ یہ فاسقین وفاجرین کا قافلہ نہیں ہے۔ یہ ان متلاشی لوگوں کا قافلہ ہے جو اللہ کو priority سمجھ کر پوری زندگی اس priority کو احتیاط سے اور بڑے ہی اخلاص سے maintain کرتے ہیں۔ صوفی اِزم تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ اللہ نے تو دو ولی گنے ہی نہیں ہیں، اللہ نے تو مختلف کلاسیں نہیں بنائی ہیں، اللہ نے تمام انسانوں کو اولیاء کہا ہے۔ کچھ اِدھر کے ہیں، کچھ اُدھر کے ہیں: ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ اٰمَنُوا يُخرِجُهُم مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ ۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا اَولِيٰئُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخرِجُونَهُم مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ۔ اُولٰئِكَ اَصحٰبُ النَّارِ هُم فِيهَا خٰلِدُونَ'' کچھ اللہ کے ولی ہیں، کچھ شیطان کے ولی ہیں۔ کچھ اولیائے

طاغوت ہیں، کچھ اولیائے پروردگار ہیں۔ کس نے آپکو ولایت کی سرزمین سے خارج کیا ہے؟ کون ہے جو یہ کہہ سکتا ہے؟ تمام اللہ کو ماننے والے مسلمان خدا کے ولی ہیں۔ صرف ترجیحات کا نقص ہے۔

خواتین و حضرات! اللہ نے ایک دماغ دیا ہے انسان کو، بڑا قیمتی، بڑا وسیع، بڑا پیچیدہ----- کہتے ہیں کہ $(18x10)^{36}$ Eighteen into thirty six zero... کی تعداد میں دماغ کے connections ہیں۔ یعنی اگر ایک کاغذ زمین کی سطح پر رکھ دیا جائے اور اس کے اوپر ایک اور کاغذ رکھا جائے، اور اس کے اوپر ایک اور کاغذ رکھا جائے اور پندرہ billion years تک کاغذ رکھتے چلے جائیں تو brain connections پورے نہیں ہوتے، اس نے اتنا وسیع دماغ دیا مگر استعمال کتنا ہو رہا ہے؟ کروڑوں میں سے کتنے cell استعمال ہو رہے ہیں؟ آخر یہ باقی کا دماغ کہاں جائے گا؟ کیا خدا نے ایک بے مصرف ذہن تخلیق کیا جس کے صرف چند ایک cell آپکے استعمال میں لائے گئے؟ خداوند کریم نے پورا ذہن، پورا دماغ، پورا شعور آپکو دیا تھا، یہ سارے cell آپ کے کام کیلئے تخلیق کیے تھے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ چند لاکھ یا بہت کم cell آپ استعمال کرتے ہیں باقی تمام brain کی مشینری آپ بیکار رکھتے ہو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ آپ اس رستے پر نہیں چل رہے جس پر چل کے یہ تمام brain connections, یہ brain cells زندہ ہوتے ہیں۔

آپ پوچھتے ہو کہ حیران کن باتیں کیوں ہوتی ہیں؟ ”تختِ“ سبا کیوں ”آصف بن برخیا“ یہاں لے آیا؟ کتنی عجیب وغریب بات ہے، لوگ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فرضی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عذابِ قبر فرضی ہے۔ خواتین و حضرات! آخر اللہ پر آپ اپنی ذات کا گمان کیوں کرتے ہو؟ یہ کیوں خیال کرتے ہو کہ خدا اتنا بے بس ہو گیا کہ اگر انسان سے نیچے اُس نے ایک billion درجے کی مخلوقات پیدا کی ہیں تو انسان سے اوپر کوئی عجیب وغریب مخلوقات بنانے پر وہ قادر نہیں تھا؟ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ ہم اس خلاقِ عالم کو ایک فرشتہ بنانے میں عاجزی کا شکار پاتے ہیں۔ آج کے بڑے بڑے دانشوروں کی ذہانت کیا انہیں یہ بتاتی ہے؟ اگر پیغمبر کی ذاتِ گرامی آسمانوں پر گئی تو حضرات گرامی! میں تو نہیں انھیں لے کے گیا، کوئی civil servant تو نہیں لے کر گیا، سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو اُسے لے گیا کیا اُس میں یہ طاقت ہے کہ نہیں ہے؟ کیا omnipresent ہے کہ نہیں ہے؟ کیا omniscient ہے کہ نہیں ہے؟ کیا

omnipresent, omniscient, omnipotent پر یہ اعتراض آپ رکھ سکتے ہو کہ اُسے کون لے کے گیا ہے؟ کیا اللہ میں یہ بھی طاقت نہیں ہے کہ وہ ایک بندے کو زمین سے اٹھائے اور تمام قوانین کو مطلق انحطاط میں ڈال کر اسے آسمان پر لے جائے۔ "سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلاً مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیر "(بنی اسرائیل:۱)

(پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرداگر ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔)

خواتین و حضرات! تمام تصوف کا وہی سبق ہے جو تمام ایمان کا ہے۔ ہم نے اللہ پر غور و خوض کرنے کے بعد وہ دلیل غالب اپنے لئے طلب کرنی ہے۔ مجھے جنت و دوزخ سے کیا واسطہ؟ مجھے عذاب قبر سے کیا واسطہ؟ میرے لئے یہ سب معمولی سی چیزیں ہیں۔ I don't accept them. مجھے انہیں accept کرنا ہی نہیں ہے مجھے انہیں reject بھی نہیں کرنا۔ میرے لئے نہ وہ داخلی نہ وہ خارجی کیفیات ہیں، مجھے تو اس ہستی پر یقین کرنا ہے کہ جو اگر کہے گا کہ میں نے عذاب قبر رکھا ہے تو میں مانوں گا، اگر وہ کہے گا نہیں رکھا تو میں نہیں مانوں گا۔ خواتین و حضرات! By products are not the real products. اگر کوئی صوفی ہے تو وہ اپنے اصل رجحان فکر کو جاتا ہے۔ اگر میرا اعتقاد میرے اللہ پر زندہ ہے تو یہ تمام چیزیں زندہ ہیں، اگر اللہ نہیں ہے، میں اللہ کو نہیں مانتا تو پھر یہ تمام چیزیں exist نہیں کرتیں They exist with God, they don't exist without God. اعتبار ان چیزوں پر نہیں رکھنا ہے اعتبار اس ذات گرامی پر رکھنا ہے، جس سے یہ چیزیں issue ہو رہی ہوتی ہیں۔ اللہ نے اگر کہا ہے کہ میں نے ملائکہ بنائے ہیں تو پھر مجھے اعتبار ہے ملائکہ پر، کیا میں خدا کو اس قابل نہیں پاتا؟ کیا آج کا دانشور خدا کو اس قابل نہیں پاتا کہ اللہ کوئی فرشتہ تخلیق کر سکتا ہے۔ میں وہ تو مان لیتا ہوں جو نت نئی ایجاد انسان روز کر رہا ہے مگر میں سب سے بڑے خلاق کی بات ماننے سے اس لئے عذر کرتا ہوں کہ وہ میرے دماغ میں یا میرے ذہن کی حدود میں نہیں ہیں۔

خواتین و حضرات! ہم تو اپنی گلی کے پورے لوگوں کو نہیں جانتے، ہم تو اپنے محلے کے لوگوں کو، اپنے شہر کے لوگوں کو پورا نہیں جانتے۔ میں خدا کے وجود پر کتنا data رکھتا ہوں کہ اُسے مان لوں؟ مجھے کیا پتہ کہ اس کی قوتیں کتنی ہیں؟ وہ ایک huge asteroid کو پتھر کہتا ہے، وہ

کہتا ہے کہ اگر پتھر آسمانوں سے پھینک دوں تو تمہاری زمین چُور چُور ہو جائے۔ آپ اُسے asteroid کہتے ہو۔ آپ اُس کے میل(mile) ماپ رہے ہوتے ہو، آپ اس کی حیثیت اور اہمیت کو مان لیتے ہو۔ وہ کہتا ہے میں نے ایک چراغ سورج کی شکل میں جلایا ہے۔ آپ بھی سورج کو چراغ مانو گے؟ آپ کیلئے وہ ایک ایسی hugeness ہے۔ جس کا تصور محال ہے جس کی آگ برداشت کرنا محال ہے، جو ایک لاکھ میل قریب ہو جائے تو زندگی بھسم ہو کے راکھ ہو جائے، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ خدا اُسے چراغ کہتا ہے۔ خدا اُس کو ہی چراغ نہیں کہتا، اس سے کروڑوں درجے بڑے ستاروں کو بھی چراغ کہتا ہے: "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ " (ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا ہے) ایسی بلندی اور ایسی ہماری ذہنی پستی! ہم اس کو اپنی حدودِ فکر میں کیسے قید کر سکتے ہیں؟

خواتین وحضرات! سب سے بڑا مسئلہ جو خدا کے فہم میں پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی عقل کی حدود سے اُس کی وسعتوں کو ماپتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ اسی لئے وہ انسان سے علم مانگتا ہے، وہ تجسس مانگتا ہے، وہ تحقیق مانگتا ہے۔ وہ اُن بندوں کو اپنا بندہ کہتا ہے جو صبح وشام اُس کے بارے میں غوروفکر کرتے ہیں، اس سے محبت رکھتے ہیں۔ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ " (تم مجھے نہیں پا سکتے ہو جب تک کہ میرے لئے اپنی محبتوں کو قربان نہ کر دو) اپنی possessions سے نہ درگزر کرو...... اپنا قبضۂ غاصبانہ جو self کا ہے اُسے چھوڑو، ہلکے پھلکے ہو کے میری طرف آؤ۔ جو قبضۂ نفس سے فارغ ہوا خواتین وحضرات! وہ ویسے ہی مابعد الطبیعات کا پرندہ ہے، اُس کو کیا عذر رہوگا۔

اللہ کی طرف، اللہ کے سارے رستے میں ''میں'' حائل ہے۔ میری خواہشات، میری حدود حائل ہیں۔ مگر اللہ اگر آصف بن برخیہ کو یہ استطاعت دے سکتا ہے کہ وہ تختِ سبا کو defuse کر دیتا ہے اور دوبارہ اُسے اصلی مادی حالت میں لے آتا ہے، اگر ایک صحابی اندھیرے میں باہر نکلتا ہے اور اسے رستہ دکھانے کیلئے آندھی میں دو شمعیں فروزاں ہو جاتی ہیں، اگر پتھر بولتے ہیں...... "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن م بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً " خدا آپ کے دلوں سے تو تنفر ہے مگر پتھر......"وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ " (بقرہ ۲:۷۴) کہ بعض پتھر اللہ کی محبت اور خشیت سے رو پڑتے ہیں اور ان سے آنسو بہتے ہیں، خدا کے حضور میں انکے انکسار، اور اللہ کے حکم کی متابعت کی وجہ سے اُن سے نہریں جاری

ہو جاتی ہیں مگر اے حضرتِ انسان! تیری قساوتِ قلب کا یہ عالم ہے کہ ساری دنیا کی نعمت اور سب سے بڑھ کر ایک نعمتِ غیر مترقب، ایک سوچ، ایک ذہن، ایک فکر جس کا واحد مقصد یہ تھا: "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا" (کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو) اور ہم اُسی سے انکاری ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

تصوف کوئی غیر معمولی چیز نہیں، تصوف آپ کا حق ہے، تصوف آپ کی بہتر سوچ ہے اور اس سے بڑھ کر تصوف کی کسی صوفی نے تعریف نہیں کی کہ تصوف اخلاقِ حمیدہ کا نام ہے، اچھے اخلاق کا نام ہے، اچھا بولنے کا نام ہے، اچھا سوچنے کا نام ہے۔ اخلاص، محبت، صفائے قلب جس سے ایک صوفی مختص ہے، وہ اتنی گراں قدر شے نہیں ہے۔ کون انسان ہے جو کسی نہ کسی چیز کیلئے وفاو محبت اور خلوص محسوس نہ کرے؟ صفا تو وہ صفتِ حیات ہے جسے بقولِ سیّد ہجویریؒ ایک بزرگ صوفی نے کہا کہ "صفا ایک ایسا آفتاب ہے جس پر کبھی بادل کے سائے نہیں پڑتے"۔ یہ تو سینۂ انسان میں ہر وقت چمکتا ہے۔

خواتین و حضرات! میں صوفی نہیں مانتا کہ میرا نفس مجھے تعلیم دیتا ہے کہ جس حالت میں وہ ہے میں اس پر بدگمانی کرتا ہوں کیونکہ میں اپنی حالتِ نفس سے گریز نہیں کر سکتا اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ یہ گریز کر جائے؟ میں اپنی حالت پر اسکی حالت کا گمان کرتا ہوں جیسے میں اپنی قوت و استعداد پر خدا کی قوت و استعداد کا گمان کرتا ہوں۔ نفس کے بڑے بڑے فتنے گزر جاتے ہیں، بھوک گزر جاتی ہے، نفس کے بڑے اشکال گزر جاتے ہیں، ظاہرہ اسباب گزر جاتے ہیں تو پھر ہمیں اُن چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے جن کو شاید بڑی باریکی سے چیک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں narcissism (خود پسندی) ہے، exhibition (نمائش) ہے۔ وجاہتِ طلبی ہے، کسی نہ کسی رنگ میں وہ ہم میں موجود رہتی ہے۔ یہ deeper analysis (گہرے تجزیے) کی بات ہے۔ جب ایک دفعہ عادت پڑ جائے خدا کے رستے میں اپنی ذات پر غور کرنے کی تو تب وہ قرآن کی آیت بڑی سچی نکلتی ہے کہ "جب انکے دل سے وسوسہ شیطان گزرتا ہے تو یہ چونک پڑتے ہیں"۔ جب ایمان اس درجے میں مستحکم ہو جائے، جب آپکو خدا کی حمایت میں سوچنے کی عادت پڑ جائے، جب اسکی محبت کی عادت پڑ جائے جیسے اللہ نے کہا:

"اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ"
(وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے کروٹوں کے بل مجھے یاد کرتے ہیں)

"وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ"
(اور زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں)

تو پھر ایک صورت حال ضرور ایسی آتی ہے کہ کوئی نفسی اشکال جو آپکے باطن سے گزرتا ہے اور کوئی وسوسہ، شیطان جو آپکے دل سے گزرتا ہے تو آپ چونک پڑتے ہو، آپ باخبر ہو جاتے ہو، آپکو تنبیہ ہو جاتی ہے۔

خواتین و حضرات! کوئی نرالی بات نہیں ہے، کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اللہ کسی کو اچھا کھانے سے منع نہیں کرتا، اللہ کسی کو اچھا پہننے سے منع نہیں کرتا، اللہ بیوی بچوں کی محبتوں سے منع نہیں کرتا، اللہ عمومی زندگی کے کسی مظہر سے آپکو پرہیز کرنے کو نہیں کہتا صرف ایک بات کہتا ہے کہ ان سب باتوں سے بڑھ کر اپنی priority کا دھیان کرو، اپنی ذہنی ترجیح اول سے کبھی گریز نہ کرو، غفلت کے مظاہرے نہ کرو، شطرنج کھیلو مگر فرائض میں حائل نہ ہو، کرکٹ کھیلو مگر جمعہ کی نماز پڑھ کر...... جو چاہو کرو مگر جب کوئی آسائش یا کوئی مصروفیت تمہیں میری یاد سے غافل کر دے گی تو وہ فسق و فجور ہو جائے گا: "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ" ذرا غور تو کیجئے کہ حج مناسک ہیں، حج عبادت ہے تو اللہ نے کہا: "فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ" جب تم مناسک پورے کر لو "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ" مجھے ایسے یاد کرو جیسے آباؤ اجداد کو کرتے ہو، جیسے ماں باپ کو کرتے ہو انسیت اور محبت سے مگر تھوڑا سا ایک کام اور کر لو تو تم ولی ہو۔ اگر برابر کی یاد کرو تو تم اچھے مسلمان ہو مگر اگر تم تھوڑا سا اور یاد کرو تو تم اولیاء اللہ تعالیٰ میں سے ہو "أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا" ذرا زیادہ یاد کرو تا کہ مجھے معلوم ہو کہ میرے بندے کی ذہنی، اخلاقی اور بدنی priority میں ہوں پھر میرا اور تمہارا تعلق تھوڑا سا different ہو جائے گا۔

کون ایسا شخص ہے کہ جو تصوف کو درجات میں تقسیم کرتا ہے؟ منازل میں تقسیم کرتا ہے؟ سادہ سی خواہش کو پیچیدہ کر دیتا ہے؟ خواتین و حضرات! اس وقت تمام وہ لوگ جو صوفیائی کے پیکر میں انسانوں کو اللہ کی یاد سے روک دیتے ہیں کہ فلاں تسبیح گرم ہے، فلاں سرد ہے، فلاں بوجھل ہے اور پھر انسان کا ذہن ایسا ہے کہ جو تھوڑی سی suggestion قبول کر رہا ہے اسے رد کرنے لگتا ہے۔ ایک اصول قبول اور نا قبول کا بھی ہے۔ اسے willing suspension of disbelief کہتے ہیں۔ جب آپ disbelief معطل کر دو گے تو آپکو ان ساری حماقتوں کا یقین آ جائے گا۔ Astrology کا یقین آ جائے گا، numerology کا یقین آ جا

لے گا، Outer suggessions قبول کر لو گے کیونکہ آپ نے اپنی ذہنی تنقیدی صلاحیتوں کو خود مفلوج کر دیا ہے۔ You are willing to believe any thing آپ اپنے آپکو خود دھوکہ دیتے ہو، خدا اِس قسم کی intelligence اور ذہانت کی حمایت نہیں کرتا۔ خدا آپکو پوری پوری تحقیق و جستجو بالکل scientific انداز میں کرنے کو کہتا ہے یہ آج کی بات ہے، کل دیکھ لیجئے گا، میں دعوتاً کہہ رہا ہوں کہ سب سے بڑی سائنس feelings اور emotions کی study میں ثابت ہوگی۔ آج آپ نے feelings اور emotions کو سائنسز میں سے باہر نکال دیا ہے مگر کل یہ دیکھ لیجئے گا کہ study of emotions اور feelings ایک باقاعدہ بہت بڑی سائنس نکلے گی، پھر آپ انسان کو predict کرنے کے قابل ہو نگے۔ Psychology کتنا بڑا علم سہی مگر خدا کو lead نہیں کرتا۔ ایک بدترین self سے کسی نفس کو بہتر حالت میں تو ڈال دیتا ہے مگر اس کا کوئی مقصد خدا کو جاننا نہیں ہے۔ self کی آگہی self کی بہتری کیلئے ہے، self کی آگہی اللہ کو جاننے کیلئے نہیں ہے۔ "وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" جو اس سے آگے بڑھتا ہے، جو اپنے self کی آگہی سے آگے بڑھتا جائے اس کو ایک حدیث رسول ﷺ کا علم ہے، حدیث قدسی ہے کہ خدا نے نفس کی صورت میں اپنا بدترین دشمن تخلیق کیا اور وہ لوگ جن کو آپ، صوفیاء کہتے ہیں وہ self sympathetic نہیں ہوتے، کسی قیمت پر self سے بار نہیں مانتے۔ ان کو شاعری آتی ہے مگر وہ شاعر نہیں ہوتے۔ ادیب ہوتے ہیں مگر ادب کو خدا کے رستے میں حائل نہیں ہونے دیتے۔ مفکر ہیں، فلسفی ہیں مگر علم الکلام کو حجتِ شناختِ خداوند نہیں بناتے۔ اُنکے ہاتھوں میں مقراضِ محبت ہوتی ہے، جونہی کوئی چیز حدود فکر سے آگے بڑھتی ہے اور اللہ کی طلب پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے۔ تو انکو خطرہ گزرتا ہے اور وہ اسے وہیں کاٹ دیتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز اس کے آگے ہوگی، وہ انسان کی وجاہت جلی ہوگی اور ایک خوبصورت بات کہی حجۃ الاسلام محمد بن احمد الغزالی نے کہ آخری چیز جو سینۂ انسان سے نکلتی ہے وہ حُبِّ جاہ ہے، عزت و منصب کی محبت ہے اور صوفی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تمام کائنات اور تمام اسباب مل کر اسے کوئی عزت نہیں دے سکتے اِس لئے کہ اس کے اللہ نے فرمایا ہے: "فَاِنَّ العِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا" (پس تمام عزت اللہ کے لئے ہے) اُس کے بغیر کوئی عزت و تکریم سے آپ کو آشنا نہیں کر سکتا۔

خواتین و حضرات! اسباب کا استعمال ممنوع نہیں ہے مگر اسباب سے توقع رکھنی ممنوع

ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھیے کہ یہ نہیں کہ آپ ایک کام کرنے کیلئے ذرائع نہ ڈھونڈو مگر جب آپ ذرائع ڈھونڈ لو، محنت کر لو تو صلہ ان اسباب اور اُن ذرائع سے مت مانگو، اب اسے اللہ پر چھوڑ دو وہی آپکو عزت دینے والا ہے۔

"اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ "(ال عمران ۳:۲۶، ۲۷)

(اے اللہ بادشاہ ہے ملک کا، تُو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اسی کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے)

پروردگار عالم کو آپ سے اتنی محبت ہے کہ وہ ہر وقت آپکی تلاش میں رہتا ہے۔ ہر وقت...... اگر اللہ نے یہ لفظ کہے کہ "یٰحَسرَۃً عَلَی العِبَادِ" تو اُس کو آپ نے لوٹنے کی ہر وقت حسرت رہتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بہت ساری زندگی، بہت ساری عمر آرزو کے فریب میں گزار دیتے ہیں۔ کام دو طرح ہوتے ہیں۔ زندگی کے اسباب پورے کر کے رُک جانا، شاید تب بھی اللہ کو آپ ایک گمراہی کے راستے میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ کام اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کی توجہ، اس کی محبت سے وہ سارے کام ہو جائیں تو بہت بہتر، مستقل اور پائیدار ورنہ عروج و زوال اسطرح بدلتے رہتے ہیں کہ زندگی، انسان کیلئے وہ ایک سبق بن جاتے ہیں، ہمارے لئے وہ عبرت بن جاتے ہیں اور اللہ کا کام عجلت کا نہیں ہے خدا کی محبت، اس کی بندگی میں تھوڑا سا وقت لگتا ہے، علم و عقل کا ایک اصول یاد رکھیے کہ ہمیں ایک چیز سے آگاہ ہونا چاہئے کہ ایک scheme ہے جو اللہ میرے لئے بناتا ہے اور لکھ چکا ہے۔ ایک وہ پروگرام ہے جو میں اپنے لئے خود بناتا ہوں۔ جتنا ان میں فرق ہوگا، اتنی depression ہوگی، اتنی anxiety ہوگی، اتنے ہی problems ہونگے، اگر ہم ایک سبق سیکھ لیں کہ ہم اس خدا کی programming کے مطابق ہو جائیں یا تھوڑا سا اُس کا انتظار کر لیں یا فوری طور پر اپنے

معاملات پر ضد نہ کریں، تھوڑا سا صبر و شکر کر لیں تو ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ آپ اُن لوگوں کی صف میں آ جائیں گے: "اَلَا اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ" (سن لو کہ بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ ڈر ہے اور نہ غم۔)

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

سوال: خواتین و حضرات! پہلا سوال یہ ہے کہ اگر اللہ نے عقل کو زیادہ اہمیت دی ہے تو صوفیاء کرام میں زیادہ اہمیت، بنیادی اہمیت ''عشق'' کو حاصل ہے بلکہ عقل کو اس کے مخالف بھی قرار دیا۔ صوفیاء کی آخر وہ کون سی مجبوری تھی جس بنا پر عشق کی اصطلاح کو رائج کرنا پڑا جبکہ جس دین کی تبلیغ ہو رہی تھی وہ ہمیں فکر اور عمل کی دعوت دے رہا تھا؟

جواب: خواتین و حضرات! جیسے بہت ساری چیزیں misnormal ہو جاتی ہیں اسی طرح صوفیاء کا یہ قول بھی misnormal ہو گیا یعنی کسی صوفی نے عقل سے گریز نہیں کیا بلکہ عقل کو بہترین قرار دیا۔

علم کی رفعتیں ہیں، عقل کی رفعتیں ہیں، اُن کے مقامات ہیں اور جوں جوں عقل بلند ہوتی ہے وہ اپنے مقامات میں بہتری ڈھونڈتی ہے اور اگر ایک عقل زمینی معاملات کی تلاش کر رہی ہے اور ایک عقل خدا کی تلاش کر رہی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اُس کی ultimate sophstication ہے۔ جسے ہم ''عشق'' کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ committment کی پختگی ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کی committment کے بغیر کسی بھی عشق کو تلون مزاجی کہیں گے اور عقل ہی واحد وہ چیز ہے جو آپ کو ایک unltimate committment دے سکتی ہے اور بعض اوقات عقلی committment اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ آپ کو جنوں تک رستہ دکھا دیتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ صوفیاء کی اصطلاح سے مراد کوئی نفسی کیفیت ہے تو یہ غلط ہے بلکہ صوفیاء اپنی دلیل و حکمت پر اتنے غالب ہوتے ہیں، اتنے مکمل ہوتے ہیں کہ ہر حال میں اس پر قائم رہتے ہیں۔

کمٹمنٹ کا ایک چھوٹا سا واقعہ میں آپکو شیخ ابوالحسن نوری کا بتا دوں کہ بادشاہ کے ہاں ان کی مخالفت ہوئی اور ان کے قتل کا فتویٰ صادر ہوا تو شیخ ابوالحسن ایثار کی تعلیم دیتے تھے، جلاد نے جب ان کے ساتھی کی گردن کو تہہِ تیغ رکھا تو آپ نے کہا: ''میری ایک آخری خواہش پوری کرو''۔ بادشاہ نے کہا کہ سُن لو، تو انہوں نے کہا: ''میرے اس بھائی سے پہلے میری گردن اتار دو'' بادشاہ کو تعجب ہوا، اس نے کہا: ''کیوں تم ایسا کہہ رہے ہو، مرنا تو تم دونوں نے ہی ہے''۔ اس نے کہا کہ ساری زندگی میں ایثار کی تعلیم دیتا رہا ہوں ...... اب اگر کچھ لمحوں کیلئے ہی سہی، میں اپنے بھائی سے پہلے مر کر تھوڑی سی اس ایثار کی practical ایک صورت نہ ظاہر کروں تو میرے علم کا کیا فائدہ؟''

یہ عشق نہیں تھا، یہ ایک top committment ہے اُس attitude اور message کے ساتھ جو کسی ولی کو ہوتا ہے۔ شیخ المحاسبی کی بہن نے ایک فتویٰ بھیجا اور فتوے میں یہ لکھا کہ حکومت کے لیمپ کی روشنی میں قرآن پڑھنا جائز ہے کہ نہیں ہے......تو فقیہہ نے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ کیسا عجیب وغریب سوال کیا ہے تو نے؟ اس نے کہا کہ میں ابوالحارث کی بہن ہوں تو اس نے کہا: "تجھے ناجائز ہے"۔ اگر تو ابوالحارث المحاسبی کی بہن ہے تو تجھے ناجائز ہے کیونکہ تو جس بھائی کی بہن ہے اس نے تمام تر زندگی ایک toughest accountability سے محبت میں گزاری ہے۔ accountability کا centre "اللہ" ہے۔ ساری زندگی اس کی committment کا یہ عالم رہا کہ شیخ ابوالحارث ایک بات کہہ کر کچھ دیر کیلئے رک جاتے پھر دوسری بات کہتے تو کسی نے سوال کیا کہ آپ رُکتے کیوں ہو؟ کہتے ہیں: "میں جملہ کہہ کے محاسبہ کرتا ہوں کہ جو میں نے کہہ دیا وہ درست یا نادرست تھا پھر دوسری بات کہتا ہوں"۔

ے کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکل ہا

یہ ایک top committment کا کام ہے۔

دیکھئے ذرا سیدِ عالم امامِ حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے! باقی باتیں چھوڑ دیجئے! اس آخری وقت کو یاد کیجئے! مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں، بہت سارے غم والم سے واسطہ ہے۔ دلیر تو پہلے بھی گزرے Horatio بھی گزرا، Haniball بھی گزرا۔ وہ بڑے بہادر تھے، اور وہ بڑی جنگ تھی۔ Alps کو عبور کر کے Haniball نے سیزر کو شکست دی۔ مرنے پر آیا تو اس جرأت کا مالک تھا کہ اپنے زندہ بدن کو دشمن کی حراست میں نہیں دینا چاہا، زہر چاٹ لیا۔ Horatio تن تنہا کھڑا رہا، ایران کے لشکر کو سترہ دن روکے رہا، تاریخ میں ابدیت پا گیا مگر سوچنا یہ ہے کہ اگر اللہ تمام ٹیسٹ ایک ہی وقت میں ڈال دیتا تو Horatio کیا کرتا؟ "وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ" اگر ان heroes کے ساتھ ان کے معصوم شیر خوار بچے بھی ہوتے، اگر ان کی بیگمات بھی ہوتیں، اگر سیراب حیات بھی ہوتے اور اگر عزت کا خیال بھی ہوتا، بے حرمتی کا احساس بھی ہوتا، یہ تمام آزمائشیں جو اللہ نے علیحدہ علیحدہ لوگوں پر ڈالی ہیں حسینؑ پر اکٹھی ڈال دیں بلکہ وقت مختصر کر دیا، زمان و مکاں کا اختصار کر دیا۔ کسی پر ایک مصیبت دو سال میں ہلکے ہلکے گزاری، کسی پر سال گزر گئے مگر حسینؑ پر پورے تین دن میں سارے مصائب گزار دیئے۔ اس عالم میں وہ کیا کر رہے تھے؟

کتنا clear headed تھا وہ شخص، ذرا غور تو کرو، کتنے clear headed تھے وہ شخص کہ ان ساری بلاؤں کا احساس لگتا ہے کہ ان کیلئے کوئی وجود نہیں رکھتا تھا۔ اتنا صاف ذہن تھا کہ وقتِ رخصت اپنی Top priority، وہ دو رکعت، اللہ کے حضور پیش کر رہے تھے۔ اگر تقلیدِ حسینؑ ہو گی تو priority کی ہو گی! اس سمتِ عالی کو اگر آپ چاہو گے تو کم از کم یہ تو دیکھو گے کہ ان تمام آلام و مصائب کے باوجود امامِ عالی مقام نے جو آخری بات نبھائی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور نمازِ عصر قضا ہو جائے۔ چاہے کسی بھی قیمت پر ہو انہوں نے اللہ کی بندگی کی Top priority ملحوظِ خاطر رکھی۔ خواتین و حضرات! اسکو "عشق" کہتے ہیں۔ نہ اس وقت حسینؑ نے جنوں کا مظاہرہ کیا، نہ انہوں نے کسی depression کا مظاہرہ کیا، نہ کسی پریشانی کا اظہار ان کے بشرہ، صداقت سے ہوا۔ ایک کام ضرور نظر آیا کہ اس بے حرمتی کے خوف سے بھی خوف آتا ہے کہ جوان پر اس وقت آ رہی تھی مگر حسینؑ کے چہرے پر ایسی کوئی لغزش محسوس نہیں ہوئی۔ جو تقریر فرما رہے ہیں اسی طرح مرصّع ہے، اسی طرح شاندار ہے، گفتگو میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ لہجہ نہ سرکتا ہے نہ تھرکتا ہے۔ وہی استقامت ہے اور پورے حواس میں ایک بات کو جیسے وہ دیکھ رہے ہوں، جیسے وہ سمجھ رہے ہوں اور انکو اسی ایک چیز کا خیال ہے جو اللہ نے ان کے ذمے ڈالی ہے۔ خواتین و حضرات! اسکے علاوہ اور کیا "عشق" ہو سکتا ہے؟ وہ احسان دانش کا ایک خوبصورت سا شعر ہے کہ:

؎ یونہی دنیا کیلئے ایک تماشہ نہ بنے
جس کو بنا ہو سمجھ سوچ کے دیوانہ بنے

سوال: انسان کا رزق، پروفیشن، تعلیم وغیرہ تمام کاموں کا تعلق انسانی کوشش سے ہے یا یہ مقدر ہے اور کیا مقدر پر انسانی کوشش اثر انداز ہو سکتی ہے؟

جواب: میرا نقطۂ نظر بالکل جدا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی کام ہمارا نہیں ہے، مجھے اس بات کا علم ہے کہ بچپن میرا نہیں تھا، بڑھاپا میرا نہیں ہے۔ مجھے پتا ہے کہ مجھے نہیں بتایا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تیری ماں کون ہے؟ بس بھیج دیا گیا۔ میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا، نہ زندگی کا آغاز میرے اختیار میں تھا نہ انجام میرے اختیار میں ہے۔

؎ سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا کی خبر

کیا میں چند لمحوں کیلئے، چند سالوں کیلئے فرض کر لوں کہ میں مقدر ساز ہوں، مجھے یہ بات سونپی گئی

ہے، میں نے رزق کمانا ہے، میں نے بچے پالنے ہیں، میں نے بیوی اور خاوند اختیار کرنا ہے تو یہ بڑا غیر معقول ہے۔ یہ سخت غیر معقول سوچ ہے خواتین و حضرات! کیونکہ اگر یہ سارے کام میں نے کرنے ہیں تو میرے پاس فرصتِ حیات بہت کم ہے۔ جب میں اللہ کے حضور جاؤں گا اور وہ مجھے کہے گا کہ اے بندے! جو میں نے کام سونپا تھا وہ کیا؟ کیا تُو نے مجھے پہچانا؟ میں کہوں گا، اے میرے پروردگار! مجھے فرصت کب ہوئی تھی؟ تُو ٹائم دیتا تو سوچتا۔ مجھے بچے پالنے پڑ گئے، مجھے ماں باپ کی خدمت سر پر پڑ گئی، میری بیوی ہر وقت میرا دماغ کھاتی تھی، میں سقراط بن گیا تھا۔ خدا کہتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ یہ اُس کے کام نہیں تھے، یہ سارے کام میرے تھے، یہ ساری سہولتیں میں نے تجھے عطا کی تھیں تا کہ تُو زندگی میں ان سہولتوں کو پا کے، اپنی عقل استعمال کر کے اِس سوال کا جواب دے کہ "مَنْ رَبُّکَ" (تیرا رب کون تھا؟) خواتین و حضرات اِس میں naturally ایک By product of question ہے کہ What do we do? ہم کیا کرتے ہیں؟ ہم کیوں کاموں کی تلاش کرتے ہیں؟ چونکہ ہم کاموں کی تلاش کرتے ہیں، چونکہ ہمارا ذہن کہیں استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ہمارے دست و پا کی مشقتیں کسی نہ کسی رزق کی صورت میں شامل ہیں تو ہم گمان کرتے ہیں کہ یہ کام ہم کرتے ہیں۔

خواتین و حضرات! رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا۔ پوچھا گیا: "یا رسول اللہ ﷺ! اگر مقدر حتمی ہے اور مکمل ہے تو پھر انسان کیا کرتا ہے؟" فرمایا: "انسان کے drive motives اللہ کے قبضے میں ہیں "مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا" کہ زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے کہ جس کے ماتھے پر اللہ کا کنٹرول نہیں ہے۔ brain خیالات کا سینٹر ہے۔ خدا کہیں دور سے اس پر کنٹرول آزماتا ہے، پھر جو کام اسے کرانا ہو، وہ اس سے کرا لیتا ہے جسے آپ سمجھتے ہو کہ آپ خود کرتے ہو۔ سو آپ کام کرو کہ وہ کام آپ اللہ کی مرضی سے کر رہے ہو مگر اس کام کو اتنا زیادہ اپنا نہ سمجھو، اس کو اتنی اہمیت نہ دو اور اللہ پر یہ اعتبار رکھو کہ جب آپ کو مکمل اعتبار ہوگا اللہ پر تو اللہ سارے کام آپ سے کرا لے گا۔

سوال: سوال یہ ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود نفس پر قابو کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: مجھے اعتراض ہے "لاکھ کوشش پر" ...... یہ اتنی ہوتی نہیں ہے۔

سوال: یہ ایک چھوٹا سا question ہے کہ بحیثیت قوم ہمارا مستقبل آپ کیسا دیکھتے ہیں؟

جواب: ہمارا وقت خوف و ہراس سے گزر رہا ہے، مستقبل غیر یقینی ہے، اعدائے پاکستان،

اعدائے اسلام اس طرح سر پر مسلط ہیں کہ لگتا ہے کہ کوئی دم میں، کسی آن میں جان جاتی ہے مگر ایسا ہے نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز مجھے اتنا معلوم ہے کہ اللہ نے ایک بات کہی ...... رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے بارے میں ایک بات کہی، حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: "جب زمین پر ایک بھی اللہ، اللہ کہنے والا شخص نہیں رہے گا تو قیامت آجائے گی"۔ پاکستان میں بڑے اللہ، اللہ کہنے والے ہیں۔ اللہ کا بڑا کرم ہے، بڑا فضل ہے، پاکستان پر قیامت نہیں آئے گی اور جہاں تک حدیث اِشارہ فرماتی ہے...... ابونعیم کی حدیث ہے اور یہ حمادی میں نقل ہے کہ اہلِ اسلام ہند میں سب سے پہلے اہلِ کفر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے امراء اور روسا کو گرفتار کریں گے پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ یہ پاکستان کا انجام ہے۔ پہلے پاکستان کے مسلمان اہلِ کفرِ ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے روؤسا اور امراء کو گرفتار کریں گے پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ بڑا مقام ہے، عزت ہے اور اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم کیا ہے اس خطہء زمین پر، اقطاب عالم یہاں دفن ہیں مگر ضرورت یہ ہے کہ جیسے اللہ نے کہا کہ تم پلٹ جاؤ گے تو میں پلٹ جاؤں گا، تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔ ہمیں لوٹنے کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا جسمانی ریاضتیں خدا تک پہنچنے اور اسے پانے کا ذریعہ ہیں؟

جواب: یہ بڑا خوبصورت سوال ہے، آپ اس کو یوں مختصر کر لیجئے کہ کیا انسانی attitude میں physical extremities کہیں خدا کو lead کرتی ہیں؟ تو قطعاً ایسا نہیں ہے، جیسے اللہ نے اُس وقت قومِ عیسوی کے رہبانی لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے از خود یہ چیزیں نکال لیں تھیں، میں نے انہیں نہیں کہا تھا، پھر کچھ لوگ انہیں نبھا گئے اور زیادہ تر لوگ نہیں نبھا نہیں سکے۔ میں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ یہ ہوتا کیوں ہے؟ Basically this is phychological fact, some people know کہ ان میں ایک عادت کا غلبہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی قابلِ مثال یا قابلِ تقلید کام نہیں ہوتے مگر کچھ لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ ہم میں بھوک غالب ہے، خوف غالب ہے، ہم میں خلق کی توجہ کی آرزوئیں غالب ہیں تو وہ اپنے آپ کو طویل مدت کیلئے اس situation میں رکھتے ہیں مثلاً اگر بھوک غالب ہے تو اپنے آپ کو بھوکا رکھتے ہیں، اگر خلق غالب ہے تو خلق سے جدائی پر زور دیتے ہیں۔ یہ اُن کا individual اعراض ہے۔ اسکا کوئی واسطہ تصوف سے نہیں۔ اگر مجھے پتہ ہو کہ مجھ میں ایک عادت ہے اور میں اُس سے آگاہ ہوں تو پھر اُسے روکنے کی خاطر میں سمجھتا ہوں کہ ہمالیہ کی بالائی پر چلا جاؤں اور برف کی تنہائی

میں قید ہو جاؤں۔ ایک شخص سمجھتا ہے کہ میں خلق کی گفتگو میں اپنے آپ کو ضائع کر رہا ہوں تو وہ اپنے آپکو جدائی کی سزا دے گا۔ self کو سزا دینے کا یہ طریقہ صوفیائے قدیم میں رائج تھا۔ یہ normal نہیں تھا۔ اگر وہ لوگ اپنے اندر ایک ابنارمل کیفیت محسوس کرتے تھے تو اس کو دور کرنے کیلئے ایسا کرتے تھے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے "تذکرہ" میں بیان فرمائی، کہا کہ میں ہر روز جامع بغداد میں رات کے نوافل میں قرآن ختم کرتا تھا اور اس طریقے پر میری مدت گزر گئی تو ایک دن میں جامع بغداد کی سیڑھیوں پر چل رہا تھا تو میرے نفس نے مجھے کہا کہ اے عبدالقادر آج اگر تُو آرام کرے اور مجھے بھی آرام دے دے تو کیا تعجب ہے۔ تو شیخ نے کہا کہ تُو نے مجھے خدا کے رستے میں تساہل پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے، اس کی سزا تجھے میں یہ دوں گا کہ اسی سیڑھی پر تمام نوافل ادا کروں گا اور یہیں میں قرآن ختم کروں گا۔ Some where extremity becomes a part of somebody. جس کو یہ خوف زیادہ ہوتا ہے کہ نفس کو کوئی رعایت دینے سے شاید میرا رستہ خراب ہو جائے مگر یہ عمومی لوگوں کیلئے نہیں۔ چونکہ خدا نے جسمانی اور نفسی کیفیات پر درجات نہیں رکھے اور بہترین علم خدا کا اگر کسی کو حاصل تھا تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور بہترین علم کو جس استعداد میں رکھا وہ نہ extremism تھی، نہ وہ abnormal تھی، نہ وہ subnormal تھی بلکہ normalcy بہترین قاعدہ زندگی ہے۔ normalcy سے بہترین علم پیدا ہوتا ہے۔ normalcy سے بہترین شناخت پیدا ہوتی ہے اور اعتدال کو ہر چیز پر غلبہ ہے۔

سوال: تصوف کیا خدا کی محبت کا آخری درجہ ہے؟

جواب: تصوف نہ کوئی آخری درجہ ہے نہ پہلا درجہ ہے۔ مقامات صرف علم کے ہیں اور تصوف میں مقامات نہ جسمانی ریاضت کے ہیں نہ ذہنی ریاضت کے ہیں بلکہ اسکی مثال دنیا میں یہ ہے کہ جب کوئی مباحثہ ہو رہا ہو اور بڑے بڑے اچھے debater اور مقرر موجود ہوں اور تین چار judges بھی بیٹھے ہوں تو کسی کی وضاحت بہت اچھی لگتی ہے، کسی کی شکل و صورت، کسی کی گفتگو، کسی کا انداز، کسی کی ادائیگی، کسی کا confidence بڑا اچھا لگتا ہے تو normally اگر منصف اچھے ہوں تو اس شخص کو first prize ملتا ہے جسمیں تھوڑے تھوڑے سارے انداز موجود ہوں اور ایک compact اور overall ایک اچھی اور مضبوط image کا وہ حامل ہو۔ سید ہجویریؒ نے فرمایا: "جس کو خدا طلب کرنا ہے اس کو تمام علوم میں سے تھوڑا تھوڑا علم حاصل کرنا چاہئے"۔ اور

درجات جو ہیں وہ شناخت سے ہیں اور اللہ نے قرآن میں اسکا فیصلہ فرما دیا کہ ”نَرفَعُ دَرَجٰتٍ مَّن نَّشَآءُ“ (جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں) ”وَفَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیم“ (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے)

سوال: خوشی اور تصوف کے درمیان کیا relation ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! ایک تو ادبی سا لفظ ہے اور دوسری ایک institution کی اصطلاح ہے۔ ایک کیفیت گزرنے والی ہے اور ایک کیفیت پورا مقام، پورا درجہ، علم رکھتی ہے تو ”سرخوشی“ تو بڑی ہلکی سی کیفیت ہے، وہ تصوف میں آتی ہی نہیں ہے۔ ذمہ داری کا احساس شاید زیادہ رجائیت کو مائل ہی نہیں کرتا۔

14 مارچ 2007ء
اکادمی ادبیات اسلام آباد

تصرّف فی الاصول الدّین

اَعُوذُ بِااللہِ السَّمِیعِ العَلِیم مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدخِلنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخرِجنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۰ وَسَلامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ۰
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۰

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

خواتین وحضرات! جب بھی لاہور آیا مدتوں کی یادیں ساتھ رہیں اور اس مرتبہ بقول استاد ذوق کہ سب سے بڑی قیمتی چیز جو اللہ کے بعد انسانوں کے پاس ہوتی ہے وہ Personal relationship ہے۔ ''ذاتی تعلق''...... اس کو بڑے خوبصورت پیرائے میں استاد ذوق نے فرمایا کہ:

؎ اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

آج کا موضوع بہت technical سا ہے اور یہ ایک class room کا موضوع ہونا چاہیے

تھا۔ ”اصول الدین“ سے مراد یہ ہے کہ دین جن بنیادوں پر کھڑا ہوتا ہے اس میں کس قسم کا تصرف ممکن ہے اور کس قسم کا تصور ممکن نہیں ہے۔ ”قرآن“ سب سے بنیادی بنیادِ ایمان ہے، مذہب ہے، اخلاق ہے پھر ”حدیث رسول ﷺ“ ہے، پھر ”اجماعِ امت“ ہے پھر ”قیاس“ ہے ”رائے“ ہے، پھر ”استحسان“ ہے، discretion ہے ”استحسان بالرائے“ ”استحسان بالضرورت“ ہے اور آخر میں ایک ”مصالحہ“ ہے مگر میں ان پر آج گفتگو نہیں کر رہا۔ Because I don't have to give you a lesson on technology of "Tasarruf". میری آج کی گفتگو اصلِ اصول پر ہے۔

یہ تمام مذہب، تمام روایتِ مذہب، تمام قوانینِ مذہب اس وقت قابلِ قبول ہوتے ہیں جب کسی دیئے ہوئے نظام کے پیچھے جو ہستی ہے اسے آپ تہہ دل سے قبول کر لیں۔ تمام ”اصلِ اصول“ صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اور کوئی نظام دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس سے سارے انسان متفق ہوں، چاہے وہ American law ہے، چاہے وہ British law of democracy ہے، چاہے وہ Christianity ہے، چاہے وہ Islam ہے۔ سب سے بڑھ کر اسلام کو دشواری یہ ہے، قرآن و حدیث کی دشواری یہ ہے کہ جہاں باقی قوانین انسان کی سہولت کیلئے بنتے ہیں، ان کی مرضی کے مطابق بنتے ہیں وہاں خدا کا قانون انسانی جبلتوں کے خلاف کھڑا ہے۔

”وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى“

(جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنی ہواءِ نفس کی مخالفت کی)

انسانی عادت سے اگر کوئی جھگڑنے والا rule اور قانون ہے تو وہ خدا کا قانون ہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، آخر خدا کو ایسی کیا دشمنی پڑ گئی تھی انسانوں سے کہ جو قوانین بنائے ان میں سرزنش رکھی، ہدایت رکھی، اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ:

”هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ“

(وہ ہے اللہ پیدا کرنے والا درست کرنے والا صورتیں بنانے والا)

پتہ نہیں کب سے، ارب ہا ارب سال سے کھرب ہا کھرب سال سے unimaginable vastness of time. سے جس کی پیمائش کیلئے ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ ازل سے پروردگارِ عالم اپنی تخلیقات کے تحفظات میں مصروف تھا۔ ایک creative process تھا جو لا

انتہا تھا، جس کا ہمارے پاس کوئی امکان نہیں ہے کہ ہم جان سکیں کہ وہ کب شروع ہوا اور کب ختم ہو گا؟

خواتین وحضرات! اگر وہ اکیلا تھا۔ عبادات جو create کی تھیں وہ ان کی اپنی تھیں، جو حکم کسی میں ڈال دیا سو ڈال دیا۔ جو بات کسی میں رکھ دی سو رکھ دی۔ اس نے زمین وآسمان سے کہا کہ میں نے تمہیں تخلیق کر دیا ہے۔ اب میں تم میں کچھ امر ڈال رہا ہوں۔ مانتے ہو خوشی سے یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ہماری سرتابی کی مجال بھی کہاں ہے۔ ہم اپنی مرضی سے، اپنی خوشی سے تیری اطاعت کریں گے۔ آسمانِ اوّل کے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم نے سر جھکا کے کھڑا ہونا ہے۔ سو ارب با ارب سال گزر گئے، ان میں استقامت ہی رکھی، وہ اسی طرح کھڑے ہیں۔ آسمانِ چہارم کے ملائکہ سے کہا کہ تم رکوع میں کھڑے رہو گے، سو وہ رکوع میں کھڑے ہیں۔ وہ کچھ بیزار سا ہو گیا۔ سوچتا تھا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اس سے میری خدائی کہاں ثابت ہوتی ہے؟ اس سے میرا عرفانِ ذات کہاں مکمل ہوتا ہے؟

”ھُوَ اللّٰہُ الخَالِقُ البَارِیءُ المُصَوِّرُ“

میں جو خالق ہوں، باری ہوں، مصور ہوں، میری appreciation کہاں گئی؟ مجھے کون جانے گا؟ مانے گا؟ اگر میں اسی طرح ساری مخلوقات عالم پر حکم force کرتا رہا، اگر میں اپنی ہی directed طرز سے ان کی عبادت چاہتا رہا تو پھر مجھے کیا مزہ ہے خدائی کا......؟ کیا میری ساری کی ساری appriciation concordant نہ ہوگی؟ پہلے سے directed نہ ہوگی؟ اس کو خیال کرتے ہوئے...... حدیث قدسی ہے کہ:

”کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً مَا اَحِبتُ عَن عَرَفَ فَخَلَقتُ خَلَقَ“

میں جو ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، بے پناہ، بڑا...... میں نے ایک خصوصی چیز تخلیق کی۔ وہ عقل تھی۔ عقل جس میں تجاوزات تھے، differentiation تھیں، bifurcations تھیں جو اختلاف کر سکتی تھی، جو حمایت اور مخالفت دونوں کام کر سکتی تھیں۔ بڑی خوبصورت شے تھی۔ کہا: ”ذرا مجھے چل کے دکھا“......! پھر عقل نے اپنے انداز دکھائے، نِرت دکھائے، پہلو بچائے، کترائی، جھولی، جھمیلی، بڑے ساز نخرے تھے عقل کے، بڑے انداز تھے، مغازت کے...... اپنائیت کے...... اسے دیکھا اور کہا: ”میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے“...... اللہ نے عقل پر ناز فرمایا...... خواتین و حضرات! یہ artificial تھی، تخلیق شدہ تھی۔ کوئی original نہیں تھی۔ یہ artificial intelligence تھی۔ جب بہت ساری مخلوقات کو process سے گزار رہا تھا، انکو زیادہ سے زیادہ refine کر رہا تھا، مادے کی نوعیتیں بدل رہا تھا، حُسن کے حقائق بدل رہا تھا تو اس نے بالآخر انسان کو "احسنِ تقویم" قرار دیا......

احسنِ تقویم کا مطلب خواتین و حضرات! "سب سے بہتر" نہیں ہے...... آسمانوں میں بے شمار مخلوقات تھیں۔ زمین پر بے شمار مخلوقات ہیں۔ ایک اندازہ ہے کہ ایک ارب مخلوقات تو زمین دنیا پر موجود ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک محترم دوست سے شہد کی مکھی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: "پروفیسر صاحب! شہد کی مکھی کی اٹھارہ ہزار قسمیں ہیں"۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک قسم نیپال میں شہد کی مکھی کی ایسی ہے جو کڑوا شہد جمع کرتی ہے۔ اگر ایک شہد کی مکھی کی اٹھارہ ہزار قسمیں ہیں تو باقی انواع کو آپ دیکھ لیجئے۔ ایک ارب اقسامِ زندگی میں سے ہم بہتر ہیں۔ ہم ان سب سے بہتر ہیں۔ ہم اشرف المخلوقات ارضی ضرور ہیں مگر خواتین و حضرات! اوپر بھی تو مخلوقات ہونگی نا...... یہ کون سا انسان ہے جو خدا کو اتنا محدود سمجھتا ہے کہ ایک دنیا بنا کے خدا تنگ ہو گیا۔ ایک آسمان بنا کے فارغ ہو گیا۔ اس نے تو کہا کہ میں نے تواتر سے سات آسمان اور سات دنیائیں تخلیق کیں ہیں اور تواتر سے انسانوں کو بنا رہا ہوں اور ان کے حساب کتاب لے رہا ہوں اور تواتر سے ان کو جنتوں میں پہنچا رہا ہوں۔

مسلم کی آخری احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت اتنی بڑی ہے کہ "اَرضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ" کہ اگر سات universes کا اور سات زمینوں کا area ملا لیا جائے تو جنت کی چوڑائی پوری نہیں ہوتی۔ اب اتنی بڑی جنت...... ظاہر ہے کہ اتنے تھوڑے سے انسان...... بہت ہوئے دس بیس ارب انسان، سو ارب انسان بھی ایک آدھ ستارے میں سما سکتے ہیں...... اگر چار ارب انسان ایک چھوٹی سی زمین پر سما جاتے ہیں اور اگر آپ سورج پر ہوتے تو پچھلے آئے گئے، اگلے آنے والے بھی اس میں سما جاتے چہ جائیکہ اس پوری کائنات کے billions and trillions stars کے برابر ایک اتنی بڑی جنت جس کی چوڑائی بھی ان سے بڑی ہے وہاں کتنی ہی مخلوقات سما جائیں تو پھر بھی کس قدر جگہ بچ جائے گی......

خداوندِ کریم کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب حساب کتاب ہو جائے گا، دنیا ختم ہو جائے گی تو جنت میں پھر بھی جگہ بچ جائے گی پھر اللہ نئے انسان پیدا کرے گا، نئے سرے سے آزمائشیں ہونگی۔ نئے سرے سے حساب کتاب ہونگے۔ ایک مسلسل دورانِ زندگی ہے جو چلتا رہے گا۔

خواتین و حضرات! اللہ کے سوا آج کا انسان اپنے روبوٹس کو artificial intelligence اس ڈر کے مارے نہیں دیتا کہ اگر میں نے اسے artificial intelligence دے دی، اس میں میں نے فرق کرنے کی تمیز ڈال دی، اچھائی اور برائی کا امتیاز ڈال دیا، اس میں حرمت اور عزت ڈال دی، اس کو احساسِ ذات سے آگاہ کر دیا اور اس کو direction دے دی کہ تم نے اچھائی کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہے تو پھر اس کے ہاتھوں ہم خود ہی مارے جائیں گے، پھر اس artificial intelligence کے حامل لوگوں کے ہاتھوں سے ہم خود مارے جائیں گے کیونکہ ہم خود اپنے انصاف کے تقاضوں پر پورے نہیں اترتے، ہم اپنے بنائے ہوئے "قوانینِ عزت" "قوانینِ محبت" پر پورے نہیں اترتے۔ بھلا انسان سے بڑھ کر mercurial morality (سیماب صفت اخلاقیات) کس کی ہو سکتی ہے؟ خواتین و حضرات! اس ڈر کے مارے انسان computer کو، اپنے روبوٹس کو artificial intelligence نہیں دے رہا۔ مگر اللہ بہت بڑا ہے، بہت بڑا...... اللہ نے یہ رسک لیا۔ اس کو ان سے ڈر نہیں تھا۔ اس نے تو قرآنِ حکیم میں فرمایا کہ اگر آسمانوں سے ایک پتھر پھینک دوں...... وہ پتھر کہتا ہے asteroid science کہتی ہے...... ایک پتھر پھینک دوں تو زمین کو تہہ و بالا کر دے اور تمہاری زندگیاں حدودِ زمین میں غارت کر دے مگر اس کو آپ قوت و جبر سے نہیں لرزا سکتے۔ اس نے کہا کہ زمین و آسمان میں نے اندازے سے بنائے ہیں۔ ان کو میں نے بہت مستحکم کیا ہوا ہے۔ یہ نہیں ٹل سکتے، ان کو آپ کی حفاظت کی وجہ سے میں نے جبر میں قید کیا۔ تمام جبر اللہ نے انسان کی بہتری کیلئے تخلیق کیا ہے۔ زمین و آسمان کا جبر، چاند اور سورج کا جبر، زمین کو ایک مخصوص جگہ رکھنے کا جبر تا کہ آپ پر زندگی سہل ہو سکے۔ بچے کو ماں باپ کا جبر دیا۔ نہ وہ ماں جانتا تھا، نہ باپ جانتا تھا۔ اس کو ایک خاندان کی سہولت جبراً دی۔ یہ تمام کام کرنے کے بعد اس کا مقصد وہی تھا جو اس حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ:

"کُنْتُ کَنزاً مخفِیاً عَنْ عَرَف"

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں)

"فَخَلَقتُ خَلقَ"

(میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کیلئے پیدا کیا)

اور تعارف کیلئے قرآنِ حکیم نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا:

"اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا"

(تمام ہدایت و عقل و شعور اس لیے بخشا کہ تم مجھے جانو یا میرا انکار کرو۔)

خواتین و حضرات! پھر اس نے قانون دیا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ خدا کا قانون انسانوں کو کبھی بھلا نہیں لگے گا۔ یہ میری "جبلت" کے خلاف ہے، میرے "تحفظات" کے خلاف ہے، میرے اپنے تحفظات کے خلاف ہے، میری اپنی قدر و منزلت کے خلاف ہے، میرے "تکبراتِ ذات" کے خلاف ہے، میری "حُبِ جاہ و منزلت" کے خلاف ہے۔ میری جبلت، میرا نفس خدا کا حریف ہے۔ اسی لیے حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ نے نفسِ انسان کی شکل میں اپنا بدترین دشمن تخلیق کیا مگر حفاظتِ انسان کے لیے اللہ نے وہ قوانین مرتب کیے جن سے نسلِ انسانی کے یہ کاروان اپنی منزل تک پہنچتے ہیں اور ان قوانین کو آپ نے "کتب ہائے الٰہیہ" کا نام دیا اور سب سے پہلا قانون جو تھا ہابیل اور قابیل کے ضمن میں دیا اور کہا، "جس نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے نسلِ انسان کو قتل کیا۔ جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے گویا نسلِ انسان کو بچایا"۔ آہستہ آہستہ یہ قوانینِ الٰہیہ ایک محکم کتاب اور قانون کا حصہ بنتے گئے جو بالآخر قرآن پر منتج ہوا اور قرآن ایک ultimate book of destiny of law بن گئی۔ یہ وہ قانون تھا، یہ وہ اصول تھا جس میں نہ صرف اصل نے اپنی تعریف کی، خدا نے اپنی وضاحت کی بلکہ لوگوں پر ان قوانین کی صحت کی بھی وضاحت کی۔

خواتین و حضرات! بدقسمتی سے شروع سے ہی تمام اقوام انہی اصلِ قوانین پر تصرف کرتی چلی آئی ہیں۔ انہی قوانین سے مغائرت برتتی چلی آئی ہیں۔ اگر آپ کو صاحبِ قانون کی فراست اور صداقت کا علم نہیں ہے، اگر آپ کو اس پر اعتبار نہیں ہے تو اس سے بڑا تصرف قرآن حکیم پر اور کیا ہوگا کہ آپ کو قانون لانے والے پر اعتبار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب عقل کو تخلیق کیا تو اس کے خدشات بھی تھے۔ اگر ایک معمولی سی جبلت مجھے تکبرات پر آمادہ کرتی ہے تو میری عقل تو زیادہ refined ہے، زیادہ پیچیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو وجاہت کی کئی قسمیں زیادہ عزیزتر ہوں گی تو بہت سارے عقل والوں نے اپنے آپ کو بہتر اور محترم سمجھتے ہوئے کتابِ الٰہی میں ہر موقع پر تصرف کیا۔ یہ تصرف خدا نے قرآن میں پہلی قوموں پر دو طریقوں سے واضح کیا ہے کہ میری آیاتِ الٰہی پر تصرف کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ جماعتوں میں بٹتے ہیں، گروہوں میں بٹتے ہیں، مکاتب میں بٹتے ہیں انہیں schools of thought ملتے ہیں جو بٹتے بٹتے بذاتِ خود

خدا کی مصنوعی شکلیں بن جاتی ہیں۔ جہاں علم رُکتا ہوا، اترتا ہوا، مابعدالطبیعات سے آتا ہوا "طبعی شکلوں" میں گرفتار ہو جاتا ہے، "پائچوں" میں شکار ہو جاتا ہے، "بازوؤں" میں شکار ہو جاتا ہے "طریقِ وضو" کا شکار ہو جاتا ہے، فرقوں میں ڈھل جاتا ہے اور برداشت کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ سب سے بڑا تصرف جو اسلام میں ہوا، اللہ کے قانون کے ساتھ ہوا کہ لوگوں نے ایک وسیع المشرب، بین الکائناتی مذہب کو جو کاسمیاتی مذہب تھا، جو پوری کائنات کا مذہب تھا جو شجر و حجر کا مذہب تھا اس کو چھوٹی چھوٹی approaches میں قید کر دیا۔

وہ approaches کیا تھیں؟ خواتین و حضرات......! دو گُر خدا نے کہئے...... دو طریقے یہود نے استعمال کیے۔ اللہ نے فرمایا:

"اَفَتَطمَعُونَ اَن یُّؤمِنُوا وَقَد کَانَ فَرِیقٌ مِّنھُم یَسمَعُونَ کَلٰمَ اللہِ ثُمَّ یُحَرِّفُونَہٗ مِن م
بَعدِمَا عَقَلُوہُ وَھُم یَعلَمُونَ" (بقرہ ۲: ۷۵)

(کیا تم کو توقع ہے کہ یہودی تمہاری بات مان لیں گے اور ایک فرقہ ان میں ایسا گزرا ہے جو اللہ کا کلام سنتا تھا اور سمجھ جانے کے بعد جان بوجھ کر بدل ڈالتا تھا۔)

کہ پہلا تو یہ المیہ تھا کہ: "میری دی ہوئی عقل کا تم نے یہ فائدہ اٹھایا کہ میری ہی بنیادی اصولی تعلیم کو تم نے متغیر کر دیا۔ تم نے تحریف کر دی"۔ یہ پہلا تصرف تھا جو عقل والی قوموں نے کیا جو بظاہر اپنے آپ کو intellectual سمجھتی تھیں۔ خواتین و حضرات! یہ آج بھی بہت ہیں۔ T.V. پر متکلم ہوتے ہیں، اخبارات میں متکلم ہوتے ہیں۔ یہ دانشورانِ مذہب پہلے بھی بہت تھے۔ آج کے نہیں، یہود کے زمانے میں بھی یہی تھے۔

قبالہ ایک یہودی تنظیم ہے، جب خداوندِ کریم کے پیغمبر موسیٰؑ بلبعک اور حمص سے گزرے، جب یہودیوں نے گستاخیاں کیں، بچھڑے کی پرستش کی اور پھر بت پرستی شعار کی، جب حضرت حاروںؑ کو مار دیا، جب موسیٰؑ واپس آئے تو خدا نے کہا کہ آدھی قوم آدھی قوم کو قتل کرے۔ حق پرست بت پرستوں کو ختم کریں کہ اتنی بڑی آیاتِ الٰہیہ کے بعد بھی، نیل سے نکلنے کے بعد بھی

"وَظَلَّلنَا عَلَیکُمُ الغَمَامَ وَاَنزَلنَا عَلَیکُمُ المَنَّ وَالسَّلوٰی"

کہ من و سلویٰ کے اترنے کے بعد بھی، ان کے سروں پر پرندوں کی چھایا ہونے کے باوجود بھی انہوں نے خداوندِ کریم کو، اس بزرگ و برتر کو پھر بتوں میں قید کرنے کی کوشش کی تو خدا نے کہا:

"تم میں سے حق پرست بت پرستوں کو قتل کریں"۔

خواتین و حضرات! قبالہ یہودیوں کی بہت بڑی mystic تنظیم ہے، صوفی تنظیم ہے۔ قبالہ کے مصنف نے کہا کہ خدا کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔ ملاحظہ فرمایئے! وہ فرماتے ہیں کہ یہود قوم کے بارے میں خدا کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔ اس جملے سے آپ اندازہ لگایئے کہ قبالہ کا مصنف جو mystic movement کا مصنف ہے وہ اپنی عقل کو اتنا بزرگ و برتر سمجھتا ہے کہ جو حکمِ قتل ان کے بارے میں اللہ نے دیا اسکے بارے میں اسکا خیال یہ ہے کہ اللہ کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔ (سبحان اللہ تعالیٰ العزیز) ......! یہ واحد چیز نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی انہوں نے ایک کام کیا۔ ایک تو Intellectuals of those times, the pseudo intellectuals of those times اپنی عقل و معرفت کے تصرف میں انہوں نے سب سے پہلا حریف خدا کو جانا اور کہا کہ خدا سے غلطی ہو گئی۔ اس کے بعد اور لوگ آئے وہ اتنے intellectuals نہیں تھے۔ زمینی حقائق کے لوگ تھے، بڑے دانشور تھے۔ وہ زمینی حقائق کو بہتر سمجھتے تھے۔ دانشورانِ عصر میں سے تھے۔ وہ مادیت کے پرستار تھے، انکا خیال یہ تھا کہ خدا as a matter of belief ٹھیک ہے مگر دنیا کے معاملات میں اس کو کوئی شرکت نہ دو اس لئے وہ آیتیں چھپا دیتے تھے۔ مرضی کے خلاف آیات پڑھنے سے انکار کر دیتے تھے۔ جہاں ان کی مرضی کے خلاف آیت آئی، جہاں شراب پینے کی مخالفت آئی انہوں نے کہہ دیا کہ قرآن میں تو ایسا حکم ہی کوئی نہیں، قرآن میں تو کوئی سزا ہی نہیں لکھی ہوئی یعنی ایسا حکم ہی کوئی نہیں۔ قرآن میں تو کوئی سزا ہی نہیں لکھی ہوئی یعنی وہ آیاتِ الٰہی پر اس طرح کے تصرف فرماتے تھے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ"

(بے شک وہ لوگ چھپاجاتے تھے جو نازل کیا اللہ نے کتاب میں)

کہ کتابِ حکیم میں سے وہ آیت چھپا دیتے تھے کہ جس سے یہ مراد ہو، "وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا" تھوڑے سے مال و اسباب کیلئے، ڈپٹی سیکرٹری سے ایڈیشنل سیکرٹری ہونے کیلئے، ایس پی سے ڈی آئی جی ہونے کیلئے، کوئی محترمہ آ گئی ہیں اور انہوں نے وزیر بننا ہے تو اور تو کوئی چیز "مقبولِ درگاہِ دینِ الٰہی" تھی نہیں اس لیے فرمایا کہ ہم اسلام کو بہتر جانتے ہیں، "سلام لینا تو منع ہی نہیں ہے مگر گلے لگنا کون سا منع ہے"۔ لوگوں نے تھوڑے تھوڑے سے دنیاوی اقتدار کیلئے آیات پر تصرف کیا۔ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ خواتین کو کچھ بھی منع نہیں۔ "خولہ بت ازور" تن تنہا ایک

پورے رسالہ سے جنگ کرتی نظر آتی ہے، اپنے بھائی "ضرار بن ازور" کو رومیوں کے ایک پورے دستے سے چھڑا کے لاتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ "ہند زوجہ ابوسفیان" خالد بن ولیدؓ کی گردن میں نیزہ رکھ کے جنگِ یرموک کے دن کہتی ہے کہ خالد تم کتنے بڑے سپہ سالار ہو۔ آج تم شکست کھا کے پیچھے ہٹ رہے ہو۔ اگر تم پیچھے ہٹے تو ہم اپنے نیزے کی چوبوں سے تمہیں قتل کریں گے۔ خواتین و حضرات! کون سا کام عورتوں کو منع تھا؟ شمشیر زن وہ تھیں، شہسوار وہ تھیں اور Flourence Nightingale تو بہت دیر کی بات ہے، زخمیوں کی مرہم پٹی بدر و حنین میں کرنے والی عورتیں ہی تو تھیں۔ اُم المومنین عائشہؓ بھی تھیں، سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ بھی تھیں۔ بڑی بڑی معزز عورتوں نے یہ کام کیے ہیں۔ کیا وہ حکمران نہیں ہوتی تھیں؟ کیا آرٹ اور کلچر میں ان کا نام نہ تھا؟ دو بڑی personalities جنہوں نے اسلامی Art اور culture کو راہ دکھائی ہے وہ "سکینہ بنتِ حسینؓ" اور "عائشہ بنتِ طلحہ" تھیں۔ "فرزدق" ان سے شاعری کی داد لیتا ہے اور "کتاب لاغانی" کا مصنف ان کو اتفاقاً mention کرتا ہے۔ مگر حضرات! اُس وقت بھی عجیب و غریب intellectuals موجود تھے۔

"کتاب لاغانی" کا مصنف آج کے کسی احمقانہ تسلسل کے مصنف سے کم نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ جس دعوت میں جاتا تھا کم از کم دو سو سے لیکر تین سو تک چمچ اس کے پاس رکھے جاتے تھے۔ اس کے کپڑوں سے بُو آتی تھی...... آج کے intellectual کا مطلب odd ہوتا ہے تو اس لحاظ سے "کتابُ الاغانی" کے مصنف سے زیادہ odd کوئی نہیں تھا۔ کپڑے اتنے واہیات...... ! غسل کبھی کیا ہی نہیں، بدبُو اٹھتی تھی مگر گفتگو ایسی نفیس اور اعلیٰ کہ اُس کے بغیر کسی بادشاہ کی گزر نہیں ہوتی تھی تو کہتے ہیں کہ ہر بادشاہ مجبوراً اسے اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا اور نفاست کا یہ عالم تھا کہ ایک چمچ سے کھانے کے بعد پھر دوبارہ اسے استعمال نہیں کرتا تھا۔ خواتین و حضرات There were freaks in those times also, intellectuals in those times also. حیرت کی بات آج نہیں ہے مگر فرض کیجیے کہ آج کا ایک مفکر اٹھے اور کہے کہ ابابیلوں نے تو کبھی حملہ ہی نہیں کیا تھا، اس کو آیات پر تصرف یہ نظر آئے کہ "ابرہہ" والی بات تو کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔ "ابابیل" تو تھے ہی نہیں۔ یہ تو کوئی ایسی اچانک بیماری اٹھی تھی کہ جس سے وہ سارا لشکر مر گیا۔ خواتین و حضرات! ان سے پوچھو، کیا آپ وہاں تھے؟ آپ نے کوئی مظاہرہ دیکھا تھا؟ اگر آپ نے اُس وقت کی روایات کو ہی trust کرنا

ہے تو ذرا کعبہ کے ان بے شمار کفار سے تو پوچھو کہ جو ''ابرھہ'' کے لشکر کی وجہ سے پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے اور وہاں سے صرف منظر دیکھ رہے تھے کہ یہ حملہ ہوا کہ نہیں ہوا۔ خواتین و حضرات! ان میں ایک گائیڈ تھا۔ ''ابرھہ'' کے لشکر کا ایک گائیڈ تھا۔ وہ ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور وہ عرب تھا۔ جب رستے میں انہوں نے اسے دیکھا تو اسے گرفتار کر لیا اور کہا کہ اگر تو ہمیں کعبہ تک رستہ نہیں دکھائے گا تو ہم تیرا حال بُرا کریں گے۔ تجھے قتل کر دیں گے۔ وہ بےچارہ اس مجبوری سے ان کے ساتھ چلا۔ چلتا چلتا جب کاروان تک آیا تو اس ہاتھی کے کان کے پاس گیا اور ''ہاتھی'' کے کان کے پاس جا کر اس نے کہا کہ ''اے ہاتھی! یہ ابرھہ کے خدا کا گھر ہے۔ ان ظالم بدبختوں کی بات نہ ماننا، یہیں سے لوٹ جانا، آگے قدم نہ بڑھانا، آگے تیرے لئے فنا ہے''۔ چلئے اس کو ہم روایت کا حصہ مان لیتے ہیں۔ ہاتھی نے قدم بڑھانے سے انکار کر دیا۔ وہ پیچھے پلٹ گیا۔ اسکو بہت مارا گیا۔ جدھر لے جاتے، چلا جاتا، جب کعبہ کو لے کے آتے تو رک جاتا مگر intellectuals کو تو نہیں اعتبار آ سکتا کہ یہ کیسے ہوا۔ آج آپ کو ایک بڑی دلچسپ بات اس کے بارے میں سناتا ہوں۔ ''ابرھہ'' کے لشکر کے اسی گائیڈ ''نفیل بن حبیب خصعمی'' نے اُس واقعہ کے بارے میں کچھ شعر لکھے، میں اس کے دو شعر سناتا ہوں۔ عرب ہر چھوٹی چھوٹی چیز کو شعروں میں بیان کرتے تھے تو میں آپ کو صرف ترجمہ سناؤں گا کیونکہ عربی شاید میرے جتنی آپ کو بھی آتی ہے۔ ''سیرت ابن ہشام'' میں ابنِ ہشام نے ان شعروں کو quote کیا ہے: جب وہ پرندوں کے ڈر سے بھاگنے لگے تو وہ کہتا ہے کہ ''قوم کا ہر فرد نفیل کو دریافت کر رہا تھا''...... بڑی مزیدار اس نے اس میں بات کی، کہتا ہے: ''قوم کا ہر فرد یعنی ابرھہ کی قوم کا ہر فرد نفیل کا پتہ پوچھ رہا ہے گویا ان سے پوچھو کہ ان کا مجھ پہ کوئی قرض ہے کہ میں ان کو واپسی کا بھی رستہ دکھاؤں''۔ مگر خواتین و حضرات! دوسری بات ایک شرط ہے حد ہے، ایک بندہ وہاں کھڑا ہوا ہے کھڑا ہو کے ایک نظارہ دیکھ رہا ہے۔ اس کا بیان سُن لیا، اس کے بعد آپ فیصلہ کرنا کہ وہاں پرندے تھے کہ نہیں تھے، ابابیل آئے کہ نہیں آئے، پتھر پھینکے گئے کہ نہیں پھینکے گئے......!

نفیل کہتا ہے کہ ''جب میں نے پرندے دیکھے تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا'' اور اگلی بات بڑی اہم ہے جو مجھے اور آپ کو natural لگے گی۔ خواتین و حضرات! جو زندگی کے بہت قریب ہو، بہت قریب ہو جب آپ اسے ادا کریں تو:

؎ تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا

کبھی اِس سے بات کرنا، کبھی اُس سے بات کرنا

کتنا natural شعر ہے! لگتا ہے کہ ہم سب پر کبھی نہ کبھی ایسا ہی گزرا ہوگا تو "نفیل" کا یہ اگلہ جملہ بڑا دلچسپ ہے۔ کہتا ہے کہ جب میں نے پرندے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اوٹ لی کہ کہیں یہ پتھر ہم پر نہ آ گریں۔ دیکھیں کتنا natural ہے کہ نہ صرف Not only he was seeing but he was involved وہ ڈر بھی رہا تھا کہ اتنے سارے جو پتھر آسمان سے گر رہے ہیں ان میں سے کوئی ہم پر بھی نہ آ گرے اور کتنی natural وضاحت ہے اس practical scene کی کہ جب شاعر وہاں کھڑا ہے، مظاہرہ دیکھ رہا ہے......خواتین و حضرات! اسکے بعد ہم اس عام intellectual کی کیا قدر و قیمت پائیں گے کہ جو یہ کہے گا کہ خانہ کعبہ پر ابرھہ چڑھ کے نہیں آیا اور چڑھ کے اگر آیا بھی تو کوئی پرندے ہی نہیں آئے۔ کسی قسم کے پرندے ہی نہیں آئے۔ ابابیل تھے ہی کوئی نہیں بلکہ جھنڈ تھا، پتہ نہیں عرب میں سے کیا نکلا اور کیا آیا؟ یہ اس قسم کے intellectuals ہیں جیسے خدا'' نا کوئی ہمسایہ ہو اور اتفاق سے اسے کوئی طاقت مل گئی ہو Big Bang کی، اتفاق سے اسے طاقت مل گئی ہو دنیا و کائنات بنانے کی۔ آپ مانتے نہیں ہو، آپ اس سے حسد کرتے ہو۔ بیشتر intellectuals جو ہیں وہ اپنی ''انائے ذات'' کا پہلا حریف خدا کو پاتے ہیں اور ہر وہ بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جو ان کے اپنے اندازہ، تقدیر میں نہیں آتی۔

موسیٰ کھڑے ہوئے ہیں دریائے نیل کے اوپر اور آج کا Intellectual کہتا ہے There is no scientific reason for that. ایسا ہوا نہیں تھا، ایسا نہیں ہوا ہوگا مگر خواتین و حضرات! لوگ ایک بات بھول جاتے ہیں کہ موسیٰ اکیلا نہیں تھا۔ بارہ لاکھ آدمی تھے اس کے پاس......باب گنتی میں عہد نامہ قدیم یہ کہتا ہے کہ موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ نکلا تو وہ بارہ لاکھ آدمی تھے۔ ایک اصول تو یہ ہے کہ بارہ لاکھ کی شہادت ہی ہم ignore کر دیں کہ ایسا نہیں ہوا، سمندر نہیں پاٹا گیا۔ Because till now the sciences have no reason. بدقسمتی سے سائنس کو کوئی ایسا امکان نظر نہیں آتا۔ چھوٹی چھوٹی ندیاں تو وہ بھی روک لیتے ہیں۔ اِدھر کا پانی اُدھر کا پانی بند باندھ کے روک لیتے ہیں مگر اتنے بڑے دریائے نیل کو طغیانی میں دو حصوں میں تقسیم کر دینا اور اس وقت تک روکے رکھنا جب تک قوم موسیٰ نہ گزر جائے اور پھر اس وقت پانی کا دوبارہ مل جانا جب قوم فرعون اس میں اترے، ہمارے جدید intellectual

کو یہ بات ہضم نہیں ہوتی مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ خود وہاں نہیں تھا۔ وہاں بارہ لاکھ قوم یہود کے
قبائل موجود تھے اور اگر ہم یہ سوچ لیں کہ ان کی گواہی غلط ہے تو ہمارے پاس ایک بھی مخالف گواہی
نہیں ہے۔ اگر negative پر ہی فیصلہ ہونا ہے تو پھر اگر بارہ لاکھ کی شہادت پر اعتبار نہیں کرتے
ہو تو ایک ہی مخالف گواہی لے آؤ۔ یعنی کہ جب ایک مخالف گواہی بھی نہیں ہے تو مجبوراً مانو کہ وہ سچ
ہے Then we cannot accept the solution they offer to us.
ہم ان کی بات نہیں قبول کر سکتے۔ تو ”تصرفاتِ آیاتِ الٰہیہ“ کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ بنیادی طور پر
اس اصل کو خراب کرنا...... اگر ہم قرآن کی اس آیت کو نہ مانیں...... اب دیکھئے اگر میں خدا کو
ماننے والا ہوں اور میرا جدید ترین علم ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ اصحابِ فیل کے ساتھ کیا ہوا؟......
ہمیں پوری کی پوری روایات بتاتی ہیں کہ ان کی انگلیاں جھڑنا شروع ہو گئیں، ان کا گوشت اترنا
شروع ہو گیا حتیٰ کہ ”ابرھہ“ کے بارے میں شاعر ”نفیل“ کہتا ہے کہ ہم نے اسے دیکھا کہ وہ
چوزے کی طرح سکڑ گیا تھا۔

خواتین و حضرات! صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ infected کنکریاں تھیں۔
Basically اگر آپ نے atomic cells کے کوئی اثرات دیکھے ہوں تو اس سے بالکل اسی
طرح ماس جھڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی ایسی atomic radiation کی
سرزمین سے وہ اُٹھے ہوں اور اللہ کے علم میں ایسی بہت جگہیں ہیں...... وہاں سے انہوں نے
کنکریاں اٹھائی ہوں اور ان میں ایسا ”وائرس“ موجود ہو اور وائرس میں اتنی بے پناہ قوت ہوتی
ہے کہ آدھے پونے گھنٹے میں پورے کا پورا لشکر بھی وہ تباہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے تو شاعر نے یہ بتایا
اور چار شاعروں نے بتایا کہ پوری قوم وہاں تباہ نہیں ہوئی۔ وہ بھاگے اور بھاگتے ہوئے نفیل سے
رستہ پوچھ رہے تھے تو نفیل نے کہا کہ میں نے کوئی قرض لیا ہوا تھا کہ واپسی کا رستہ بھی بتاؤں اور یہ
تمام کے تمام اثبات اس بارے میں موجود ہیں کہ وہاں جو بھی واقعہ قرآن میں لکھا ہوا تھا بعَینہٖ
ویسے ہی ہوا جیسے آیاتِ الٰہی کہہ رہی ہیں۔ بعَینہٖ دریائے نیل پر وہی ہوا جیسے آیتِ الٰہی کہہ رہی
ہے۔ ہمارا intellectual مُصر ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ عذابِ قبر نہیں ہو سکتا۔
”کیوں نہیں ہو سکتا جی“......؟

جب ہم ان تمام آیات پر تصرف کرتے ہیں تو پوری کی پوری ”اصل“ خراب ہوتی
ہے پورے کا پورا قرآن مشتبہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلا تصرف جو آیاتِ الٰہی پر کیا وہ ”معتزلہ“

نے کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ تو possible ہی نہیں ہے۔ خدا کوئی بات تھوڑا ہی کرتا ہے۔ یہ اللہ کے "لفظ" تو نہیں ہیں۔ قرآن تو "خیالِ خدا" ہے اور "لفظِ رسول" ﷺ ہے۔ اُس وقت بھی لوگوں نے کہا، آج بھی لوگوں نے کہا، آج کے دور میں بھی کہا، پرویز نے بھی کہا، سب لوگوں نے جو آج کے جدید عقل کے مالک ہیں وہ لوگ آج بھی اس چیز کو سوچ نہیں سکتے۔ قرآن نہیں ہو سکتا، اللہ میاں کے لفظ نہیں ہو سکتے اور دوسری طرف خدا صرف اسی بات کا دعویدار ہے کہ "یہ لفظ میرے ہیں"۔ یہ local نہیں ہیں...... کوئی آیتِ الٰہی local نہیں ہے۔ اگر یہ پیغمبر کے زمانے تک کے لفظ ہیں تو پھر یہ اتنے گراں قدر لفظ نہیں ہو سکتے کہ ہر زمانے میں exactly ویسے ہی پورے ہوں، اپنے لفظ کی صحت میں پورے ہوں:

"اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنیَا بِمَصَا بِیحَ"

(بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا۔)

پھر اللہ نے کہا، یہ آسمان ہیں کیا؟ یہ کائنات ہے کیا؟ کہا: "وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا" کہ ہم نے کائنات کو بنایا "بِاَیْدٍ" اپنے زورِ بازو سے، اپنے ہاتھوں سے "وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" (ذایات ۵۱:۴۷) اور ہم اس کائنات کو وسیع تر کر رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! قرآنِ حکیم میں اللہ کہتا ہے: "ہم اس کائنات کو وسیع تر کر رہے ہیں"۔ اگر یہ لفظ "موسعون" کسی انسان کا ہو اور اللہ کا نہ ہو تو through out the centuries جو ایک متشابہ لفظ رہا ہے وہ آج کے دن میں exactly ویسے ہی کیسے پورا ہو سکتا ہے کہ آج اگر آپ یہ کہیں کہ The universe is expanding اور اللہ پہلے یہ کہہ چکا ہو کہ "اِنَّا لَمُوْسِعُوْن" تو لگتا ایسے ہے کہ آپ قرآنی لفظ کا ترجمہ کر رہے ہو۔ لگتا ایسے ہی ہے۔ اگر یہ اللہ کا لفظ نہ ہوتا تو پندرہ سو برس کی language کا test کبھی بھی یہ نہ ہوتا۔ آپ کو پتہ ہے کہ تھوڑی سی دیر پہلے انگریزی کیسی تھی؟ آپکو پتہ ہے کہ تھوڑا سا عرصہ پہلے فارسی کیسی تھی؟ دنیا میں کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو اس وقت موجود ہو، جو آج سے...... پانچ سو سال پہلے جیسے بولی جاتی تھی آج آپکو اسی طرح سمجھ آ جائے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ پندرہویں اور سولہویں صدی کے chaucer میں اور آج کی انگریزی میں کتنا فرق ہے۔ آپ میں سے جو انگریزی کے طالبِ علم ہیں، جو literature کے طالبِ علم ہیں ان کو پتہ ہے کہ شاید آپ پندرہویں صدی کی انگریزی پڑھ بھی نہیں سکتے:

May be today the origin of the same word relates to the old language, but it's not easy کہ آج کے ماحول میں یہ انگریزی جو دنیا کی سب سے بڑی مہذب زبان کہلائی جاتی ہے، جس وجہ سے آپ فضول intellectual بنے ہوئے ہو مگر آپ کو دو سو سال پہلے کی وہ language ہی نہیں سمجھ آئے گی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، کیا نہیں کہہ رہے اور خواتین و حضرات! اللہ کی بات سنیے! بڑی important ہے This may be an eye opener for you. فرمایا: الرٰ o کِتَابٌ اُحکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَکِیمٍ خَبِیرٍ" ("کتاب ہے جس کی ہر آیت جانچ پرکھ کے محکم کی گئی ہے) اور پھر یہ علم سے explain ہوگی، نادانستگی سے نہیں ہوگی، مکتبوں کے ملا سے نہیں ہوگی۔ بے اندازہ علم چاہیے ہوگا اللہ کی کسی بھی آیت کی تفسیر کرنے کیلئے......

خواتین و حضرات! برصغیر میں ان بڑے بڑے علماء کا ذرا standard of knowledge دیکھیں! ہم بدنام ہوئے، ہم نے اللہ کو بدنام کیا، قرآن کو بدنام کیا...... کیوں کیا؟ کہ کارل سیگاں اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اسلام بحیثیت ایک مذہب کے سائنس کے بڑا خلاف ہے پوچھو......! بھلا کارل سیگاں! تمہیں کہاں سے یہ الہام ہوا ہے کہ اسلام sciences کے خلاف ہے۔ وہ جو ربّ کریم کہہ رہا ہے کہ: "یُؤتِی الحِکمَۃَ مَنْ یَّشَاءُ" جسے چاہتا ہوں science دے دیتا ہوں، حکمت دے دیتا ہوں۔ اگر science کا ایک normal ترجمہ بھی آپ کرو گے تو حکمت ہی کرو گے تو اللہ کہتا ہے کہ: جسے چاہتا ہوں حکمت دے دیتا ہوں۔ "وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیراً کَثِیراً" (جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیر کثیر عطا کردی۔) "وَمَا یَذَّکَّرُ اِلاَّ اُولُوا الاَلبَابِ" مگر تم اسے یاد بڑا کم کرتے ہو۔ اسے پھر عقل والوں کے علاوہ کون یاد کرے گا؟ اللہ کہتا ہے کہ عقل والوں کے سوا اسے کون یاد کرتا ہے؟

خواتین و حضرات! مگر سوال یہ ہے کہ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

"الرٰ۔ کِتَابٌ اُحکِمَت اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَکِیمٍ خَبِیرٍ" (ھود ۱۱ : ۱)
(یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات جانچ لی گئی ہیں پھر حکمت والے خبردار خدا کی طرف سے کھول کر بیان کی گئی ہیں۔)

صرف ایک عرصے کے لیے ایک شخص کو حکم سنا دینا اس میں کیا استحکام آیت پایا جاتا ہے؟ خواتین و حضرات! یہ جملہ اس لیے استعمال کیا گیا کہ اگر آج سے پندرہ سو برس پہلے اس language کا

یہ لفظ بولا جاتا تو جس طرح اس وقت کے لوگ سمجھتے آج پندرہ سو برس کے بعد بھی یہ لوگ اسے اسی طرح سمجھیں۔ یہ اس لیے کہا گیا کہ قرآن کی ہر آیت زمان و مکاں کے تصرف سے آزاد ہے۔ یہ اس لیے کہا گیا کہ یہ زبان درجہ بدرجہ اوقات کے ساتھ، زمانوں کے ساتھ language کے differences کے ساتھ اقوامِ عالم کی changes کے ساتھ بدلتی ہوئی آج بھی اسی طرح روشن اور clean ہے۔ اس پر کوئی تصرف نہیں ہو سکا۔ قرآن کی آیات پر تصرف نہیں ہو سکتا۔ اس کے معنی پر حضرات تصرف کرتے ہیں کہ قرآن local ہے۔ اگر local ہے تو پھر مجھے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے بھئی......!

ایک بڑے مشہور دانشور ہیں، نام لیا تو غیبت ہی ہو جائے گی۔ انہوں نے یہ کہا کہ جو "تعددِ ازدواج" کا حکم ہے یہ local تھا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کیلئے زیادہ شادیاں اور باقی لوگوں کیلئے چار، یہ local order تھا۔ بھلا ان سے پوچھو! یہ کب حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ کیلئے کہاں یہ درج ہے کہ آپ نے اتنی شادیاں کرنی ہیں، باقی مسلمانوں نے یہ کرنا ہے؟ کہاں یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے یہ حکم ہو کہ آپ ﷺ نے تو بارہ کرنی ہیں اور باقی امت نے چار کرنی ہیں۔ ہوا صرف اتنا کہ خداوندِ کریم نے عورتوں کی حمایت میں ایک exception create کر دی۔ اس سے پہلے بھی ہوا کہ امہات المومنین کو choice دی کہ دیکھو تم اللہ کے رسول ﷺ کے گلے خوامخواہ نہ پڑو...... (ویسے معاف کیجیے گا اُس وقت بھی پڑتی تھیں) بلکہ حضرت عمرؓ کو پتہ لگا کہ ان خواتین میں کہیں میری بیٹی نے ہی نہ گستاخی کی ہو تو تلوار بدست امّ المومنین حضرت حفصہؓ کے سر پر آ کھڑے ہوئے، کہا: "سنا ہے کہ تُو نے شانِ رسول ﷺ میں کوئی گستاخی کی ہے۔ میں تیرا سر نہ اتار دوں، تیری یہ جرأت!" کہا: "آپ یہ کیسے کہتے ہو؟ ہم تو رسول اللہ ﷺ سے صبح و شام لڑ بھی لیتے ہیں، ہم ناراض بھی ہوتے ہیں، مان بھی جاتے ہیں۔ آپ کون ہوتے ہیں مداخلت کرنے والے"...... "اچھا! یہ بات ہے"...... حضرت عمرؓ نے کہا۔ ایک دفعہ اپنے گھر میں گئے اور اپنی بیوی کو تھپڑ مارنے لگے تو ہاتھ روک لیا اور کہا: "قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی کہ اگر جاہلیت کا زمانہ ہوتا تو میں تیری گردن اتار دیتا مگر اب اللہ کے حکم سے مجبور ہوں"۔

خواتین و حضرات! پتا چلا آپ کو کہ اللہ کے حکم میں اور جاہلیت کے زمانے میں فرق کتنا ہے کہ اگر جاہلیت کا زمانہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اتار دیتا مگر اللہ کے حکم سے مجبور ہوں۔ تھپڑ

مارنے سے بھی مجبور رہوں۔ حضرات! خیال رکھیے گا حضرت عمرؓ نے بڑی اچھی بات کہی ...... ہاتھ اٹھانے سے پہلے حضرت عمرؓ کی یہ بات ضرور اچھی طرح یاد رکھیے گا۔ اسکا مطلب ہے کہ جو اس سے زیادہ آگے جائے گا وہ ضرور جاہلیت میں جائے گا تو خواتین و حضرات! بھلا پوچھیے کہ جب خواتین کو کہا گیا: ''تم رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرتی ہو، اب مال و اسباب لو، چھوڑ جاؤ! چلے جاؤ! ہم اللہ کے رسول ﷺ کو آپ سے بہتر خواتین دے دیں گے'' تو ان کو جب choice دیا گیا تو تمام خواتین نے رسول اللہ ﷺ کو چنا۔ ہماری محترم ماؤں نے، ان مقدس عورتوں نے تمام دنیا ترک کی ...... یہ نہ سمجھیے گا، عرب ایسے نہیں تھے کہ choice لے کے مجبور ہو جاتے۔ وہ عورتیں بڑی آزاد، ہمت والی تھیں، تجربہ کار تھیں، زمانہ دیکھا ہوا تھا مگر انہیں پتہ تھا کہ ہم کس کی زوجیت میں ہیں۔ ان کو اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت پر یقین تھا۔ کوئی کتنا بڑا خاوند ہو، کتنا ہی بڑا خاوند ہو، گھر میں بڑا ہلکا ہوتا ہے۔ آپ کو یاد ہے سقراط کو جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک شخص اس کے دروازے پر پہنچا اور اس نے استادِ عظیم کے دروازے پر دستک دی تو ایک ہنڈیا اندر سے آئی اور اس کے سر پر لگی۔ اس نے کہا: ''بی بی میں نے کیا قصور کیا ہے تمہارا۔'' اس نے کہا: ''بدبخت تو بھی اس کمینے کا ساتھی ہے، چل دفع ہو جا یہاں سے۔'' ......! وہ بیچارہ زخمی ہو کے گیا۔ آگے اس نے منظر ہی عجیب دیکھا کہ سقراط، وقت کا عظیم استاد بہت بڑی مسند پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہزاروں لوگ دست بستہ کھڑے ہیں، وہ کہنے لگا: ''یہ کیا خرافات ہیں۔ گھر پہ یہ عالم ہے، باہر یہ ہے۔'' تو اس نے قریب ہو کے اس سے پوچھا: ''اے استادِ معظم میں تو تیرے گھر گیا تھا۔ وہاں تو تیری یہ خاطر ہوئی۔'' کہنے لگا: ''یار! اسی سے میں نے علم سیکھا ہے''۔ اس کی ان حرکات پر صبر کی وجہ سے ہی سارا علم سیکھا ہے میں نے۔

خواتین و حضرات! اگر یہ سقراط نہیں تھے۔ یہ ''محمد رسول اللہ ﷺ'' تھے۔ ایسے صادق! ایسے صادق کہ ان کے گھر کی عورتوں کو بھی ان کی صداقت پر یقین تھا۔ کیا کمال کی بات ہے! I can't say the same about myself, I can't say the same about you all but... یہ کمالِ عظمتِ صدق ہے، امانتِ علم کی صداقت کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہے کہ امہات المومنینؓ میں سے ایک خاتونِ محترم نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف فیصلہ نہیں دیا۔ اب اگر عورتیں ایسی ہوں ...... دوسرا اللہ نے ایک اور حکم دے دیا کہ اب چونکہ تم رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہو اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا بیٹا کوئی نہیں ہے تو ہم نے تمام اُمت کا

انکو باپ declare کیا ہے اور تمام اُمت کی تم مائیں ہو تو اب تم دوبارہ شادی نہیں کرسکتیں۔ مائیں اپنے کسی بیٹے سے شادی نہیں کرسکتیں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ!) اس لیے پوچھا: "تمہیں یہ دو choices قبول ہیں؟" انہوں نے کہا: "قبول ہیں"۔ جب اتنے بڑے choice عورتوں نے قبول کیے تو اللہ نے بھی ان کو ایک رعائت دی اور وہ یہ رعائت تھی کہ چار کا اعلان ہونے کے باوجود کسی بھی ام المومنینؓ کو طلاق نہیں دی گئی۔ کیا آپ سمجھتے ہو یہ local order تھا؟ یہ local order نہیں تھا۔

اب فرض کرو ایک شادی ہو رہی ہے۔ یورپ کی سوغات آئی ہے کہ illigitimate relationship سارے جائز ہیں مگر بیوی ایک ہے۔ خواتین بھی یہی claim کرتی ہیں کہ باہر جو مرضی کرتے رہو، شادی ایک کرنی ہے۔ ان کی طرف سے بھی اجازت ہے کہ گناہ آلود زندگی پوری طرح permitted ہے مگر شادی صرف ایک ...... کیونکہ تصرف میرا رہے، مالک میں رہوں، باقی سب کچھ جائز ہے۔ خواتین و حضرات اگر قانون کو اسی طرح آپ نے ماننا تھا کہ میں اپنی مرضی کی آیات نکال لوں ...... میں نے اگر "اصلِ قرآن" میں صرف یہی ماننا ہے کہ مرد کو چار بیویوں کی اجازت ہے اور میں نے اس کی دوسری شق نہیں مانی، انصاف کی شق ...... یا اگر خاتون کہے کہ باقی تو سارا ہی قرآن مجھے قابلِ قبول ہے۔ مگر یہ چار شادیوں والا کیسا، فضول قانون ہے۔ یہ میں نہیں مان سکتی تو آپ نے کس کو مانا اور کس کا انکار کیا۔ مانا بھی اللہ کو اور انکار بھی اللہ کا کیا کیونکہ وہی "اصلِ اصول" ہے، وہی بنیاد ہے علم کی، وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ علم سیکھو۔ یہ ہدایت بخشی ہے کہ اصول میں تحریف نہ کرو۔

قرآن local نہیں ہے۔ قرآن پہلے اترا ہے یہ کتاب محفوظ میں تھا۔ situations create کی گئیں ہیں، بدر create کیا گیا، حنین create کیا گیا، خندق create کی گئی۔ یہ موجود نہیں تھے، مگر قرآن کی آیات نے explain ہوا تھا اس لیے situations create کی گئیں۔ کی کو بیشی پر فضیلت دینی تھی۔ پہلے بھی ایسا ہوا۔ حضرت داؤدؑ کے زمانے میں "وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوتَ" (اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو) پہلے بھی یہ ہوا۔ اللہ نے کہا کہ: "كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً ۢ بِإِذْنِ اللہ" (ایسا بہت ہوا کہ تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب ہوئی۔) کہ پہلے بھی ہم نے کئی چھوٹی اقوام کو، وہ جو ہم پر تکیہ رکھتے تھے، توکل رکھتے تھے، ہم نے ان کو بڑی بڑی فوجوں پر حکومت دی،

انکو غلبہ دیا۔ پھر یہ قانون ثابت ہوا تھا۔ اگر معرکہ میں جالوت داؤدؑ کی یا زبور کی صداقت کیلئے ابھارا گیا تو "بدر وحنین" کو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کتاب کے مطابق کھولا گیا۔ اگر حنین کی جنگ میں دس ہزار مسلمان تھے اور کافر کم تھے، بنو ثقیف وہوازن تھوڑے تھے تو مسلمانوں نے کہا: "آج ہم کتنے زیادہ ہیں۔ ہم تو تھوڑے سے ہوتے تھے اور غلبہ پاتے تھے، آج ہم کتنے زیادہ ہیں"۔ خدا نے حنین کو تخلیق ہی اس لیے کیا تھا کہ اس قسم کا کوئی "عُجب" مسلمان نہ پالیں کہ میں کثرتِ تعداد پر فتح نہیں دیتا ہوں، میں ایمان کے برابر فتح دیتا ہوں۔ جو تمہاری باطنی قوتیں ہیں، جو تمہارے باطن کے خیالات ہیں میں ان کے برابر تمہیں فتح ونصرت دیتا ہوں۔ یہ ہیں کیا؟ کس قسم کے ہیں؟ خواتین وحضرات! صرف ایک مثال اسی جنگ کے بارے میں...... حضرت موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ کیلئے نکلے، ہم سات لوگ تھے، ہمارے پاس ایک اونٹ تھا، دو نیزے تھے، ایک تلوار تھی، ہمارے پاس کوئی زرہ بکتر نہیں تھی۔ ہم نے لکڑیاں توڑی ہوئی تھیں، انکی نوکوں کو آگے سے کاٹا ہوا تھا۔ جنگ کیلئے یہ تھے زمینی حقائق...... جب جنگِ حنین کے یہ سات آدمی نکلے، فرماتے ہیں کہ ہمارے پاؤں ننگی ریت پر پڑ پڑ کے جھلس گئے تھے۔ ہم سے چلنا دشوار ہو گیا تھا تو ہم نے اپنے گریبان پھاڑے اور اپنے پاؤں پر لپیٹ لئے تا کہ کم از کم ہم میدانِ جنگ تک تو پہنچ سکیں۔ ان لوگوں کو اس نے فتح دی تھی جن کے پاس تراشی ہوئی لکڑیاں تھیں، جنہوں نے جلتے ہوئے پاؤں پر اپنے گریبان لپیٹے ہوئے تھے، جن کے پاس ایک اونٹ تھا۔ انکو فتح دی اُن شہسواروں کے مقابلے میں جن کی خود قرآن قسم اٹھاتا ہے کہ

> "وہ عربی گھوڑے، وہ دہشت ناک عربی گھوڑے جب اپنی زمین پر
> بھاگتے ہیں اور قلانچیں بھرتے ہیں تو ان کے سموں سے نکلتے ہوئے آگ
> کے شرارے آسمان تک جاتے ہیں"۔

اُن لوگوں کے خلاف انہوں نے جنگیں کی تھیں۔

خواتین وحضرات! بہت سے علم کے ایسے مقامات ہیں جو بنیادی طور پر اصول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پہلے "اصول" پر، قرآن کی understanding پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جس کی وجہ سے ملت میں تفریق آتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عالموں کے بنائے ہوئے قوانین ہیں؟ اب اس میں چند ایک مسائل ہیں۔ کیا علم کا کوئی standard ایسا ہے جو ہم اپنے مسلمان عالموں پر استعمال کر سکتے ہیں؟ ایسے مکاتبِ فکر کا کوئی standard ایسا موجود ہے کہ جو

ہمارے سامنے ہو اور ہم کہیں کہ فلاں صاحب بڑے عالم ہیں، ان کی تحصیل میں یہ مراحل آئے ہیں، انہوں نے یہاں یہاں سے یہ دروس حاصل کیے ہیں یعنی اپنے اپنے مکاتبِ فکر کے علاوہ جہاں سے وہ ایک مخصوص تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی بھی مسلمان عالم جو پچھلے تین سو برس میں گزرا ہے، کیا ہم اس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ علم کے general standard کو پورا کرتا ہے؟ بخاری کے بارے میں تو کہہ سکتے ہیں کہ مروجہ علوم کے تمام دستور کے مطابق ایک ایک حدیث کی collection کے لئے انہوں نے تین تین ہزار میل کا سفر، بے شمار لوگوں سے ملے۔ پرانے زمانے کے علوم اور آج کے علماء کا ذرا فرق دیکھئے کہ جب علماء scientifically حدیث کے رویوں کا احاطہ کر رہے تھے تو ہوتے ہوتے تمام مستشرقین orientalist اور تمام ہمارے جیسے حضرات جو صرف مغرب سے متاثرہ ہیں، ایک بات ضرور کہتے ہیں کہ پہلی دفعہ دنیا میں ایک ایسا علم متعارف ہوا جسکی مثال نہ پہلے تھی، نہ بعد میں آئی۔ ہم اسے اسماء الرجال کہتے ہیں۔ دس لاکھ انسانوں کی personal espionage حدیث کو collect کرتے ہوئے دس لاکھ انسانوں کے اسماء کو ہم "اسماء الرجال" کا علم کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا تحقیق ہوئی؟ کیا بس انکے ماں باپ کے نام......؟ نہیں......ایک ایک غلطی کی تحقیق، ایک ایک حماقت کی، انکے حافظے کی، قوت کی، انکے دنیاوی کاروبار کی،......انکی ذلت و رسوائی کی، انکے character کی پرکھ کی۔ خواتین و حضرات! ایک ایک چیز کی تحقیق کی گئی۔ اس کے بعد محدث نے clear کیا کہ یہ قابل اعتبار ہے۔ اتنی سخت اتنی پیچیدہ پرکھ......!

آج کا یہ عالم جو اُٹھ کے کہتا ہے کہ بخاری نے یہ بات غلط کی، مسلم نے یہ بات غلط کی۔ یہ کہاں کے لوگ ہیں؟ انکی کیا مجال ہے......؟ یہ کون ہیں جو اتنی بڑی authority پر حرف زنی کرتے ہیں؟ ایک معمولی سی حدیث ہے۔ بخاری نے کہی، مسلم نے کہی، ابی داؤد نے کہی کہ حضرت سعد بن عبادہؓ حضور ﷺ کے پاس آئے، کہا: "میری ماں مر گئی، میں شہر سے باہر تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو خیرات و صدقات کرتی تو یا رسول اللہ ﷺ! آج اگر میں خیرات و صدقات کروں تو کیا اسکو ثواب پہنچے گا"۔ تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں پہنچے گا۔ خواتین و حضرات! حدیث موجود ہے......اسکے پیچھے وہ معتبر موجود ہے جس کو "پیغمبر فی الحدیث" کہتے ہیں۔ اب آپ بتایئے "پیغمبر فی الحدیث" کے بعد کیا میں ٹی وی کے ایک سکالر کو محدث سمجھوں جو ہر آدھے گھنٹے کے بعد ایک فضول اور واہیات قسم کے فلمی اشتہار کا انتظار کرتا ہے

کہ کب ختم ہو اور کب میں تقریر شروع کروں۔ کیا یہ سکالرز ہیں اسلام کے......؟ دانشورانِ وقت ہیں جو جانتے بوجھتے ہوئے کہ میرے بعد ایک گھٹیا قسم کے صابن کا اشتہار آئے گا اسکا انتظار کریں گے۔ یہ دانشورانِ عصر جو ہیں اس ذریعہ گفتگو کو باعثِ افتخار سمجھنے والے یہ علمائے دین جو ہیں انکو کیا میں authority مانوں؟ اور میں کیوں کہ ”بخاری“ نے ان کے کہنے پر غلطی کی ہے اور جب حدیثیں واضح ہوں کہ ایک شخص نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں پر ادھار ہے ایک حج کرا، اگر کیا میں حج کروں تو اسکو ثواب پہنچے گا“۔ فرمایا: ”اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا اور تو ادا کر دیتا اس کے مرنے کے بعد تو کیا ادا نہ ہوتا“؟ خواتین وحضرات! مجھے یہ بتایئے کہ یہ احادیث موجود ہوں تو پھر اس مسئلے پر کیوں امت بانٹی جائے؟ کیوں تقسیم کی جائے؟! سلئے کہ ایک Semi pseudo intellectual بیچ میں بیٹھا ہے اس لیے کہ وہ اپنی خرافاتِ ذہن سے ایک تاویل ایسی دے رہا ہے۔ ”ایک سکول“ سے اٹھا ہوا ایک کودن، ایک غبی، ایک ضدی مولوی ایسی تاویل دے رہا ہے اور کیوں نہ ہو، آگے کسی نہ کسی وقت چند ایک جُہلا ہوں اس کے ساتھ بھی ہو گئے اور وہ پورے دین کو سمیٹ کر اس چھوٹے سے مسئلے میں قید کرے گا کہ ”یہ حدیث غلط ہے، ہم نہیں مانتے۔ مُردہ کو کوئی ثواب نہیں ہوتا۔ مردہ کو کچھ بھی نہیں پہنچتا، مردہ مردہ ہے“۔ اچھا! اگر مُردہ، مُردہ ہے تو دوبارہ کیسے اُٹھے گا۔ اگر آپ خیال کرو کہ مُردہ اگر مُردہ ہے، اگر تمہارا رسول ﷺ مُردہ ہے تو پھر کاہے کا ایمان...... سلفیانہ عقائد کوئی چیز نہیں۔ سلفیانہ کو احمقانہ عقائد کہنا زیادہ بہتر ہو گا۔ بھلا پوچھو! یہ شہید زندہ ہے، وہ مُردہ ہیں یعنی میں کوشش کرتا ہوں کہ قرآن وحدیث پڑھوں، میں کوشش کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زیادہ سے زیادہ متابعت کروں، مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی وجہ سے ایمان پایا، مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی وجہ سے نعمتِ جہاد پائی، مجھے فخر یہ حاصل ہوا کہ میں نے جہاد کیا اور شہید ہوا۔ میں تو زندہ ہوں اور جس کی وجہ سے زندہ ہوں وہ خود مردہ ہے۔ (ماشاءاللہ تعالیٰ)

”وَلَا تَقُوْلُوا لِمَن يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ“ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُوْنَ“

(البقرہ: ۲: ۱۵۴)

(مت کہو! اللہ کی راہ میں مرنے والوں کو کہ وہ مر گئے ہیں۔ یہ تو زندہ ہیں، مگر تمہیں عقل نہیں ہے۔) اور نہ صرف زندہ ہیں ”وَنَحْنُ نَرْزُقُهُمْ“ (ہم تو انکو کھانا بھی کھلاتے ہیں، خوراک بھی دیتے ہیں۔) کمال تصرف ہے آیاتِ قرآن پر کہ اتنی وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی ساتواں شہری جو

ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی سلطنت کا وہ زندہ و دائم و قائم ہے مگر اسکا پیغمبر مر چکا ہے قبر میں سوئے پڑے ہیں۔ اب دعا کرو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ آپ جو مرضی کر لو، اب رسول اللہ ﷺ کو کچھ خبر نہیں تمہارے حال کی......

خواتین و حضرات! آیات پر یہ تصرف ایک semi intellectual کا تصرف ہے۔ وہ بات جو ایک عام، راہ چلتے ہوئے بندے کو سمجھ آتی ہے اس semi intellectual کو سمجھ نہیں آتی۔ چاہے وہ سیکولر ہے چاہے وہ مذہبی ہے اسی پر اس نے سکول کھڑا کر دیا، امتِ مسلمہ کو تقسیم کر دیا۔ قرآن میں ایک آیت اتر آئی۔ میرا خیال ہے کہ شاید میری طرح آپکی بھی بڑی تسلی ہو اس آیت کی وجہ سے......اللہ نے فرمایا، لفظ بھی اللہ کے، انداز بھی اللہ کا۔ تو خدا نے کہا:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَ
جَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (النساء ۴:۶۴)

(اگر کسی نے کوئی خطا کی، اگر کسی نے زیادتی کی، اپنے نفس پر ظلم کیا، کوئی گناہ کیا۔ تو پھر......وہ اگر اللہ سے توبہ کرے اور اے پیغمبر اگر تو بھی اسکے لیے توبہ کی دعا کرے تو ہم بخشنے والے ہیں)

اب دیکھئے ذرا! عجیب سی بات یہ ہے کہ علماء جو بیچ میں ہوتے ہیں نا، حاسد اور بخیل...... میں تو انہیں بخیل کہوں گا۔ اتنے بخیل ہیں یہ بیچ میں سے گزرنے والے بیشتر rigid اور بخیل عالم......ان کو عالم کہنا ایک "لفظِ حرام" ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت صرف اُس وقت کے مسلمانوں کیلئے ہے۔ یہ اب applicable نہیں ہے۔ اب اگر آپ جاؤ گے، رسول اللہ ﷺ کے پاس اور کہو گے، یا رسول اللہ میرے لیے آپ مغفرت کی دعا فرمائیے......تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اب تو apply ہی نہیں کرتا یہ قانون......

خواتین و حضرات! مجھے یہ بتائیے کہ کیا اس آیت میں یہ تصرف جائز ہو گا۔ کیا میں جو پندرہ سو برس بعد میں آنے والا ہوں، مجھے اپنے رسول اللہ ﷺ کی بخشش میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ میں جس کے بارے میں میرا رسول ﷺ رویا کہ جب حضور ﷺ بیٹھے تھے اصحابؓ کے ساتھ اور اچانک آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو اصحابؓ نے فرمایا: "یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے کوئی خطا ہوئی، ہم سے کوئی غلطی ہوئی کہ آپ ﷺ رو دئیے"۔ کہا: "نہیں، میں تو ان مسلمانوں کا سوچ کے رو رہا ہوں جو تمہارے، بہت بعد آئیں گے۔ نہ انہوں نے مجھے دیکھا ہو گا، نہ مجھے سنا ہو گا

مگر وہ تمہاری طرح مجھ پر ایمان لائیں گے"۔ خواتین و حضرات! اگر میں اس قرآن کی آیت پر ایمان نہیں لاتا تو میں نے اپنے رسول ﷺ پر کون سا ایمان لایا؟ اگر میں آج یہ یقین نہیں رکھتا کہ اگر مجھے موقع ملے، میں اپنے رسول ﷺ کے پاس جاؤں، اللہ سے معافی مانگوں اپنے رسول ﷺ کو گواہ کروں کہ اے میرے رسول ﷺ میں حاضر ہوا آپ کی خدمت میں اور آپ ﷺ شہید سے بڑھ کر زندہ ہیں۔ آپ ﷺ اپنی اُمت کے شہید سے بڑھ کر زندہ ہیں، آپ ﷺ میرے لیے باعثِ رحم و کرم ہیں اور اگر آپ ﷺ بھی میرے لیے دعا کریں تو مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں بخشنے والا ہوں۔

خواتین و حضرات! میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ جس نے اصول میں تحریف کی ہے۔ یہ تمام چھوٹے چھوٹے سکول جنہوں نے اُمت کو تقسیم کیا ہے، بکھیرا ہے، انہوں نے ہم سے ہمارا نام چھین لیا۔ ہمارا نام حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں پڑا تھا: "سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْن" ہم مسلمین تھے ہم، ہمارا نام مسلمان پڑا تھا، ہم مسلمان تھے اور مسلمان ہیں۔ ہمارا نام اس لیے مسلمان پڑا تھا کہ ہم اللہ کو مانتے تھے ہم اسے تسلیم کرتے تھے، ہم اپنے رسول ﷺ کی عزت و احترام و محبت کو مانتے تھے، ہمیں عشق تھا، اپنے رسول ﷺ سے اور ہمیں مکمل تسلیم تھی خدا کے نظام کی، چاہے وہ ہمارے نفس کے خلاف ہمیں حکم دیتا، چاہے وہ اس کے حق میں ہوتا اور ہمارے protective system اور نظام کو تسلیم کرنا۔ یہ ایک شعوری فیصلہ تھا۔ یہ ایک وقتی فیصلہ نہیں تھا۔ میں نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ میں اس نظام کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں مرتد اسکو نہیں مانتا جو پیدائشی پیدا ہوا ہو اور religion change کر لے۔ ارتداد کا مطلب ہی "لوٹ جانا" ہے۔ اگر ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور عیسائی ہو گیا اور ایک عیسائی، عیسائی کے گھر پیدا ہوا اور مسلمان ہو گیا تو یہ انکے اپنے choices ہیں۔ ارتداد اس پر لگے گا کہ جس نے مذہب تبدیل کیا، پھر پلٹا، پھر گیا، پھر پلٹا، یہ fifth columnist ہے۔ اس کی مثال قرآن حکیم میں اللہ نے یہود پر دی ہے اور کہا: "اے پیغمبر! یہ اپنا مذہب چھوڑیں گے۔ دن میں تیرے دین میں داخل ہوں گے اور رات اسے چھوڑ جائیں گے"۔ بھلا کیوں؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے کسی چیز کو اندر سے دیکھا ہے، ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے باہر سے دیکھا ہے اور قوم یہود جیسا مکار تو تھا ہی کوئی نہیں۔ انکا اصول یہ تھا کہ صبح اسلام قبول کرو۔ شام کو کہتے، یار! میں نے اندر جا کے دیکھا ہے، سب بکواس ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ کتنا اعتبار بن جاتا ہے۔ یہ fifth columnist ہیں۔ ان کو مرتد کہا گیا۔ ان کا قتل

واجب ہے کہ جو ایک مکروفریب اور سازش کے تحت اسلام میں داخل ہوتے تھے اور جان بوجھ کر اسلام کی کمزوریاں ڈھونڈتے تھے پھر وہاں سے نکل کر پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ ہم اسلام میں داخل تو ہوئے تھے مگر ہم مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ''یار! ہوئے تھے، پھر جا کے دیکھ لیا ہے، سب بکواس تھا، ہم نے چھوڑ دیا، ہمارا دین اس سے بہتر ہے''۔ یہ لوگ واجب القتل تھے۔

Fifth colomnist مسلمان ......اب بھی ہیں، ہمارے پاس بھی بہت ہیں ایسے ......ان سے کہہ کر دیکھو کہ یہ اسلام نے کہا ہے۔ ''او یار! ہم اسلام کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے اسلام کیا ہے۔ سلام مارنا اسلامی ہے۔ گلے لگ جانا تو بہت زیادہ اسلامی ہے''۔ یہ fifth columnist مسلم ہر جگہ ہیں۔ یہ ''روشن خیال'' کم اور fifth columnist زیادہ ہیں۔ اس کے برعکس ادھر سیکولر ہے اُدھر وہ بیٹھا ہوا ہے جو پندرہ کروڑ کے سامنے گواہی دیتا ہے: ''لو جی! آج اگر یہ حدود کا بل پاس ہوا تو ہم استعفے دے دیں گے''۔ بیچارے پندرہ کروڑ اُدھر ہی رہے، انہوں نے آج تک استعفے نہیں دیئے۔ اب ذرا جا کے پوچھو! ''اے علمائے حق! تم نے قسم کھائی تھی، ''اَوفُوا بِالعُقُود'' اپنے وعدوں کا اعتبار کرو، اپنے وعدوں کی پابندی کرو۔ یہ مسلمان کا فرض ہے اور اے مسلمانو! پندرہ کروڑ لوگوں کو گواہ کر کے تم نے بار بار ایک ہی بات سنائی کہ ہونے تو دو پاس، ہم استعفے دے دیں گے تو استعفوں کے بعد کسی نے اہلِ عقود کے سربراہ سے پوچھا کہ اب آپ استعفے کب دیں گے تو کہنے لگے: ''چھوڑو بھی یار! بات ختم بھی کرو۔ چلی گئی، ہوا ہو گئی بات''۔ خواتین و حضرات! This is what we must avoid.

کسی وقت ایک بات کہی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ ہمارے زمانے میں نفاق اور کفر علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اسلام سے جدا ہیں۔ ایک زمانہ آئے گا کہ دو ہی خیمے رہ جائیں گے۔ ایمان اور کفر کا ------ There is no in between conditions that you doesn't believe in God and religion or believe it... جسے یقین ہے اسے پورا پورا یقین ہے۔

''یَاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا ادخُلُوا فِی السِّلمِ کَآفَّةً''

(اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ)

مولوی تو اپنے نقطۂ نظر کے مطابق آپ کو تمام اچھے اسلام سے محروم کر دینے کی فکر میں ہے اور تمام محکومیت کا اسلام آپ کو دینا چاہتا ہے مگر خدا ہمیں اپنا ایک طرز؟ کہ قبول کرنا ہے تو پورا پورا کرو۔

"وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ"

(اور شیطان کی پیروی نہ کرو)

بیچ میں ملاؤ نہیں۔ یہ نئے نئے system جو تم لے کے آتے ہو اُس کی سرنج اس بیچارے اسلام کو نہ لگاؤ۔ "اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" (بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔) سب سے بڑی بات جو اللہ نے کہی کہ شیطان رغبت دے گا...... رغبت دے گا تمہیں کہ میرے مذہب میں کچھ ملاتے رہو اور کچھ نہیں تو روشن خیالی ہی ملا دو۔ اسلام میں کچھ ملاؤ۔ پہلے تاریک خیال ہے، اب اسے روشن خیال بنا دو۔ اس میں کچھ نہ کچھ، کچھ نہ کچھ ملاتے رہو۔

خواتین و حضرات! یہ بڑی دیر کی بات ہے۔ بڑی مدتوں میں نے سوچا کہ کیا ملاؤں؟ کہ ہمارا یہ غریب، تاریک اسلام روشن ہو جائے۔ اِدھر مولوی اس میں کچھ ملا رہا تھا، اُدھر سیکولر اس میں کچھ ملا رہا تھا۔ اس کے علاوہ عموی general مسلمان خطا کار ضرور ہے مگر خدا اور رسول ﷺ کو تسلیم کرنے والا ہے۔ اسلام اُنہی پر زندہ ہے، اُنہی پر قائم ہے۔ یہ تصرف کرنے والے، آیاتِ الٰہی کے معنی بدلنے والے ہیں۔ یہ علما نہیں ہیں۔ There is no such standard کہ ہم ان میں سے کسی کو بھی عالم اسلام مان سکیں۔ ان میں سے ہمارے پاس کوئی standards نہیں۔ کسی ایسی درسگاہ کے تنقیدی سلسلوں سے یہ گزرے نہیں ہیں۔ کیا بند کمرے میں بیٹھے بیٹھے ایک School of thought کا "شیزو فرینک" اٹھ کے عالم اسلام بن سکتا ہے؟ کیا آپ کسی ایسے ڈاکٹر کے پاس جانا پسند کریں گے، جو پہلے سے کسی دماغی مرض میں مبتلا ہو، آپکو صحت کی بجائے ہو سکتا ہے اگلے جہان کا ٹیکہ لگا دے۔

خواتین و حضرات! اس تقریر سے یہ مراد نہیں تھا؟ مراد یہ تھا کہ آیاتِ الٰہی پر ہمارا تصرف اتنا بڑھ گیا ہے کہ عصمتِ قرآن خطرے میں ہے، اس لیے کہ یہ کم علموں کے ہاتھ میں ہے۔ کم علموں کے ہاتھ میں یہ اللہ کے لفظ اور کتاب انہی مراحل سے گزر رہے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ کے ہاتھ میں گزرے تھے۔ اسکا لفظ کبھی change نہیں ہوگا۔ کتاب کبھی نہیں بدلے گی اسلیے کہ اس کی حفاظت تو اللہ کے ذمے ہے۔

"وَنَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"

(اور ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

اس لیے...... تمام دنیا کے نفاق پرست بھی اگر مل جائیں تو قرآن کی کسی آیت کو لفظاً نقصان نہیں

پہنچا سکتے مگر تاویلاً، ہاں ......اور تعبیراً، ہاں ......اور تصرف ان کا ایسا ہے کہ قرآن کے معنی کو بار بار بدل رہا ہے۔

سوال و جواب

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے عذاب قبر پر بات کی تھی۔ اگر عذاب قبر حقیقت ہے تو یومِ قیامت کیا ہے؟ کیا یوم قیامت کے بعد عذاب نہیں ہونا چاہیئے؟

جواب: خواتین و حضرات! تھوڑی سی آپ کو زحمت گوارا کرنی پڑے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جواب طویل ہو جاتے ہیں مگر پس منظر کے بغیر شاید آپکو اس بات کی سمجھ نہ آئے کہ حضور گرامی مرتبت ﷺ بغیر خدائی اشارہ اور وحی کے کوئی بات کیا ہی نہیں کرتے تھے۔ "وَنَهَیَ النَّفسِ عَنِ الھَوٰی" اس وقت جب ایک دفعہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا؟ تو آپ ﷺ نے کہا: کہ عذاب قبر نہیں ہے مگر جب ایک یہودیہ نے پوچھا تو حضور ﷺ نے اس پر اللہ سے ایک information چاہی اور یہ بتایا کہ عذاب قبر ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! اس میں basic بات یہ ہے کہ میں حضور ﷺ کے بارے میں آپ کو یہ بات بتا دوں کہ اُن کو اللہ نے "اُمّی" رکھا۔ کسی بھی استاد کیلئے یہ نا قابلِ تسلیم ہوتا ہے ایک اچھے استاد کو بڑا بُرا لگتا ہے...... میں بھی ایک استاد ہوں۔ میرے یہ عزیز دوست بھی استاد ہیں اور ان سے یہ پوچھیئے کہ اگر کسی اچھے استاد کا شاگرد کسی دوسرے استاد کے پاس چلا جائے اور پھر اسکی information لے کے اس پہلے استاد کے پاس آئے جو بہتر استاد ہے تو اس استاد کو کتنا غصہ آئے گا کہ میں جو بہتر information دینے والا ہوں، میری بہتر informaton میں یہ فضول قسم کی mixing کیوں ہو رہی ہے تو رسول کرم ﷺ کے بارے میں یہ یاد رکھیے کہ اللہ نے انہیں کسی اور استاد کی طرف سے کوئی reference قبول نہیں کرنے دیئے اس لیے انکو "اُمّی" کہا کیونکہ total references اللہ کی تھیں۔ اللہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے اس معتبر اور معظم شاگرد میں کسی اور استاد کی mixing شریک ہو۔ یعنی اگر میرے کسی درس کا یا میرے کسی سبق کا کوئی ماخذ ہے تو مجھے معلوم ہے اور بنو اسرائیل کے پیغمبر درجہ بدرجہ خاندانی طور پر family wise آپس میں اسی طرح جڑے ہوئے تھے کہ یہ بعید نہیں سمجھا جائے گا کہ سلیمانؑ نے داؤدؑ سے کچھ لیا اور حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے کچھ لیا کیونکہ بہر حال ایک سلسلہ تعلیم وہی تھا، تیقن وہی تھا مگر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ سوچنا بھی محال ہے کہ اللہ کے سوا کسی نے ان کو تعلیم دی اور خدا نے اس پر فخر کیا کہ میرے اس طالب علم کو کسی قسم کی دوسری information کی ہوا نہیں لگی، سوائے میرے......

خواتین وحضرات! اب یہ بات establish ہو جاتی ہے اور وہی استادِ محترم ہمیں عذاب قبر سے آگہی دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں انہیں رسول ﷺ کی سچائی پر یقین کرنا ہوگا کہ عذاب قبر ہے۔ عذاب قبر کے بارے میں شاید یہ بات ذرا سی پہلے شروع ہوتی ہے کہ جب زمین پر وقت گزارنے کے بعد، خدائی تعلیمات کے مقاصد پورے کرنے یا نہ کرنے کے بعد جب آپ قبر میں پہنچو گے، قبر، جسکو میں قرنطینہ (quarantine) کہتا ہوں۔ ایک galaxy ہے جس کے آگے دو galaxies کھڑی ہیں۔ ایک جہنم ہے، ایک جنت ہے، بے پناہ آفاقیوں والی جگہ ہے مگر زمین پورے کا پورا ایک وہ بند کمرہ ہے جس میں آپ کو گھیرا گیا ہے:

"مُستَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِین"

یہاں تھوڑے سے عرصے کیلئے آپکی عقل ومعرفت چیک کی جاتی ہے۔ ایک ہی سوال ہے جس کیلئے بھیجا جاتا ہے، ایک ہی سوال ہے جسکا جواب پوچھا جاتا ہے۔ یہاں سے آپکو instrument دے دیا گیا ہے۔ ذمہ داریاں اللہ نے خود اٹھائیں، رزق اس نے اٹھالیا۔

"وَمَامِنْ دَآبَّۃٍ فِی الاَرضِ اِلاَّ عَلَی اللہِ رِزقُھَا وَیَعلَمُ مُستَقَرَّھَا وَمُستَودَعَھَا"

کہ کہاں جانا ہے کہاں کھڑا ہونا ہے، کہاں بیٹھنا ہے، کس profession میں جانا ہے، کیا کچھ کرنا ہے، کیا نہیں کرنا، اس کی کوئی ذمہ داری آپکو نہ دی۔ متعدد سہولتیں دینے کے بعد پیدا کرنے کے وقت کچھ تجربے سہولتیں آپ کو دیں۔ مرنے کے وقت آپکو ایک کام اس نے دے دیا۔

"اِنَّا ھَدَینٰہُ السَّبِیلَ اِمَّا شَاکِراً وَّ اِمَّا کَفُوراً"

(چاہو تو مجھے مانو چاہو تو نہ مانو۔)

جب آپ ...... قبر کے دروازے پر پہنچے، اب آپ اس قرنطینہ (quarantine) میں ہیں ...... جب باہر سے، خلا سے کوئی شخص آتا ہے تو اس کو immediately اندر داخل نہیں ہونے دیتے کہ پتہ نہیں کیا بلا لے آیا ہو، کیا جرثومے ساتھ ہوں، کوئی وائرس نہ پکڑ لایا ہو جو ایک سیکنڈ میں ساری دنیا تہہ وبالا کر دے۔ اس طرح قبر بھی ایک ایسا مقام ہے جہاں آپ دنیا کے جملہ عوارض کو چھوڑ کے جاؤ گے مگر ایک بات شاید آپکو پتہ نہیں جو میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ جب قبر میں انسان کو اٹھایا جائے گا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کا کیا حال ہونا چاہئے؟ imagine کریں......! imagine کرنے سے آپ دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ ایسی تاریکی! ایسی تنہائی! اتنا خوف! اتنا گھٹن! اس تصور میں ہی انسان کا دل ہول کھا جاتا ہے مگر یہ جو میں آپ کو بات سنا

رہا ہوں اس کو دیکھئے کہ حدیث رسول ﷺ یہ ہے کہ "جب قبر میں انسان اٹھایا جاتا ہے تو بالکل تر و تازہ، اور خوف و ہراس کے بغیر اٹھایا جاتا ہے"۔ خواتین و حضرات! کیوں؟ اس لیے کہ خوف میں کوئی انسان proper statement نہیں دے سکتا۔ کوئی بھی بندہ اس عالم میں جس عالم میں ہم سوچتے ہیں قبر میں جانے کا، اس میں کوئی بندہ proper mind میں رہ ہی نہیں سکتا۔ اگر proper mind میں نہیں رہ سکتا تو اسکا کوئی properly' response نہ سنا جائے گا۔ فرض کرو میں اپنی توجہات اور تعلیمات سے کتنا ہی مطمئن ہوں، مجھے کل قبر کا سامنا کرنا پڑے تو جو کچھ میں سوچ رہا ہوں میں ربّ کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں ذرہ بھر حواس میں نہیں ہوں کیونکہ میں تنہائی اور خوف کا شکار ہو جاؤں گا۔ مگر حدیث رسول ﷺ ہے کہ پروردگار عالم جب مُردے کو اٹھائے گا سوال کیلئے تو اس پر کوئی خوف و ہراس نہیں ہوگا یعنی اس ایک لمحے میں وہ proper ذہن میں ہوگا، proper ہوش میں ہوگا کیونکہ اس نے اپنی بہترین حالت میں ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ وہ سوال ہے: "مَنْ رَبُّکَ"؟ کہ برخوردار! تمہیں زندگی دی، سہولت دی، مال و اسباب دیئے، عزت و رسوائی جو تھی دی، تکریم و عزت و تنزل سب کچھ دیا...... وہ تیرا کام نہیں تھا مگر تجھے میں نے ایک کام priority کے طور پہ سونپا تھا۔ تم نے چھوٹی priorities پہ غور کیا جو تمہاری نہیں تھیں مگر جو پوری زندگی کی ایک priority تھی جسے میں نے پوری زندگی کا مقصد قرار دیا تھا اس کیلئے تمہیں دوبارہ زحمت دے رہا ہوں کہ اب جواب دو کہ اس عرصۂ حیات میں جو تم نے سوچا، سمجھا غور کیا اس کے مطابق مجھے بتاؤ "مَنْ رَبُّکَ" تمہارا ربّ کون ہے؟ کس کو تم نے مانا؟ کس کو چاہا؟ یہ فضول سی جو تم نے کوشش زندگی میں کی ہے جو میں نے اپنے لیے تمہیں بخشی تھی تم نے تمام جزوی مقاصد اس میں پورے کیے مگر جو اسکا اوّلین مقصد تھا، جو اس عقل کی ترجیحِ اوّل تھی اس کے بارے میں تم نے اسے delay کیا، اس کو پیچھے پھینکے رکھا۔ کوئی بات نہیں، آؤ اب مجھے بتاؤ! "مَنْ رَبُّکَ" کون تھا تمہارا ربّ؟ چلیں اگر اس سوال کے جواب میں تم تھوڑے سے لرز گے، گھبرا گئے یا تمہیں صحیح جواب نہیں آیا تو مجھے یہ بتاؤ کہ "مَنْ نَبِیُّکَ" اگر ایک بات یاد نہیں آتی تو دوسرے سوال سے یاد کرایا جائے گا...... محبتِ رسول ﷺ جن کے دلوں میں ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو چاہتے ہیں، جنہوں نے زندگی میں اپنے رسول ﷺ سے کچھ عاشقانہ تعلق رکھے ہیں، وہ اس طرح جس طرح حضرت عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک میں تمہیں جان و مال و اولاد

بلکہ میں تمہارے نفس سے بھی تمہیں زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اگر آپ نے ایسی محبت بھی نہیں کی اپنے رسول ﷺ سے تو آپ ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے تو پروردگار کہے گا کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ اب جھوٹ کہنے کے بعد حدیث یہ کہتی ہے کہ دو دروازے ہیں، دونوں طرف کے دو تماشے ہیں مگر دونوں طرف وہ داخل نہیں ہوا۔ ابھی حساب کتاب کے توازن سے وہ نہیں پرکھا گیا مگر اس کی ابتداء ہوگئی ہے اس کو احساس دیا جائے گا کہ Your way is not to the galaxy of heaven. Your way is to the galaxy of heaven. اور اس کے سامنے زمان و مکاں کی بندشیں اٹھا دی جائیں گی اور جنت اور دوزخ اس کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ اس پر دوسری حدیث ناطق ہے کہ کافر یہ دعا کرے گا کہ اے اللہ قیامت کبھی نہ آئے کیونکہ جو عذاب وہ ذہنی طور پر اب دیکھ رہا ہے وہ اس سے تو کہیں زیادہ ہے جو اس کو پیش آنے والا ہے۔ اسکو احساس ہے اس تکلیف کا مگر جب وہ یہ سوچے گا کہ میں practically اس کے اندر داخل ہونے والا ہوں تو وہ دعا کرے گا کہ اے مالک و کریم! اے کاش کہ قیامت کبھی نہ آئے اور جو ابھی میرے احساس میں ہے وہ میرے بدن تک نہ پہنچے اور مسلمان یہ دعا کرے گا کہ اے اللہ! قیامت جلد آئے تا کہ میں اس خوشخبری تک بدنی طور پر پہنچوں جو اس وقت مجھے احساس کے یہ ٹھنڈے جھونکے جنت سے آ رہے ہیں، جو مجھے feel ہو رہے ہیں کہ یہ میری منزل ہے، اے کاش! کہ میں جلد از جلد اس مقام تک پہنچوں۔

خواتین وحضرات! عذاب قبر اس احساس کی شدت ہے جیسے آپ خواب میں ہیں آپ کا بدن ملوث نہیں ہوا ہوتا تو آپ ہر قسم کی چونکاہٹ، گھبراہٹ، زلزلے اور آفات دیکھتے ہو اور اس کا آپکی psyche پر اسی طرح اثر ہوتا ہے جیسے خواب میں ہو رہا ہوتا ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ جب آپ اٹھتے ہو تو کہیں وہ عذاب نہیں ہوتا، وہ خوف نہیں ہوتا۔ دراصل عذاب قبر اس طرح کا بالکل حقیقی ہے کہ جب کسی عذاب سے پہلے اس کے vision اور اس کے احساس کا عذاب آپ پر ہو مگر قیامت کا دن وہ ہے کہ جب آپ کو وضاحت کی جائے گی کہ یہ عذاب کیوں ہے؟ اور یہ ثواب کیوں ہے؟ اور جب آپکی منازل کو practically آپ کو روانہ کیا جائے گا۔

سوال: افضال احمد صاحب نے سوال پوچھا ہے کہ بلاشبہ عنوان "تصرف فی الاصول الدین" بہت اہم ہے۔ کیا سالانہ اجلاس میں ایک تعلیمی لیکچر دے دینا ملت کی اصلاح وفلاح کیلئے کافی ہے یا اس پر تسلسل اور تحریکی راستے کی ضرورت ہے اور منظم جدوجہد ضروری ہے؟ دوسرا سوال ساتھ ہی

انہوں نے یہ کیا ہے کہ ہمارے اکابرین میں مولانا محمود حسین، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد الیاس اور ایک دو اور نام لکھے ہیں جنہوں نے دین کی اشاعت کیلئے بیش بہا کام کیا۔ اس دور میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، ڈاکٹر ذاکر نائیک، جسٹس تقی عثمانی اور دیگر علمائے حق دین کی ترویج کیلئے کام کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ برصغیر کے علماء نے دین کو تفریق کر دیا ہے، تفرقے میں ڈال دیا ہے، وضاحت فرمادیں۔

جواب: اگر آپ انکا نام دوبارہ ارشاد کریں...... مجھے علامہ "ذاکر نائیک" کا نام یاد رہ گیا ہے۔ پچھلے دنوں ایک بچے نے ان سے پوچھا کہ کارٹون دیکھنے کیسے ہیں؟ یہ مکی ماؤس والے...... انہوں نے کہا: "نہیں نہیں، یہ بہت ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ اسلامی کارٹون دیکھا کرو۔ مجھے نہیں سمجھ آئی کہ ان کی مراد کیا تھی؟

خواتین وحضرات! یہ تو میری کوتاہی ہے جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا کہ ایک بچے کو یہ بات کہنی بلکہ اگر میرے بس میں ہو تو میں "ٹام اینڈ جیری" کے کارٹون ضرور بچوں کو دکھاؤں۔ آپ میں سے جن بڑوں نے، چھوٹوں نے اگر دیکھے ہوں...... بسا اوقات visual aspects میں ایک اصول نمایاں ہوتا ہے۔ "ٹام اینڈ جیری" میں ایک اصول بڑا نمایاں ہے ایک مجبور محض سا چوہا، ایک بڑی فاسقانہ بلی کے خلاف جدو جہد کر رہا ہوتا ہے اور جہاں تک دیکھا گیا ہے بچے کی توقعات اس چوہے سے وابستہ ہوتی ہیں، وہ اپنی اصلی پیدائش سے اس کو اپنے جیسا سمجھتا ہے...... جیسے میں مجبور، مظلوم، میں کمزور سا بچہ ہوں...... ہوسکتا ہے کہ علامہ کی نظر میں یہ غلط ہوں مگر ان کو اپنے بچے سے پوچھنا چاہیئے کہ "جیری" اگر وہ بچہ ہوتا ہے تو کیا بلی کی جگہ وہ خود تو نہیں ہوتے؟ یہ ایک بڑا مشکل امر ہے مگر اگر آپ آخری فیصلہ دیکھو گے تو جب وہ چوہا اس بلی پر غالب آ رہا ہوتا ہے تو بچوں کو کتنی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے کرم سے ایک مجبور و مظلوم نے غلبہ حاصل کر لیا بالکل اسی طرح جیسے آج کے پاکستانی لوگ "چوہوں" کی طرح دبکے ہوئے سوچ رہے ہیں کہ کب وہ ایک "فاسق وفاجر بلی" پر غالب آئیں گے۔

خواتین وحضرات! کچھ لوگوں کے یہاں ذکر ہوئے ہیں اور سب سے پہلے جملے پر مجھے بڑا اعتراض ہے...... "ہمارے اکابرین"...... اس پر مجھے بڑا اعتراض ہے، اکابرین کون ہوتے ہیں؟ بڑی کبریائی والے، بہت بڑے...... پتہ نہیں یہ عمر کے لحاظ سے بڑا سمجھا گیا ہے یا تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے بڑا سمجھا گیا ہے؟ کس لحاظ سے ان کو اکابرین کہا جا رہا ہے بلکہ اگر کوئی پڑھا

لکھا شخص یہ لفظ استعمال کرے ''اکابرین'' تو ایک چبھی تو اردو سا بنتا ہے۔ ''اکبر'' تو صرف اللہ ہی ہے۔ کیا کوئی اللہ سے چھوٹے چھوٹے ''لات و منات'' کی طرح اکابرین اور بھی موجود ہیں؟ اگر اس کی جگہ آپ یہ جملہ استعمال کریں کہ جی! ہمارے اہلِ علم، ہمارے دانشور، ہمارے مذہبی سکالر تو پھر بھی یہ جملے ذرا قابلِ قبول ہوتے ہیں۔ ان میں ''مولانا محمود حسین'' کا نام لیا گیا ہے۔ آپ جو یہاں تقریباً ایک ہزار لوگ موجود ہیں، تو کتنے لوگوں نے ''مولانا محمود حسین'' سے استفادہ کیا ہوا ہے۔ پانچ چھ سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ اگر میں کہوں ''مولانا ابوالکلام آزاد''...... تو مولانا ابوکلام آزاد کو آج تک کسی نے اچھا عالم نہیں سمجھا۔ دوسرا یہ کہ اس عالم نے سب سے پہلے جو کرشمہ روا کیا (معاف کیجیے گا) شاید انکی عادت کے بارے میں سارا ہندوستان جانتا ہے مگر مسلمان بڑا کم جانتے ہیں۔ ان کی روایات تاریخی طور پر اتنی ناقص ہیں کہ مجبوراً قائداعظم جیسے سادے سے بندے کو کہنا پڑا کہ He is a show boy of Congress اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ مسلمان عالم ہے سکالر ہے بلکہ مجبوراً یہ کہا کہ He is a show boy of Congress کہ اس کا سارے کا سارا دین Nationalism کو جاتا ہے۔

Nationalism وہ آفت ہے خواتین و حضرات! جس نے ایک پورے سو سال کیلئے مسلمانوں کی تعلیمات کا رُخ بدل دیا اور بڑے بڑے علمائے دانش جو ہیں وہ nationalist ہو گئے اور حتیٰ کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ دین کی بجائے ملتیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اس وقت کا nationalist مسلمان عالم چاہے وہ دیوبند کا تھا، چاہے وہ بریلی کا تھا، جس نے امت کا رُخ بدلنے کی کوشش کی ہے اور سب سے پہلے برصغیر میں major diversion انہیں کم ذہن علماء کی وجہ سے آئی ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول کے علم کو تو مختلف گروہی فرقوں میں تقسیم کر دیا اور جب اجماع کا معاملہ آیا تو انہوں نے ملکی اجماع اور اجماعِ امت کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہ یاد رکھیے گا کہ اصولِ دین میں کتنا بڑا حصہ اجماع کا ہے اور جو اجماع کے خلاف ہے اسے اچھا مسلمان تو بڑی دور کی بات اگر ان کو مسلمان ہونے کی رعائیت دے بھی دی جائے تو بھی ان کو کبھی اچھا مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

جب پاکستان بن رہا تھا تو سب کمزور مسلمان اپنے جیسے ایک کمزور لیڈر مگر بڑے حوصلہ مند لیڈر، بڑے غیرت مند لیڈر، بڑے با اصول لیڈر کے پیچھے تھے تو تمام علماء بجز چند ایک لوگوں کے اس وقت اجماع کے خلاف فیصلہ دے رہے تھے کہ پاکستان کا بننا صحیح نہیں ہے اور خواتین و

حضرات! اللہ نے اجماع کے فیصلے کو برکت دی تو آپ کو کونسا standard چاہیے یہ جاننے کیلئے کہ یہ علماء صحیح تھے یا غلط تھے۔ اجماع کا فیصلہ اللہ نے قبول کیا اور اتنے سارے مسلمانوں کی، کمزور اور گناہگار مسلمانوں کی توقع کے مطابق آپ کو سلطنتِ خداداد پاکستان عطاء کی، پھر ان علماء کو آپ کیا کریڈٹ دیتے ہیں جنہوں نے خدا کے بندوں کے اجماع کے خلاف فیصلہ دے کر اپنے لیے کوئی اسلامی اور مذہبی سند حاصل کی۔ یہ آپکو خود سوچنا پڑے گا۔ باقی ایک بات آپ نے کہی کہ کیا یہ لیکچر ضروری ہے؟ کیا تنظیم ضروری ہے تو خواتین وحضرات! آخری بات کہ ''مہاتما بدھ'' بڑا اچھا مسلمان تھا۔ ہر پیغمبر زمانہ قدیم کا مجھے پیغمبر ہی لگتا ہے۔ آپ اس کے بتوں کو نہ دیکھئے! مہاتما نے کوئی بت نہیں بنایا۔ یہ اُس بد بخت اشوک اعظم نے ایک اُٹھتے ہوئے، بڑے صاف ستھرے مذہب پر یہ ظلم کیا کہ ''مہایان'' فرقے کی بجائے ''ہنایان'' کی بنیاد رکھی اور اس کے بت بنانے شروع کر دیئے۔ یہ بُدھا کا قصور نہیں تھا۔ بُدھا نے اتنی احتیاط سے کام لیا کہ جانتے بوجھتے ہوئے خدا کا نام صرف اس لیے نہیں لیا کہ In a dictionary of gods and godesses which was in current in those times. بے شمار بتوں کے اس جنگل میں جو ہندوؤں نے تراش رکھے تھے بدھا کسی بھی دیوتا کا نام لیتا تو اس نے خود ایک بت کی طرح ہو جانا تھا۔ اس ڈر کے مارے مہاتما نے خدا کا نام تک نہیں لیا بلکہ خدا کو علامتی پہچان دے دی اور اس کا نام ''نروانا'' رکھا، وہ اتنا خوف زدہ تھا۔ تو خواتین وحضرات! میں مہاتما تو نہیں ہوں But as a teacher I am very much afraid of all oraganizations leads to bifurcation of religion. باقی رہا علم وتعلیم کی بات تو آپ کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہوں، اکیلا اور مجبور ہوں اور میری اس کوتاہی کو نظر انداز کر دینا آپ پر فرض بھی ہے۔

سوال: عرفان صاحب نے پوچھا ہے کہ آپ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ایک مخصوص طریقے سے ایک تسبیح پہنی ہوئی ہے اس کا کوئی مطلب ہے یا اتفاقاً ہے۔

جواب: (مسکراتے ہوئے) اسی پر فرقہ نہ بن جائے کوئی......خواتین وحضرات! تسبیح پڑھتے ہوئے، اس کے بعد جس سائز کی یہ تسبیح ہے اس کو صرف دو بل پڑتے ہیں، تیسرا پڑتا نہیں ہے، تیسرا انگلی میں چلا جاتا ہے، یہ سہولت ہے، اس لیے چھوٹی تسبیح ہو تو ایک بل پڑتا ہے۔ جس سائز کی میرے پاس تسبیح ہوتی ہے اس میں دو بل یہاں پڑتے ہیں اور ایک ادھر۔ آپ دیکھئے! یہ تیسرا نہیں

پڑسکتا ورنہ میں تینوں ڈال لیتا اس لیے یہ اگر سٹائل بن گیا تو Today, it is a time of style and fashion. تو یہ تسبیح میں فیشن سمجھوں گا۔

سوال: مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے مگر کب اور کن حالات میں...... اس پر آپ روشنی ڈالیے کیونکہ بہت سے مرد یہاں سے خوش اور خواتین پریشان جائیں گی۔

جواب: بڑا مناسب سوال ہے مگر یہ ایک حیران کن بات ہے جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں، یہ ایک بڑا فرق ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ average secular woman marries more than one or two husbands. کوئی بھی آپ تاریخ اٹھا لیں اس میں یہی نظر آئے گا ہمارے اس ملک average سیکولر عورتوں کے husbands کی تعداد دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ہر سیکولر عورت ایک سے زیادہ بار شادی کرتی ہے۔ اب اگر average پاکستانی مرد کو دیکھا جائے ----- average سے یہاں میری مراد 80% ہے۔ مردوں سے جب میں سوال پوچھتا ہوں! "یار دوسری شادی نہیں کرنی"؟ وہ کہتے ہیں یار! "ایک ہی بڑی ہے"۔ بات یہ ہے کہ جہاں تو ایک پُرامن society ہو، بہت سارا سکون ہو، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو وہاں شاید اتنا سکون اور طمانیت مل جاتی ہے کہ بچے بچائے ہوئے مرد جو ہیں وہ آگے بڑھ کر اپنی بیویوں سے درخواست کر لیں کہ جی ابھی ہم چاہتے ہیں کوئی دوسرا نکاح کرنا یا نہ کرنا اور شاید بیویاں انہیں اجازت بھی دے دیں مگر problem یہ ہے کہ یہاں average جو ہے پچاس ساٹھ تک میں نے کسی مرد کو اتنا صحت مند دیکھا ہی نہیں، اتنا مطمئن نہیں دیکھا، وہ بیچارہ تو اپنی normal one women one man ڈیوٹی سے قاصر ہوتے ہیں چہ جائیکہ وہ دوسری شادی کا سوچیں اس لیے میرا نہیں خیال کہ باوجود اس حکم کے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لوگ فائدہ اٹھائیں ...... ہر مرد کو اپنی استطاعت کے مطابق سوچ پالنی چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بدقسمتی سے جو قانون ہمارے ملک میں لاگو ہے بیوی سے اجازت لینے کا۔ اصل میں ایک حمایت اور ایک ہمدردی جو عورت سے کی جاتی ہے وہ بعد میں بڑی ستمگرانہ نکلتی ہے۔ پتہ نہیں اس وقت چند ایک شاید ماڈرن خواتین اسے اچھا کام سمجھتی ہوں مگر میں آپ کو وضاحت کر دوں کہ Europe اور America میں خواتین کے حق میں جتنے بل پاس ہوئے جن کی بنا پر ہماری خواتین زور لگا رہی ہیں اس کا net result یہ نکلا ہے کہ There is no marriage at all. مرد کو ان قوانین کے تحت چونکہ اپنی آدھی جائیداد یا بہت سارا مال دینا پڑتا ہے تو یورپی مرد نے نیا سٹائل نکالا ہے۔ اس پر living together بھی ہے۔ میں انگلینڈ میں گیا تو دیکھا کہ 50% marriages are no marriages they are just living together. اور جو باقی 50% ہیں وہ بھی marriage کا لفظ نہیں لکھتے partners کا لفظ لکھتے ہیں۔ یہ فائدہ ان قوانین کو ہوا جو Europe اور America نے عورتوں کے حق میں پیدا کیے۔ اب پاکستان کا سُن لیں! یہ کم علم علماء جب کھٹے بیٹھے جن کو آپ دانشور کہہ رہے ہیں انہوں نے قانون پاس کیا کہ پہلی عورت سے اجازت لینی پڑے گی اور یہ عورت شکایت کرے گی تو تین ماہ کی قید ہوگی۔ اب ایک خاوند اجازت لینے جاتا ہے تو بھلا کونسی عورت ہے جو اجازت دے گی، آپ بتایئے؟ جملہ عورتوں نے اس پر اتنا شدید احتجاج کیا ہے جس کا کوئی حساب نہیں۔ دو دو چار چار بچے ہیں ان کے What is the net result? چونکہ عورتیں اجازت نہیں دیتیں تو مرد طلاق دے دیتا ہے۔ طلاق پر تو کوئی پابندی مولویوں نے نہیں لگائی۔ اس اجازت نہ دینے کے بدلے میں یہ ایک ظلم ہوا ہے کہ مرد جو چار چار بچے والے ہیں، چھ چھ بچے والے ہیں، طلاق دے دیتے ہیں اور ہماری عورت کے پیچھے کوئی ایسا آسرا اور تحفظ موجود نہیں، اسکی فیملی اسے support نہیں کر رہی، husband اسکے بچوں کو support نہیں کر رہا اور اس کیلئے طلاق مصیبت بن جاتی ہے۔ میں چونکہ practically لوگوں میں بیٹھتا ہوں۔ یہ میرے لیے اتنا shocking امر ہے کہ اس نالائق قانون میں مردوں اور عورتوں کے حقوق میں توازن کے برعکس عورت کے حق میں کوئی تحفظ نہ ہوا، اسکے بچوں کے حق میں کوئی تحفظ نہ ہوا۔ بہتر تو یہ تھا کہ یہ قانون ہوتا کہ اگر تُو دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو پہلی عورت جو تیرے ساتھ چلی ہے، زندگی گزاری ہے، جس نے تیرے بچے پالے ہیں اس کا پورا پورا تحفظ کیا جائے گا، اسکے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے گا۔

فرض کیجئے کہ ایک مرد کو برابر تقسیم کا حکم ہے تو fifty fifty دو عورتوں کا ہوتا مگر 30% وہ بھی ہوتا جو اس کے پہلے بچوں کا حق ہے تو پھر اگر 20% پر کوئی عورت آتی ہے تو آ جائے۔ مگر اس عورت کو جو پہلے سے موجود ہے پورا تحفظ تو حاصل ہوتا...... بیچ میں پھر ایک صرف emotional کیفیت رہ جاتی اور میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب یہ کام ہو چکا ہے زبردستی...... تو اکثر خواتین نے مجھے کہا ہے کہ "چلو مرتا ہے مرے، جو مرضی کرے، واہیات آدمی

ہے۔ شادی کر لی تو کرے مگر ہمارا حق تو پورا ادا کرے“۔

اب یہاں اگر آپ قوانین کو ایک نظر دیکھیں تو جو بھی خدا کے system کے خلاف تحفظات کیے جائیں گے یا جو بھی man made اصول بنے گا اُسکو ایک long range میں دیکھنا چاہیے کہ Is it replacing the law of God? کیا جو اللہ نے قانون بنائے ہیں انکو properly replace کیا جا رہا ہے یا نہیں کیا جا رہا۔ میں نہیں کہتا،

Honestly may be I am muslim may be beleive in God, may be not مگر ایک بات آپ کو بتا دوں کہ اگر خدا کے قانون کے مقابلے میں Europe یا America یا China یا کسی کا بھی قانون بہتر نکلتا ہے۔ Over two or three decades تو میں خوشی سے اسے قبول کروں گا۔ میں اللہ کو کہہ دوں گا کہ تجھے ذرا کم علم تھا، جیسے آج کل کے Intellectual سوچتے ہیں کہ دیکھو! آدمی کو کتنا بہتر علم تھا۔ اس نے تیری صورتحال ٹھیک کر دی، ہم معذرت خواہ ہیں پروردگار! تیری دی ہوئی عقل سے انسان نے ایسے اچھے قوانین بنا لیے۔ مگر مجھے ایک بات بتایئے! ایک قانون Europe, America نے بنایا Capital punishment نہیں دی۔ نہ دو بھئی! یہ بڑی ظالمانہ ہے..... پندرہ برس کے بعد میئر جولیانی نے دوبارہ نیویارک میں Capital punishment لگا دی اور کیوں لگا دی بھئی ......اس لئے کہ اتنی آزادی مجرموں کو نہیں دی جا سکتی، اتنی آسائش نہیں دی جا سکتی۔

خواتین و حضرات! اگر انکا بنایا ہوا قانون ایک لمبے عرصے کیلئے خدا کے قانون کو replace کر لے تو ٹھیک ہے، ہم بھی اسے مان لیں گے...... میں سعودی عرب کو بڑا مسلمان ملک نہیں سمجھتا، وہ بھی اپنے جاہلانہ interpretations پر قائم ہے مگر ایک بات تو ہے کہ اگر ساری دنیا میں جرائم کی اوسط نکال دی جائے تو جو ایک nominal Islamic system وہاں قائم ہے اس کی average of crime ساری دنیا سے کم ہے۔ If you want the replacement they give us a better law. اگر نہیں دے سکتے تو اپنے گھر آرام سے بیٹھو اور ہمیں ہمارے قوانین استعمال کرنے دو ...... اللہ کے تمام قوانین compensation کیلئے ہیں، deterrent کیلئے نہیں ہیں۔ اگر ایک چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو compensation does not like law. یہ یاد رکھئے کہ اللہ کا قانون، قانون

سازوں کی نہیں سنتا، ایک آدمی جس کی دو بیٹیوں کا جہیز ایک چور لوٹ کر لے جاتا ہے اگر آپ نے compensation پوچھنی ہے تو ان لوگوں سے جا کے پوچھو کہ آپ کیا سزا دیتے ہو چور کو...... اگر قوانین کا مطلب یہ ہے کہ پوری پوری compensation سائل کو ملے، اس شخص کو ملے جس کا نقصان ہوا ہے تو جا کے ان سے پوچھو کہ کیا سزا تجویز کرتے ہو اس چور کیلئے...... کیا خیال ہے، وہ کیا کہیں گے؟ وہ کہیں گے کہ اس کو جان سے مار دو، اس کو قتل کر دو کہ اس نے پچیس برس کی ہماری محنت برباد کی ہے۔ اس نے ہماری ایک ایک کوڑی لوٹ لی ہے۔ خواتین و حضرات! ان کے emotions کو دیکھتے ہوئے اللہ نے بہت کم سزا دی ہے چور کو کہ چلو اگر ان کی compensation پوری نہ کی تو کسی اور کا گھر اسی طرح یہ برباد نہ کر سکے تو ہاتھ کاٹ ڈالنا، اس کو کسی اور چوری کیلئے نااہل کر دینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کم سے کم سزا ہے جو اس کو ایک psychological punishment ہے۔ مگر جس کے خلاف جرم ہوا ہے اس سے پوچھو گے تو وہ اس سزا پر کبھی راضی نہیں ہوتے، وہ تو چاہتے ہیں He should be murdered, killed, dastroyed کیونکہ انکی compensation معمولی کام سے نہیں پوری ہوتی۔ Europe، اس میں کیا کر لے گا؟ مجھے پتہ ہے، میں America دیکھ کر آیا ہوں۔ چوری ہو جائے، گھر لٹ جائے تو پولیس کہتی ہے: ''یار! یہ واپس تو آئے گا نہیں، قسطیں وغیرہ دے کر نیا لے لو۔ کیا چور کے پیچھے مارے مارے پھرو گے؟ دفع کرو اسے''۔ اسلام کے قوانین compensatory ہیں۔ یہ انسانیت کا قانون ہے اس لیے خدا کے قانون کو neglect کرنے والے اسی طرح معاشرے میں خوف و ہراس کا شکار ہوتے ہیں۔ پاکستان کو مثال بنائیے۔

ســـوال: اگر آپ نے دین اسلام کو عام کرنا ہو تو ہمیں سب سے پہلے کیا کرنا ہوگا؟ اور اس کے علاوہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کیلئے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ اس کے بارے میں کوئی جواز پیش کریں۔

جـــواب: آپ نے کیوں دین اسلام عام کرنا ہے؟ دیکھو جی! ایک وقت ہوتا ہے تبلیغ کا، ایک وقت ہوتا ہے اپنے آپ کو تبلیغ کرنے کا...... بخدا میں انگلینڈ میں تھا تو ایک anthropologist ملنے آئے، دو چار گھنٹے ملاقات بھی ہوئی تو اٹھتے ہوئے مجھے کہنے لگے: Should I convert? تو میں نے کہا: ''بابا! کیوں؟ کس لئے؟'' کہنے لگے: ''پروفیسر

صاحب میں بڑا متاثر ہوا ہوں I never expected کہ چھوٹے سے ایک شہر کے ایک پروفیسر تو آپ کہلاتے ہیں But I don't expected this میں anthropology پہ ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "دیکھو پروفیسر! نہ مجھے شوق ہے اخبار میں دینے کا کہ میں نے انگلینڈ میں پانچ ہزار مسلمان کیے، نہ مجھے خدا سے اس بات کا انعام لینا ہے کہ ایک احمق کو میں نے اپنی باتوں میں بیوقوف بنالیا ہے، نہ مجھے اس قسم کی کوئی publicity چاہیے۔ میں نے ایک کام کیا ہے کہ تو پڑھا لکھا آدمی ہے، تجھے میں نے ایک اور angle سے تھوڑی سی information دی ہے اگر تجھے صحیح لگتی ہے تو جا! فکر جا! سوچ! تیرے اسلام کی ذمہ داری مجھ پر نہیں، تجھ پر ہے۔ غور کر جا کے! تو misinform تھا۔ میں نے کوشش کی ہے کیونکہ تو نے مجھ سے dreams پہ سوال کیا ہے"۔ سوال وہ یہ لایا تھا کہ "ملا عمر" کی dream اور پیشن گوئیاں پڑھی ہیں کہ فتح ہوگی مگر ہوا کچھ نہیں تو dreams میں تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جس کو نظر آئیں وہ حقیقتاً نظر آتے ہیں تو پھر یہ dream کیسے غلط ہوگئی۔ آپ کو پتہ ہے کہ اشارہ وہ یہ کر رہا تھا کہ آپ کے پیغمبر کی یہ روایت بھی غلط ہے اور اگر وہ بھی خواب میں آکر کچھ بتائیں تو غلط ہوگا تو میں نے کہا: "پروفیسر صاحب! یہ تمہیں کس نے کہہ دیا کہ ملا عمر کے dreams صحیح ہیں۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ چاہے وہ خواب میں ہوں یا حیات میں ہوں، جب رسول اللہ ﷺ بات کریں گے تو وہ حدیث ہو جائے گی، جب وہ حدیث ہوگی تو اس پر روایت اور درایت کے قوانین لاگو ہو جائیں گے، پھر ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ یہ شخص کتنا سچا ہے، کتنا جھوٹا ہے، اس شخص کے مفاد کیا ہیں، اس کی personality کیا ہے، یہ شیزوفرینک تو نہیں ہے؟ یہ لوگوں کو قائل کرنے کیلئے تو نہیں خواب سنا رہا؟ اس standard پہ جاؤ تو ملا عمر جھوٹا نکلے گا، ہمارے Prophet پہ کوئی ضرب نہیں آتی"۔ وہ ایک کتاب چھاپ رہے تھے، America سے چھپ گئی ہے۔ most probably شاید ہمارے نئے intellectuals کے ہاتھ چڑھ جائے تو کل کو یہ بھی ایک subject بن جائے۔

تو خواتین وحضرات! مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام کی تبلیغ اس وقت کرنی ہے......اگر کرنی بھی ہے تو میں آپ کو حضرت ابن عباس ؓ کا ایک قول بتا دیتا ہوں۔ "ایک شخص انکے پاس آیا اور کہا: "ابن عباس! مجھے تبلیغ کا بڑا شوق ہے" تو فرمایا: "تجھے قرآن آتا ہے"؟ کہنے لگا: "ہاں! پڑھا ہوا ہے، ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ تھوڑا سا ترجمہ بھی جانتا ہوں"۔ "حدیث آتی ہے"؟۔ کہا: "

ابن عباس! تھوڑی سی تو آتی ہے"۔ کہا فقہ آتا ہے"؟ کہا: "عباس! فقہ کے دو چار مسائل تو آتے ہیں"۔ جب انہوں نے کافی سوالات سیرت پر اور مغازی پر کیے اور جواب میں وہی "نائیں نش" نکلی...... وہی چار مسائل تو ابن عباسؓ نے کہا: "دفع ہو جا! میں تجھے کوڑے مار مار کر تیرا سر پلپلا کر دوں گا۔ جا اپنے گھر بیٹھ...... اگر شوق ہے تو کچھ پڑھ اور اس کے بعد بھی نہ نکل"......!

خواتین وحضرات! تبلیغ کے تو قوانین ہی اللہ نے مختلف دیئے ہیں:

"وَادعُ اِلی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَةِ"

پہلی بات یہ ہے کہ علم وحکمت سے خدا کی طرف بلا...... پھر خالی یہ نہیں تیرا لہجہ اور کلام بھی اللہ کے مطابق ہونا چاہیئے اور تیرے لہجے میں بھی نفاست ہونی چاہیئے اور اگر یہ بھی ساتھ شامل ہو جائے تو ایک اور کام بھی ہونا چاہیئے "وَجَادِلهُم بِالَّتِی هِیَ اَحسَن" خوبصورت بات، اعلیٰ علم اور بحث کا سلیقہ...... خواتین وحضرات! آپ کے پاس ایسی شہادتیں تو بڑی ہونگی کہ نہ شکل وصورت اچھی، نہ انداز عالمانہ، گفتگو ایسے جیسے بھٹیار خانہ اور بحث میں پڑے تو کہتے ہیں نہیں بابا! ہم چلے، ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے، مسجد میں چلے جاؤ، وہاں عالم بیٹھا ہے۔ یہ طریقہ تبلیغ ہے کیا؟ یہ مبلغین ہیں؟ اور پھر سب سے بڑھ کر خواتین وحضرات! مبلغ تو سب سے پہلے دو چیزوں سے جانا جاتا ہے، امانت اور صداقت سے، کون محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتبار کرتا؟ کون کہتا کہ محمد ﷺ سچے ہیں؟ کون کہتا ہے کہ امانت دار ہیں اگر چالیس برس انہیں لوگوں میں نہ رہے ہوتے؟ کیا یہ شرط نہیں تھی تبلیغ کی؟ کہ تبلیغ وہ کرے جسکو لوگ اچھی طرح جانتے ہوں، کم از کم اس کا شہر تو گواہی دے، اسکے اردگرد کے لوگ تو گواہی دیں کہ اس عالم محترم نے کسی کا مال نہیں غصب کیا، یہ سودے کا اچھا ہے، اسکا حال مناسب ہے، یہ عہد وپیمان نہیں توڑتا، اللہ کا ٹھیک بندہ ہے۔ یہ امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ خواتین وحضرات! پہلے چند ایک دنیاوی اوصاف ساتھ لے کے جائے گا تو لوگ کہیں گے کہ جو یہ کہہ رہا ہے یار! ٹھیک ہے۔ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ امانت، دیانت اور صداقت جو ہے یہ تبلیغ کی physical شرط ہے۔ اسکے بعد دیکھا جائے گا کہ وہ علم کیا دیتا ہے اور کیا نہیں دیتا۔

مجھے یہ بتائیں کہ اگر چارسدہ سے کوئی شخص آپکے پاس آ جائے جو تبلیغ شروع کر دے تو آپکو پہلے یہ شک نہیں ہوگا کہ اسی بہانے کوئی جیب تراش نہ آنکلا ہو۔ I am not Insulting them but I am asking you a question. کہ اس مبلغ کا کیا

فائدہ کہ جس کی ہیئت اور حلیے کے بارے میں ہزاروں شبہات آپکے ذہن میں جنم لیں کہ یہ genuine انسان ہے بھی کہ نہیں کہ یہ واقعی مبلغ ہے بھی یا نہیں۔ تبلیغ کے بہانے ہی تو چور گھروں میں گھستے ہیں، ہزاروں حادثات ان لوگوں کے بہانے ہوتے ہیں، جو بڑی بزرگ صورت میں ہوتے ہیں۔ معزز خوبصورت خواتین آتی ہیں، گلے میں منکے ڈالے ہوئے، تسبیحاں ہاتھ میں لئے ہوئے، انہی کے بہانے وارداتیں ہوتی ہیں۔ آپ کبھی اخبار اٹھا کے دیکھتے ہو کہ What is the problem with tableegh? کیا مسئلہ ہے؟ تبلیغ کس کا حق ہے؟ تبلیغ اسی کا حق ہے کم از کم جس کیلئے آپ یہ سمجھیں کہ یہ ہم سے بہتر تعلیم یافتہ ہے یا یہ ہماری گتھیاں سلجھا دے گا یا یہ ہمارے سوال کی تشنگی کو دور کرے گا یا کم از کم رائے مسلط نہیں کرے گا مگر ہمیں سوچنے کا موقع تو دے گا۔ ایک نئی روشنی تو دے گا، ہمارے ذہن کے کچھ تاریک گوشے کھول تو دے گا۔

عجیب سی بات ہے، میرے پاس ایک گروہ تبلیغ ماشاءاللہ آ گیا تو آدھے، پونے گھنٹے گفتگو میں میں نے کوئی پندرہ احادیث سنائیں تو میں نے کہا: ”چلو جواباً آپ مجھے ایک حدیث سنا دیں“۔ کہنے لگے: ”وہ بات یہ ہے کہ ماشاءاللہ آپ نے بڑی اچھی بات کی، ہم بڑے متاثر ہوئے، اب آپ ہمارے امیر کے ساتھ اگر چلہ تین دن کا لگا لیں تو آپ کا علم اور بڑھ جائے گا“۔ میں حیران و پریشان ہوں کہ پتہ نہیں یہ چلے میں کون سا علم ہے کہ تین دن کے چلے میں میں اس سے بہتر عالم ہو جاؤں گا مگر میں نے ان سے کچھ کہا نہیں۔ میں نے کہا: ”جتنے معذور ہو، بس اتنی ہی تعلیم بہتر ہے۔

ســـوال: یہ سوال ایک بچے نے پوچھا ہے کہ میری ماں کہتی ہیں کہ جو کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں نے ایک گلاس پکڑ کر اپنے قریب کیا تو کیا یہ کام اللہ نے کیا ہے، فرمانے لگیں! ”ہاں“ تو میں نے انہیں کہا کہ آج کے بعد میں کبھی شکایت نہیں کروں گا کیونکہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے۔

دوسرا سوال اسی حوالے سے یہ ہے کہ لوگوں میں تاثر ہے کہ بھوک، پریشانی، تنگ دستی، بچیوں کا رشتہ نہ ہونا سب کچھ خدا کی وجہ سے ہے کیونکہ خدا کی مرضی کے بغیر تو تنکا بھی نہیں ہلتا۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جـواب: دونوں سوالوں کی نوعیت تو ایک ہے مگر مجھے نہیں پتہ کہ بچہ وہ بات سمجھے گا کہ نہیں کیونکہ یہ جبر وقدر کے مسائل ہیں۔ اسکی ماں نے اس کو بالکل ٹھیک جواب دیا مگر مجھے یہ نہیں پتہ کہ اس کی

ماں کو یہ یقین ہے کہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر بچہ تعلیم میں کچھ کم رہ گیا، مڈل پاس رہ گیا تو ماں اسے روز پھر کیوں جوتیاں مارے؟ کہ تو پڑھتا نہیں ہے۔ ایک western نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی، ماں باپ کے بارے میں اس نے کہا کہ دیکھو ہر چیز میں ہم مقدر کو مانتے ہیں مگر ماں باپ بچوں کے بارے میں کیوں نہیں مانتے کہ اس کے نصیب میں اتنی ہی تعلیم تھی، اس سے آگے نہیں پڑھ سکا تو خواہ مخواہ اسکو کیوں جوتے مار رہے ہو؟ کیوں سزا دے رہے ہو؟ کیوں اس پر بوجھ لاد رہے ہو؟ تو مقدر کو ماننا آسان نہیں ہوتا۔ بات ماں نے بالکل سچی کہی کیونکہ خداوندِ کریم کا ارشاد ہے:

"مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلاَّ هُوَ اٰخِذٌ م بِنَا صِيَتِهَا"

(ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے میں نے اُسکے ماتھے سے نہیں تھام رکھا)

اور خواتین و حضرات! **ماتھا** fore brain ہے جس سے احکامات issue ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ میں نے fore brain پر ایک ریموٹ کنٹرول رکھا ہوا ہے۔ اس بچے کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ اس نے گلاس کو پکڑا مگر اللہ تعالیٰ نے اگر اس کے مقدر میں کچھ اور رکھا ہے تو وہی گلاس ٹوٹ کر اسے زخمی کر سکتا ہے کیونکہ اُسکے fore brain کا وہ کنٹرول جو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ معمولی سے معمولی جانور تک چلتا ہے۔ ایک چیونٹی جو آپکے پاؤں پر کاٹے گی یا ایک بچھو جو ڈنک مارے گا، ایک سانپ کاٹے گا، کسی کو مارنا اس کی فطرت نہیں ہے۔ تمام جانداروں کی جو اقسام دنیا میں ہیں یہ تحفظات کا شکار ہیں اور اپنی جان کی حفاظت کی ذمہ دار ہیں کسی کو مارنے کی نہیں ہیں مگر جب اللہ حکم کرے گا تو ایسے حادثات و واقعات پیدا ہونگے۔ کونسا ایسا ڈرائیور ہے جو حادثہ کرنا چاہتا ہے؟ کیا اسکے باوجود حادثے نہیں ہوتے؟ تو اس کی وجہ وہی حکم ہے جو پروردگارِ عالم کا ہے کہ: "مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلاَّ هُوَ اٰخِذٌ م بِنَا صِيَتِهَا" (ہم نے ہر ایک کو اس کے ماتھے سے تھام رکھا ہے) یہ بڑا ضروری ہے۔

اللہ کا ایک ریموٹ کنٹرول تمام حیات پر جاری و ساری ہے کیونکہ اس نے کام، exit اور entries کنٹرول کرنی ہیں، اس نے movements کنٹرول کرنی ہیں۔ اس کا آپ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے رسول کرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے اور مجھے آج تک جبر و قدر پر اس سے زیادہ خوبصورت جواب کہیں سے نہیں ملا، جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فرمایا:

"تم جو کچھ چاہتے ہو کرو مگر اُسکی بنیادی وجہ یہ ہوگی کہ جو کچھ اللہ تم سے کرانا چاہے گا اس کے مطابق

تمہیں فعالیت اور ارادہ دے دے گا۔ تم وہی کرو گے جو اللہ چاہتا ہے" کیونکہ اس نے آپ کو ایک جاب تک پہنچانا ہے۔ آپ سات جابوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو لیکن اس نے آپ کو ایک تک پہنچانا ہے۔ ان تمام efforts سے جو آپ مایوسی خریدو گے وہ ظلم ہے جس میں کامیابی ہے، اُمید ہے، صلہ ہے تو خواتین و حضرات! بچے نے بہت صحیح بات پوچھی، ماں نے بڑا صحیح جواب دیا مگر اس کو عملاً اپنے کردار کا حصہ بنانا شاید دنیا کا سب سے مشکل مرحلہ ہے۔ توکل اور تقدیر پر پورا اترنا سب سے مشکل ذہنی approach ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ پر اعتماد رکھیں۔ ہاں اور مکمل جبر و توکل کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ "لَا حَـول وَلَا قُـوَّۃَ اِلَّا بِا اللہِ" (نہ میری قوت نہ میرا کوئی ارادہ جو کچھ ہے میرے اللہ کا حکم ہے۔) جب آپ اپنی زبان سے یہ لفظ دہراتے اور کہتے ہو تو پھر خدا آپ کا مزید کنٹرول سنبھال لیتا ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ جب اللہ آپکا مزید کنٹرول سنبھال لیتا ہے تو آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچنے دے گا۔ یہ اس کلمے کی برکت ہے: "لَا حَـول وَلَا قُـوَّۃَ اِلَّا بِـا اللہِ" جب آپ بار بار اللہ سے کہتے ہو کہ میں اپنے ارادے سے درگزرا، میرے پاس کوئی قوت نہیں ہے اے میرے ربِ کریم اور "لَا حَـول وَلَا قُـوَّۃَ اِلَّا بِـا اللہِ" کی آپ تسبیح پڑھتے ہو تو رسول کرم ﷺ نے سلمان بن ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا: "ابو موسیٰ کیا پڑھ رہے ہو؟" عرمایا: "یا رسول اللہ ﷺ! "لَا حَـول وَلَا قُـوَّۃَ اِلَّا بِا اللہِ" پڑھ رہا ہوں"۔ فرمایا: "ابوموسیٰ! ننانوے مصائب اس سے دور ہوتے ہیں اور سب سے چھوٹی مصیبت غم ہے"۔

کسی قوم کا تاخر اور تقدم اللہ کی مرضی پر ہوتا ہے۔ ستر سال تو ہم نے بڑی مشقت اٹھائی ہے، بڑی محنت کی ہے۔ قائداعظم کے بعد سے ہی ہم ظلم و ستم اور برائی کا چلہ کھینچ رہے ہیں، مہنگائی کا چلہ کھینچ رہے ہیں، حبسِ دوام کا چلہ کھینچ رہے ہیں غربت و افلاس کا چلہ کھینچ رہے ہیں۔ وہ تمام جو صوفیاء نے پہلے برداشت کیا ہے وہ سب ہم مجبوراً ہر روز برداشت کر رہے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ تو ہوا ...... انشاءاللہ و تعالیٰ العزیز ہم سب صوفی ہو گئے۔ ہم سب اللہ کو دل سے ماننے والے ہو گئے۔ ہم نے جو جبر و قہر سہا ہے، ہم جن آزمائشوں سے گزر رہے ہیں اور گزرے ہیں، ہم نے جو تحقیر سہی ہے، آپ کو پتہ ہے نا، صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ نفس کو تحقیر دو تو ہم automatically تحقیرِ ذات سے گزر رہے ہیں تو مجھے امید ہے کہ خدا ہماری یہ مشقتِ نفس قبول کرے گا اور انشاءاللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ ہمیں رحم و کرم کی صورت میں دے گا اور سب سے بڑا

رحم و کرم یہ ہوگا کہ ہمیں مناسب قیادت مل جائے گی۔ قائداعظم کے بعد کوئی قائداعظم کی صورت اور قیادت مل جائے گی، وہ لوگ جو اپنے لوگوں کا غم اٹھائیں گے، وہ لوگ جو اپنے لوگوں کیلئے جدوجہد کریں گے، وہ اپنے عوام سے محبت کریں گے، وہ جو بیرونی ممالک کے اور بیرونی آقاؤں کے سہاروں پر زندگی گزارنے کی بجائے اپنے ہی لوگوں کی محبتوں کے بل بوتے پر ہمارے سردار بنیں گے، انشاءاللہ تعالیٰ مجھے یقین ہے کہ نگل کے صحراء سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا، مجھے امید ہے کہ وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا۔ وہ ضرور وقت آنے والا ہے۔ ویسے بھی وقت بہت قریب آچکا ہے۔ حوادث pins کی طرح گر رہے ہیں اور امید تو ہے کہ گئے وقتوں کا امن اب آنے والے وقتوں میں نہیں ہے مگر اس میں اگر تحفظ ہے تو خدا کے بندوں کو اور خدا کا نام لینے والوں کو......

مہنگائی کے بارے میں آپ بالکل پریشان نہ ہونا۔ اللہ کی تسبیح کرنے والوں کو ایک بشارت ملی ہوئی ہے، پوچھا گیا رسول اللہ ﷺ سے کہ جب آتی قیامت برپا ہوگی، کھانے کو کچھ نہیں ہوگا اور گندم کا ایک دانہ سونے کے کھیت پر فوقیت رکھے گا تو یا رسول اللہ ﷺ ہم کس چیز پر جئیں گے؟ فرمایا: ''اس وقت تسبیح تمہارا ذخیرہ، خوراک ہوگی اور خزانہ، زندگی ہوگی''، تو خواتین و حضرات! کوشش کیجئے کہ شب و روز میں کوئی سانس کوئی وقت اللہ کے ساتھ گزر جائے۔

سوال: محمد عمر ضیا صاحب نے پوچھا ہے quotation انہوں نے دی ہے کہ (نماز ایسے پڑھو جیسے خدا کو دیکھ رہے ہو) یہ کون سا مقام ہے، عام مسلمان یہ کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ کیا ہم خدا کو ایسے دیکھ سکتے ہیں؟

جواب: آپ ابلاغ میں چلے جاتے ہیں۔ دیکھو قرآن صحیح ہے مگر وضاحت کرنے والا رسول ﷺ ہے۔ یہ آپ کو سوچنا چاہیئے کہ جب directly آپ قرآن کی آیت سنتے ہو یا حدیثِ رسول ﷺ سنتے ہو، آپ کو پتہ ہے عرب اتنا بلیغ تھا اتنا فصیح تھا کہ ایک ایک جملے میں وہ پوری پوری کائنات سمیٹ دیے مگر جیسے خداوندِ کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ:

"إِنَّ اللّٰہَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ" (البقرہ ۲: ۲۲۲)

(بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

تو لوگوں کے ذہن میں شبہ پڑ گیا کہ "مطہرین" کا کیا مطلب ہے؟ یہ کون لوگ ہیں، یہ طاہر کون ہے؟ طاہر کا مطلب تو پاک ہے تو پاک کون ہوتا ہے؟ تو رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ

کون ہیں؟ طاہر کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا جو ڈھیلے کے بعد "آب دست" لیتے ہیں A little more clean یعنی اگر شرعاً دیکھا جائے تو جو ڈھیلا (مٹی کا) استعمال کرتے ہیں وہ پاک ہو جاتے ہیں، وہ نماز پڑھ سکتے ہیں مگر وہ لوگ جن کو پاکیزگی کا احساس زیادہ ہے وہ بعد میں جا کر استنجا بھی کرتے ہیں تو یہ جو little difference ہے پاکیزگی کا یان کو "مطہرین" میں داخل کر دیتا ہے۔ اس طرح جب نماز پڑھتے ہوئے جملہ وساوس آنے شروع ہو جائیں، ذہن بالکل منتشر ہو جائے تو آدمی خیال کرتا ہے کہ میری نماز ناقص ہے مگر جب آپ "باب ایمان" پڑھو گے اور بخاری کی حدیث باب ایمان میں دیکھو گے کہ جب اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! "نماز میں وساوس بڑے آتے ہیں" تو فرمایا: "عینِ ایمان ہے"۔ ایمان یہی ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب تم خدا کے ساتھ ہو اور ایک ایسا وقت ہے کہ جب تم ہمہ تن شیطان کے ساتھ ہو۔ وہ وقت آپ جانتے ہی ہو کہ بازار میں جھوٹ بولا جا رہا ہے، سبزی کا بھاؤ تاؤ ہو رہا ہے، ہر قسم کا فراڈ جاری ہے لین دین میں، اٹھنے بیٹھنے میں، گپ شپ میں، سب کچھ ہو رہا ہے اور شیطان کو آپ سے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ He is very happy you are moving, acting چاہے وہ خواتین ہوں چاہے وہ کوئی بھی ہو، ہر قسم کی جہالتیں ہو رہی ہیں۔ اس وقت شیطان کو آپ سے کیا مخاصمت ہو سکتی ہے مگر جوں ہی آپ مڑے، آپ نماز کو آئے، آپ نے شیطان کی شریعت کو باطل کر دیا۔ اب مجبوری ہے یہ کیا مصیبت پڑ گئی، یہ کدھر چل پڑا، یہ تو ابھی میرا اتنا اچھا ساتھی تھا، ابھی تو بڑے بڑے دعوے، لاف و گزاف کر رہا تھا، جھوٹ بول رہا تھا، چیز بیچنے کیلئے اسکی کوالٹی بدل رہا تھا، اب کدھر چل پڑا ہے۔ تب وہ آپ کو وساوس سے آشنا کرے گا اور جتنے بھی زیادہ وساوس دے گا، اگر اس کے باوجود آپ نے نماز پڑھی تو خدا کو یہ نماز بہت زیادہ قبول ہوگی کیونکہ یہ اصحاب ایمان کی نماز ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو نماز میں زیادہ وساوس آتے ہوں وہ صاحبِ ایمان ہے اور خدا کو دیکھنے کا بھی یہی مطلب ہے۔ اللہ کو دیکھنے کا مطلب یہی ہے کہ باوجود اس کے کہ شیطان پوری طرح بہکا رہا ہے آپ کی نظر اللہ پر ہے۔ تو ظاہر نظر سے تو کوئی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا مگر باطنی توجہ کی نظر اللہ پر ہے۔ یہ نہیں کہ آپ اللہ کی شکل بنا کے سامنے رکھ لیتے ہو، ایسا بالکل نہیں ہے مگر جب آپ یہ ارادہ اور عہد کرتے ہو کہ ہم اللہ کی نماز پوری کریں گے، اے اللہ ہم تیری نماز پوری کریں گے، یا اللہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم تیری نماز پوری کریں تو گویا اللہ آپ کا نگران ہے جیسے فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُمْ تم

میری یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا وَاشکُرُولِی وَلَا تَکفُرُون چونکہ نماز ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کے قولِ حکیم کے مطابق اور قرآنِ حکیم کے مطابق "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی" (تمام نماز میرے ذکر کیلئے قائم کرو) جب نماز میں آپ اللہ کو یاد کر رہے ہو تو اللہ آپ کو یقیناً اپنے قرآن کے وعدے کے مطابق یاد کر رہا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ نماز قبول بھی ہو رہی ہے اور معتبر بھی ہے۔ اللہ آپکو دیکھ رہا ہے، آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک نماز کا حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالے سے ذکر آیا کہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: جب میں نماز پڑھتا ہوں تو میں جنت میں ملائکہ کو آتے جاتے دیکھتا ہوں تو اس کا بھی درجہ حضور ﷺ نے "نمازِ احسان" میں دیا مگر یہ جو دوسری بات ہے یہ ہر مسلمان پر لاگو ہے......

سوال: سوال پوچھا گیا ہے کہ ٹی وی کے ہر چینل پر آج کل قسمت کا حال بتانے والے ستاروں کی چال اور بندے کے حال کے متعلق تسبیحات اور وظائف بتاتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! اپنا قسمت کا حال بتانا یا بتانا یہ دو قسم کے علم ہیں ایک تو وہ جسے آپ عام طور پر occult (نجوم) کہتے ہیں occult میں numerology ہے۔ astrology ہے، شامانز ہیں، اس میں تبت کے لاماز ہیں جو telekinetic vision رکھتے ہیں، telepathic vision رکھتے ہیں ...... جملہ اسبابِ مظاہرِ دنیا رکھتے ہیں۔ ارتکازات وجود رکھتے ہیں۔ ان میں یوگا ہیں، رشی منی ہیں، کوئی راج دیش ہیں، تو تمام دنیا میں جوتش وغیرہ جس حساب سے بتا رہے ہیں اور سن رہے ہوتے ہیں، یہ ایک source ہے knowledge کا، دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہیں مگر کچھ تو نہیں ہیں، بہت کم شاید ایسے لوگ ہوں کہ جو خدا کے اُن علم سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نبوت کے جملہ خصائص میں سے ایک چیز پیچھے چھوڑ رہا ہوں اور وہ فراست ہے "اور فراستِ مومن سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ پھر فرمایا کہ میں تعبیرِ خواب پیچھے چھوڑ رہا ہوں اور مسلمانوں میں بہت بڑے بڑے فریس گزرے ہیں، بڑے بڑے صاحبانِ تعبیر گزرے ہیں جیسے حضرت "امام جعفر صادق" ہیں، "امام ابنِ سیرین" ہیں، جن کو خواب کی تعبیر پر ایک مکمل authority حاصل ہے جیسے ہیوم، ایڈلر اور فرائڈ کو European سائڈ سے تعبیراتِ خواب پر ہے۔ ادھر ہمارے ہاں، میں نے پوری زندگی میں مطالعہ کے دوران "ابنِ سیرین" جیسا خواب کی تعبیر پر فاضل کوئی دوسرا شخص نہیں پایا۔ Including the East and the West and he is miraculous! اللہ تعالیٰ نے ایسی اسے تعبیرِ خواب عطا فرمائی ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خواب کے اوپر جو تعبیرات ہیں وہ باکمال ہیں اور امام جعفر صادق کو تو سند سمجھتے ہیں مگر symbols پر معاملات کے اختلاف ہو سکتے ہیں۔ پیشین گوئی کے بارے میں یہ ہے کہ ایک individual کی پیشین گوئی جو ہے وہ پیشین گوئی نہیں ہوتی۔ ایک پیشین گوئی ہوتی ہے، ایک دعا ہوتی ہے اور حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ ایک صاحبِ قدر شخص ہے کہ جو کسی شخص کے مستقبل کے بارے میں ایک دعا دیتا ہے جو اپنی قبولیت کی وجہ سے حکم کا درجہ رکھتی ہے اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو حساب کتاب کر کے، اندازے لگا کے دے رہے ہوتے ہیں۔ میں ان کو کوئی ایسی بات نہیں کہہ رہا ہوتا، نہ میں کسی حساب سے بات کہہ رہا ہوتا ہوں، میں جب انکو تسبیح دے رہا ہوتا ہوں تو اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ یہ تسبیح ان کے مسائل حل کرے گی۔ میں آپ کو بالکل وضاحت سے بتا رہا ہوں۔ میری اس وقت ایک رائے ہوتی ہے، میرا خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ تھوڑی سی خدا کی دوری کے شکار ہیں۔ میرا خیال ہوتا ہے کہ اپنی طبیعت کے بُعد کی وجہ سے ان لوگوں کو خیال دوست ذرا کم ہے جو ایک بڑی important جہت اور زندگی کی priority ہے۔ وہ ابھی یہ بھولے ہوئے ہیں، تھوڑا سا سبق دیتا ہوں، تھوڑا سا ان کی اس عادت کا ذکر کرتا ہوں جس کی وجہ سے فاصلہ ہے، پھر تھوڑی سی تسبیح دیتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہوتا ہے کہ جب ان کا رُخ، ان کی جہت، ان کا خیال درست ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ جو کارساز ہے، جو ولی ہے، جو والی ہے، جو رحمان ورحیم وکریم ہے جو سلام، مُومن اللہ ہے، جو ذوالجلال والاکرام ہے وہ یقیناً ان کے مسائل حل کر دے گا۔ یہ میر "اعتماد اللہ پر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس کو تسبیح دوں وہ بھی اللہ پر ایسا ہی اعتماد رکھے۔ گڑبڑ کہاں ہو جاتی ہے...... معاف کیجئے گا کہ مجھ سے نکل کے وہ پھر کسی حساب کتاب والے کے پاس چلے جاتے ہیں۔ یہ عام مصیبت ہے۔ وہاں پھر ان سے کہا جاتا ہے کہ اثر ہے، وہ جو بڑی مشکل سے میں نے انہیں ایک فکرِ راست کی تعلیم دی ہوتی ہے وہاں جا کر وہ دس روپے، سو روپے کے ایک تعویذ پر غارت ہو جاتی ہے:

”وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ“

سلیمان نے تو کوئی غلطی نہیں کی تھی، وہ تو اللہ کے نبی تھے۔ ان سے کوئی کلمہ جہل منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ یہ شیاطین تھے جو کفر کرتے تھے اور یہ بھی اللہ نے کہا کہ غلط روایت ہے کہ ہم نے ہاروت و ماروت کو جادو سکھانے کیلئے بھیجا، ایسا نہیں تھا:

"وَمَااُنزِلَ عَلَی المَلَکَینِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَ مَارُوتَ "

ہم نے انکو، جادو سکھانے کیلئے نہیں بھیجا، یہ بالکل غلط بات ہے، اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو ان کو کہا تھا کہ ہم تمہاری آزمائش ہیں: "وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِن اَحَدٍ" وہ ایک آدمی کو بھی سبق نہیں دیتے تھے سحر کا جب تک پہلے یہ نہیں کہہ لیتے تھے: "حَتّٰی یَقُوْلَا اِنَّمَا نَحنُ فِتنَةٌ فَلَا تَکْفُرْ " کہ دیکھو یار! آئے تو ہو سحر سیکھنے، جادو ڈھونڈنے، تعویذ مانگنے مگر ہم تمہیں رب کعبہ کی قسم دیتے ہیں کہ ہم جادو سکھانے والے نہیں، ہم تمہاری آزمائش ہیں۔ کیوں راہ راست سے بھٹکتے ہو؟ کیوں غلط طرف جاتے ہو کیوں پروردگار عالم کی قوتوں کو تقسیم کرتے ہو؟ نفع و نقصان کا وہ مالک ہے، زندگی اور موت کا وہ مالک ہے، اونچ اور نیچ کا وہ مالک ہے، بلند و پست وہ کرتا ہے، تمہیں تنگی اور کشادگی وہ دیتا ہے، تمہارے دل اس کی انگلیوں میں ہوا کے پر کی طرح ہیں اور کیوں غلطی کرتے پھرتے ہو؟ اور کرتے بھی وہ کیا ہیں:

"فَیَتَعَلَّمُونَ مِنهُمَا مَا یُفَرِّقُونَ بِهٖ بَینَ المَرءِ وَزَوجِهٖ "

میاں بیوی میں اختلاف پیدا کرنا، تعویذ ڈال دینا...... محبت کیلئے تعویذ ہو رہے ہیں، بغض کے لیے ہو رہے ہیں، چچی تائی کے خلاف ہو رہے ہیں۔ آدھے پاکستان پر جادو ہو رہا ہے، آدھا پاکستان کر رہا ہے۔ چند تعویذ دیئے جا رہے ہیں۔ ان ساری کی ساری ساحرانہ کاروائیوں کے بارے میں finally اللہ ایک judgement سناتا ہے:

" وَیَتَعَلَّمُونَ مَا یَضُرُّهُم وَلَا یَنفَعُهُم "(بقرہ ۲:۱۰۲)

کیوں سیکھتے ہو ایسی بات جس میں نہ کوئی ضرر ہے، اور نہ ہی کوئی نفع...... یہ بیکار کی بات ہے۔ کب ضرر ہوگا؟ کب نفع ہوگا؟ نفع، ضرر اس وقت شروع ہوگا، جب تم رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو گے۔

" وَمَن یَّعشُ عَن ذِکرِ الرَّحمٰنِ نُقَیِّض لَهٗ شَیطٰناً "

تو تم پر ایک شیطان غلبہ حاصل کر لےگا۔ "فَهُوَ لَهٗ قَرِینٌ" (۴۳:۳۶) وہ تمہارے قریب رہے گا...... جب تم خدا کا ذکر ترک کرو گے تو شیطان تمہارے قریب رہے گا اور تم پر غلبہ حاصل کرے گا۔ جو انسان خدا کے قریب رہے گا اس پر نہ تعویذ اثر کرے گا، نہ سحر اثر کرے گا، وہ اللہ کے بندوں کی طرح safe and sound رہے گا۔ باقی رہی گردش، افلاس، تنگی و پستی تو یہ قرآن کی آیت کے مطابق ہے فرمایا کہ ہم لوگوں پر دن بدلتے رہتے ہیں کہ ہم نے ہر حال میں لوگوں کو آزمانا ہوتا ہے۔ کبھی خوشی میں، کبھی غم میں...... ظفر آدمی اس کو نہ جانے گا، خواہ وہ کتنا ہی صاحب فہم

وذکاء ہو۔

؎ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہے
جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہے

سوال: نوید تاج پوچھ رہے ہیں کہ ایک اچھا آدمی بننے کیلئے کونسی بات کونسا starting point ہونا چاہیئے؟ جہاں سے باقی سرے خودبخو دل جائیں۔

جواب: میری مانیئے تو سب سے بہتر بات تو تعلیم سے ہی آغاز کرنا ہوتا ہے۔ تختی نہ لکھی جائے گی، کوئی الف، ب نہ پڑھا جائے گا تو ظاہر ہے کوئی مفصل کتاب نہ پڑھی جائے گی But if you are involved in life and you have no time at all تو میں سمجھتا ہوں کہ تھوڑی سی ایک صفحہ قرآن کی تلاوت، دو چار احادیث اپنی آنکھ سے خودبخود پڑھ لیا یا کسی سے پڑھوا کے سن لیا...... تعلیم یہی ہے۔ ہاں اگر آپ یہ سوچتے ہو کہ مغربی تعلیم ہنر مندی کی تعلیم ہے۔ all the education in the world is vocational. رزق کمانے کے ذرائع ہیں۔ اگر دل خدا کی توجہ مانگتا ہے تو تھوڑا سا قرآن روز پڑھ لیا، سوچ سمجھ کے تھوڑی سی اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں سن لیا اور یقین ہے کہ اللہ نے یہ فہم وفراست آپکو بخشی ہوگی۔

ایک ایک، ذرہ ذرہ بھی شروع کریں گے تو راہِ وفا کا پہلا قدم بھی شہادت کا قدم ہوتا ہے۔

سوال: چند احباب جاننا چاہتے ہیں کہ موجودہ جو عدالتی بحران ہے پاکستان کا اسکے بارے میں آپکی کیا رائے ہے کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟ اور صدرِ پاکستان اور جسٹس افتخار چوہدری کی شخصیات کا تجزیہ آپ کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان اونٹ نہیں ہے۔ پاکستان میں اونٹ گھس آیا ہے۔ یہ بیچارہ خیمہ ہے ادھر جو بھی دیکھو اونٹ ہے۔ ہم مجبور لوگ ہیں جس کو سردی میں سکڑتا ہوا دیکھتے ہیں پناہ کے لیے خیمے میں جگہ دیتے ہیں۔ ادھر فوجی اونٹ آئے وہ بھی بیٹھ گئے، اب عدالتی اونٹ آئے وہ بھی بیٹھ گئے۔

اب ہمیں ایسے بحران سے واسطہ ہے...... میں کہنا نہیں چاہتا، نہ کسی عدالت پر رائے دینا چاہتا ہوں مگر میں حدیث ضرور quote کروں گا:

"شریف آدمی بُرے کو نہیں مار سکتا"۔

یہ میں آپ کو بتاؤں کہ شریف آدمی شریف آدمی ہے، اچھا آدمی تو اچھا آدمی ہے۔ اسکا دل تو اخلاص پر ہے، وہ کسی پر ظلم کرتے ہوئے ہزار مرتبہ سوچے گا کہ اللہ پتہ نہیں یہ بخشے گا کہ نہیں بخشے گا۔

فاسق، فاسق کو مارتا ہے، یہ بات یاد رکھیئے۔ دونوں سسٹم فاسقانہ ہیں۔ اپنی قدرت وشوکت وشان کیلئے جدوجہد تھی۔ ان میں سے ہوسکتا ہے کہ جب دونوں طرف ایک قسم کے ظلم وستم والے ہوں تو اللہ انصاف والے ظالم کو فتح دیتا ہے۔ انسانوں کے اندرونی کردار اور ہیں مگر جب خارجی جدوجہد دیکھی جائے تو میں نے آپ سے پہلے کہا کہ پیشین گوئی میں نہیں کرتا مگر بہت پہلے میں نے کہا تھا کہ جب گرمیاں آئیں گی، آپ کے کپڑے نہیں اتریں گے تو ان سربراہوں کی شان جاتی رہے گی۔ بش اور بلیئر ڈیل ہونے شروع ہوئے۔ بھلا، آقا جائیں گے تو غلام ساتھ رہیں گے کیا؟ ان کے بھی جانے کے زمانے ہیں۔ ان کی بھی رخصتی کا وقت ہے۔ اصل میں آپ کو سوال یہ کرنا چاہیے کہ کیا کچھ مہینوں کے بعد ان کو replace کرنے والے ان سے بہتر ہونگے تو خواتین و حضرات! جیسے میں نے کہا کہ ہم نے برائی کے بڑے چلے کھینچے ہیں، ہم صوفیاء سے آگے ہو گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کوئی اجتماعی دعا مانگیں گے تو وہ ضرور اللہ کے حضور میں قبول ہوگی۔ اللہ کی تسبیح کے بعد ہمیں یقین ہے کہ دو، اڑھائی برس کی ایک اور واہیات اور نکمی حکومت کے بعد انشاء اللہ وتعالیٰ العزیز کچھ بہتر از بہترین لوگ پاکستان پر آئیں گے۔ ملک بڑے جاں گسل مرحلے سے گزر رہا ہے، مگر بڑا سخت جان ہے۔ جب بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر اس وقت لکھ دی تھی کہ دو ملک اکٹھے بن رہے تھے، دیکھیں میچ اب نہیں پڑا، پاکستان کا میچ اب نہیں پڑا۔ ایک طرف ایک ملک ایک مذہب کے نام پر بن رہا تھا اور آخر میں اسی نے دجال ثابت ہونا تھا، دوسری طرف ایک ملک اس کے خلاف بن رہا تھا خدا کے نام پر اور یہ دجال کے توڑ کے طور پر بن رہا تھا تو پاکستان نے جلدی ختم نہیں ہونا۔ یہ حدیث میں پہلے بھی سنا چکا ہوں اور اس حدیث سے آپ پاکستان کے مستقبل کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ابونعیم کی حدیث ہے، حمادی کی حدیث ہے فرمایا: ''اہلِ ہند کے مسلمان سب سے پہلے اہلِ کفرِ ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے روسا اور امراء کو پابندِ سلاسل کریں گے پھر شام میں مریمؑ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ یہ مختصراً پاکستان کا مستقبل ہے مگر اس سے پہلے ہم کئی مرتبہ اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں پابندِ سلاسل ہونگے مگر فتح آ چکی ہے، اچھا سوچنے والوں کی ہے۔ ہاں، When you go next time to choose but the choices i can say one thing only کہ ہمارے احتساب کی sense بدلنی چاہیئے۔ چلیں! خدا اور رسول پر نہیں تو کارکردگی کے احساس پر ہمیں feel کرنا چاہیئے کہ ہمیں وہ کتا نہیں بننا جس کی گردن میں پٹا بندھا ہوا ہے۔ آپ کو یاد ہے نا،

ایک دیہاتی کتا تھا، ایک جنگل سے آیا تو رستے میں اُسکی ایک گھریلو کتے سے ملاقات ہوگئی۔ وہ اچھا پلا ہوا تھا، شاندار قسم کا، یہ جنگل کا فاقہ زدہ تھا، بڑا کمزور بڑا "مویامرا" ہوا۔ اس نے کہا: "بھائی! اتنی کمال کی صحت! کیا بات ہے تیری، جواب نہیں...... یار! کیا مجھے نہیں اس قسم کی صحت نصیب ہوسکتی؟" اس نے کہا: "تُو چلا آ، میرا مالک بڑا اچھا ہے، بڑا شاندار ہے کھانا کھانے کو دیتا ہے bedroom تک رسائی دیتا ہے بلکہ آج کے وزراء تو ہمیں چوم بھی لیتے ہیں تو تُو آجا"...... تو اس نے کہا: "یار تیری گردن پر یہ کالا سا نشان کیسا ہے"؟ اس نے کہا: "کبھی کبھی میرا مالک جو ہے نا، مجھے اِدھر اُدھر زیادہ شرارتوں سے روکنے کیلئے میری گردن میں پٹا ڈال دیتا ہے"۔ اس نے کہا: "میاں تجھے یہ موٹاپا مبارک ہو، تیرا سٹیٹس تجھے مبارک...... میں "پٹے" والا کتا نہیں بنا چاہتا"۔ تو مصیبت یہ ہے کہ ہمارے تو سربراہوں کو دنیا declare کرچکی ہے پٹوں سمیت...... کارٹون بنا چکی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے، ہمیں بخش دے، ہماری وجہ سے یہ ہیں۔ کہتے ہیں "اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِہِم" (لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔) اے کاش کہ ہماری approaches بدل جائیں اور انشاءاللہ تعالیٰ العزیز ضرور بدلیں گی تو پھر اس قسم کی نحوستیں ہم پر طاری نہیں رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: ایام نحسات ہیں پھر ایام برکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس گھر کو برکت دے گا ویسے بھی آپ کو پتہ ہے نا ایسے نام نہیں رکھنے چاہئیں، اس قسم کے جیسے پاکستان کا نام ہے، بڑا غلط نام ہے۔ آپ کو حدیث پتہ ہے نا، کہ طیب نام نہ رکھو، مبارک نام نہ رکھو، نافع نام نہ رکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب کسی نے آواز دی نافع! تو گھر سے آواز آئی کہ نافع نہیں ہے تو پھر بے برکتی شروع ہوجائے گی"۔ جب آپ نے پاکستان نام رکھا تو لکھا، "پاک لوگوں کی سرزمین"...... تو پاک تو بھئی! ہم نہیں بن سکتے، پاک ہم نہیں ہو سکتے۔ اللہ کو بڑا قہر آیا کہ یہ چھوٹے موٹے نالائق لوگ پاک ہونے کے چکر میں ہیں۔ خدا کا قول مبارک ہے کہ مت اپنے آپ کو پاکباز کہو۔ "ھُوَ اَعلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی" "میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی اور کتنے پرہیز گار ہو"۔ MMA میں ہو یا اس کے بغیر ہو۔ بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس دن سے تمہیں جانتا ہوں جب میں نے (صَلصَالٍ کَالفَخَارِ) گندے، غلیظ کیچڑ کے نیچے تمہیں بنایا تھا۔ کھنکھناتے ہوئے کیچڑ کے نیچے زندگی کا پہلا تمہارا اجتماعی cell تخلیق کیا تھا، میں تب سے تمہیں جانتا ہوں اور جب میں نے تمہیں ایک غلیظ چھوٹے سے کینچوے کی صورت میں ماؤں کے پیٹ میں رکھا تھا، میں تب سے تمہیں جانتا ہوں۔ مجھے آ کے تم تقویٰ کے دعوے

سناتے ہو " هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی " میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو۔ اگر ہم یہ تقویٰ کے دعوے چھوڑ دیں، اپنی خطاؤں کو تسلیم کریں، خدا کے حضور آرزو کریں۔ ایک اچھی قیادت کی آرزو کریں، اچھے لوگوں کے آگے بڑھنے کی آرزو کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حواس اور ووٹ کا بھی اچھا استعمال کریں تو مجھے یقین ہے کہ یہ صورت حال بدل جائے گی باقی رہے امام مہدی...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا: ''مہدی کب آئیں گے؟'' کہا کہ جب تم اس عورت کی طرح ہو جاؤ گے جو پہلی شب اپنے خاوند کا انتظار کر رہی ہوتی ہے اور اس بیچاری کو نہیں پتہ کہ ظالم نکلے گا، بخیل نکلے گا، جابر نکلے گا، اس کی پوری زندگی داؤ پر لگی ہوتی ہے اور وہ ہمہ تن دعا کر رہی ہوتی ہے کہ یا اللہ آنے والا کوئی اچھا آ جائے...... جب تمہارے دل کا اضطراب اس عورت کی طرح ہو جائے گا تو مہدی آ جائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

حکمتِ قرآن

اَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ العَلِيم مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيم

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً۝

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

خواتین وحضرات! سینہ، انسان میں آج تک اس سے بڑا انقباض اور گھٹن پیدا نہیں ہوئی جو اس سوال سے پیدا ہوتی ہے جس کا انسان کو جواب نہ ملے۔ سب سے بڑی اذیت، سب سے بڑی پیچیدگی، سب سے بڑی ذہن کی کوفت لاینحل سوالوں سے ہوتی ہے اور ایسی اذیتوں سے جو لمبی ہو جائیں اور جن کے اختصار کی استطاعت ہمارے پاس نہ ہو......

کبھی وہ وقت تھا کہ شاید جب قیادت زمین و آسمان کا فیصلہ ہو رہا تھا، جب اقتدار الٰہیہ کی نیابت کا فیصلہ ہو رہا تھا تو کتنی افواج زمین و آسمان منتظر تھیں کہ شاید پروردگار عالم اس کے بارے میں ہمارے حق میں فیصلہ صادر فرمائیں۔ عزازیل ملائکہ و مقربین کا سردار، ارب ہا ارب

سال کی عبادت سے سرشار اس گمان میں تھا، دل میں آرزو چھپائے تھا کہ اللہ مجھے اس انتخاب میں حصہ دے گا، ملائکہ اپنی جگہ متوقع تھے کہ ہم جو کبھی سر جھکائے، کبھی گھٹنوں کے بل، کبھی سجدہ ریز، ہم نے آسمان کا ایک ایک چپہ عبادتِ خداوند سے بھر دیا ہے بھلا ہم سے متقی کون ہو گا اور ملاحظہ فرمایئے جب پروردگار کا فیصلہ آیا:

”وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔

(اور جب تیرے مالک نے فرشتوں سے کہا کہ بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔)

کہ ہم زمین پر اس انسان کو خلیفہ بنا رہے ہیں۔ انسان کی جو حالتِ ظاہرہ اس وقت تھی اس میں تو کوئی ایسی حکمت نظر نہیں آ رہی تھی۔ single cell سے بڑھتا ہوا یہ انسان جو اپنی progressive stages میں تھا، Homo Erectus کی شکل میں تھا، Homo Habilus کی شکل میں تھا، ابھی New stone age تک نہیں پہنچا تھا، ابھی اس میں بستیاں آباد کرنے کا شعور نہ تھا، ابھی جنگلی درندوں کی طرح ہا، ہو میں مصروف تھا، ابھی زبان develop نہیں کی تھی، ابھی لباس develop نہیں کیا تھا اور صدائے پروردگار یہ تھی، خدا وندِ کریم نے حکم صادر فرما دیا کہ یہ تجرباتی مخلوق جو زمین پر ہم نے جسمانی اقدار سے وابستہ کی ہے جس کو ہم نے single cell سے آگے بڑھا کر شعور و ہدایت کی منزل تک پہنچایا ہے، یہی زمین و آسمان میں ہماری مملکت کا وارث ہو گا تو فرشتوں کا استجاب لازم تھا، اعتراض لازم تھا، مگر اعتراض کی نوعیت جدا جدا تھی۔ ملائکہ نے انکساری سے عرض کی کہ اے مولائے کریم حکمتِ عالیہ کی ہمیں سمجھ نہیں آئی، یہ کیا حکمتِ عالیہ ہے؟ ہم اتنے صاف ستھرے آپ کے single track robots ہیں۔ ہمارے سپرد جو خدمت کی جاتی ہے کبھی ہم نے دریغ نہیں کیا...... کبھی billions میں سے ایک chance گستاخی کا کسی ایک فرشتے نے سر انجام دیا ہو......؟ یہ جو صبح و شام کا جانور ہے، یہ صبح و شام قتل و غارت میں مصروف ہے، زمین پر اسے خون بہانے کے سوا اور کوئی سروکار نہیں، اے مالک و کریم! آپ اسے ہم پر ترجیح دیں گے؟

” قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ
وَنُقَدِّسُ لَکَ ۔“

(وہ بولے کیا تو ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے اور ہم تو تعریف

کے ساتھ تیری خوبی اور پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں۔)

اِدھر شیطان الرجیم نے کہا: "اے مالک و کریم! یہ تو غلاظت اور کیچڑ کا، صَلصَالٍ کا لفَخّار کا ہے"۔ برس ہا برس زمین پر بارشیں ہوئیں، صدیوں بارشیں ہوتی رہیں پھر پانی سُوکھا اور اوپر کالے کیچڑ کی تہہ جم گئی۔ شیشے کی طرح کھنکھناتا ہوا کیچڑ جم گیا۔ اس کیچڑ کے نیچے ایک حیاتیاتی جرثومہ پیدا ہوا جو شاید اب بھی آپکے امیبا سے مشابہہ ہے۔ اُسی single cell, سے انسان نے تعرج حاصل کیا، آگے بڑھتا ہوا مکمل انسان بنا تو حیرت کی بات ہے کہ اتنی غلاظت اتنی غیر معقولیت ...... جس انسان نے اپنے وجود کی ابتداء ہی غلاظت سے کی، "صلصالٍ کالفخار" سے کی، آپ اس کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں، ہم جنہوں نے شعلوں سے عروج پایا، جنہوں نے بھڑکتے ہوئے نیلے شعلوں سے وجود پایا جیسے شیطان ...... زمین پر ایک ارب مخلوق تھی، آسمانوں پر پتہ نہیں کتنے ارب مخلوقات تھیں جو خدا بنا رہا تھا، بیچ میں اللہ نے انسان کو تخلیق کیا۔ فرشتوں نے کہا کہ کچھ تو خیال کرو اللہ میاں! ہم اتنے نفیس لوگ ہیں، ہمارے اندر تو کسی غلاظت اور کیچڑ کی آلائش ہی نہیں ہے تو آپ اسے ہم پر کیوں ترجیح دیتے ہو؟ "قَالَ اِنّی اَعلَمُ مَالَا تَعلَمُو ن" کہا: "میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔" آخر اللہ کیا جانتا تھا؟ کچھ تو بہتر جانتا تھا۔ میرا "ور آپ کا ایمان تو یہی ہے۔ ہر انسان کا ایمان یہی ہے کہ اللہ کو اگر وہ مانتا ہے تو اللہ صرف بہتر ہی نہیں جانتا بلکہ اللہ مکمل علم رکھتا ہے، "سمیع" ہے، "بصیر" ہے، پھر آخر کیا ایسی چیز تھی جو اللہ جانتا تھا جسے شیطان اور جنات نہیں جانتے تھے۔ خدا بہت بڑا "استاد تھا، نہ ڈانٹ، نہ پھٹکار، نہ سزا ...... آپ بھی خیال کرو، اپنے بچوں کو آپ بھی بچاؤ۔ اللہ کا رویہ اختیار کرو۔ اگر آپ کو علم دینا ہے تو خدا سے علم دینا سیکھو ...... ناراض نہیں ہوا، خلاق عالم تھا، مرید تھا، قدیر تھا، متکلم تھا۔ چاہتا تو ایک اشارہ ابرو سے دونوں طبقات کو بھسم کر دیتا۔ حکیم تھا، علیم تھا۔ چاہتا تھا کہ علم و حکمت سے ان دونوں گروہوں کو قائل کر دے۔ اس نے کہا: "ٹھیک ہے، ایسے کرو، جو صلاحیتیں تمہیں میں نے بخشی ہیں اور تم یقین رکھتے ہو کہ ان سے بہتر صلاحیتیں انسان کے پاس نہیں ہیں اور اے شیطان الرجیم اور اسکے گروہ! تم بھی ذرا اس کو ملحوظ خاطر رکھو۔

اس وقت شیطان بھی ملائکہ کی صف میں کھڑا تھا۔ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَآءَ کُلَّھَا" ہم نے تعلیم کیے آدم کو اسماء۔ وہی اسماء ہم نے ملائکہ پر پیش کیے۔ کہا: "جاؤ! دس ہزار سال لے لو! One millennium, two.. three جتنا عرصہ چاہیے لو! "ثُمَّ عَرَضَھُم عَلَی

الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" اگر تم سچے ہو تو جاؤ اور میرے پاس ایک لمبی کلاس کی duration کے بعد آنا ----- Until you assure you've learnt something about this basic alphabets of human conduct, behaviour and language. یہ کائنات کے اسماء کی ابتدائی تختی جو تمہیں دے رہا ہوں، جاؤ، اسے پڑھو! لکھو! کچھ عرصے کے بعد میرے پاس آنا۔ ملائکہ کو ذرا جلدی شعور حاصل ہو گیا، یہ کلاس جلدی پلٹ آئی۔ کہا کہ اے پروردگارِ عالم We are so sorry ہم تو اس تختی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے، ہم تو اس "علمِ اسماء" سے کچھ بھی نہیں جان سکے، ہمیں یہ احساس ہوا ہے کہ ہماری وسعتِ نظر اور خیال کتنی ہے، ہماری استعداد کتنی ہے: "لَا عِلْمَ لَنَا" (اے پروردگار! ہمیں تو کچھ علم نہیں ہے) "اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" ہاں یہ کہ جو تو ہمیں بتا دے یعنی ہم تو صرف اس fed up data پر زندہ ہیں جو تو ہمیں دیتا ہے۔ ہمیں تو تُو نے اس سے آگے بڑھ کے کوئی quality نہیں دی۔ We don't have the taste of artificial intelligence ہمیں تو بس اتنا پتہ ہے کہ یہ آپ کا order ہے، یہ execution ہے۔ ہمارے پاس نہ posterity ہے، نہ عہدِ قدیم کے تجربات کی retention ہے نہ ہمارے پاس progeny ہے، نہ ہم اپنے قوانین کو آگے بڑھا سکتے ہیں، نہ اپنے ذہن میں کسی قسم کی کوئی assimilation کر کے اس سے نئے احکامات کی اختراع کر سکتے ہیں۔ خدا نے کہا: "اچھا! If you'r convinced, no objection تم اچھے بچے ہو، واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔" آدم کو بلایا گیا۔ "اے آدم! تم نے کیا کیا اس تختی کا جو میں نے تمہیں دی تھی؟ "قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ" "اے آدم! تو نے کیا کیا؟" "فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ" آدم فر فر شروع ہو گئے، باتونی تو شروع سے ہی تھے ماشاءاللہ اوپر سے عجب ذہن ......(پتہ نہیں حضرت آدم سے یہ صفات اب مردوں کو ملی ہیں یا عورتوں کو......) انتظار ہی نہیں کیا، شروع ہو گئے اور اس تفصیل سے اسماء گنانے شروع کر دیے کہ ایک پورا Era of language create کر دیا، شناخت کے پہلو دریافت کر لیے، چیزوں کو صفات دے دیں، نام دے دیے۔ "سُبْحَانَ اللہ" استادِ محترم نے تفاخر فرمایا۔ میں نہ کہتا تھا اے فرشتو! تم نے میری judgement پر taunt کیا تھا۔

"قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

تَکْتُمُوْنَ"

میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ زمین و آسمان کا غیب کیا ہے۔ میں جانتا ہوں تم دلوں میں کیا خواہشیں چھپائے پھرتے ہو۔ اب آئندہ تم میری judgement پر شبہ نہیں کرو گے۔ ملائکہ نے تسلیم کی، شیطان نے نہ کی۔

خواتین و حضرات! جب یہ test پورا ہوا، علم پورا ہوا، حکمت بتا دی گئی تو اللہ میاں نے ایک جابرانہ حکم جاری کیا:

"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ"

چلو گرو! سجدہ کرو آدم کو! اس بڑے بھائی کو سجدہ کرو "فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ" سب نے سجدہ کیا مگر شیطان ...... خواتین و حضرات! یہ سجدہ کس چیز کیلئے تھا؟ اس حکومتِ علمیہ کیلئے، اس دانش و بُرہان کیلئے، اس ذہانت اور فطانت اور حکمت کیلئے جو اللہ نے اپنے حضور سے آدم کو عطا کی تھی اس لیے کہ انسان حکمت کے قابل بنایا گیا تھا، اس میں یادداشت رکھی گئی تھی، اس کمپیوٹر میں artificial intelligence رکھی گئی تھی، یہ اپنے مسائل کا حل نکال سکتا تھا، یہ situations تخلیق کر سکتا تھا، اس کو پتہ تھا، اس کو ہر وقت انگلی پکڑ کر چلانے کی ضرورت نہیں تھی۔

خواتین و حضرات! آج کیوں نہیں سائنسدان robots کو artificial ذہانت دے دیتا، آپ نے دیکھا کہ The Matrix جیسی کئی فلمیں بن رہی ہیں۔ ایک خوف سے سارے سائنسدان لرز رہے ہیں یا ایک امکانی خوف سے لرز رہے ہیں کہ اگر computers کو robots کو artificial ذہانت دے دی، انکو ہم نے اچھے اصول feed کر دیئے، اگر ان کو justice اور injustice کی تفریق دے دی، اگر اخلاق اور غیر اخلاق کی تفریق دے دی تو سب سے پہلے تو وہ اپنے آقا کو گولی مار دیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی دہرا معیار تو نہیں ہو گا، کھرے کھرے کمپیوٹر ہوں گے۔ جب آپ ان کو بتا ہی رہے ہو کہ یہ اچھا ہے یہ بُرا ہے تو ان سے action کیلئے بھی کہا جائے کہ اگر کوئی برائی دیکھو تو سب سے پہلے وہ اپنے آقا اور دولت کو ہی تباہ و برباد کر دیں گے کیونکہ انسان میں تو اس کے ساتھ اتنی نیکی نہیں ہے۔ Mercurial morality ہے۔ اگر آخرِ شب morality اچھی ہے تو منہ نہار بُری ہوتی ہے۔ کبھی آپ نے نماز ایک طرح پڑھی؟ کبھی صبح کی نماز کی طرح عشاء آپ نے پڑھی ہے؟ انسان variables کا شکار ہے moods اور matter میں variables کا شکار ہے۔ صبح کسی اور طرح کی،

شام کسی اور طرح کی، دوپہر کسی اور رنگ میں ...... صبح آنکھیں مندھی پڑی ہیں، تساہل سے اٹھا نہیں جاتا: "اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم" (نماز نیند سے بہتر ہے) کی صدا سنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ کانوں میں نہ ہی یہ آواز آئے۔ بہت سارے بہانے ...... دوپہر کی سستیاں عجیب ہیں، گرمی لگ رہی ہے۔ مکھیاں، مچھر انشاء اللہ و تعالیٰ اگر یہی حکومت رہی تو کثرت سے پیدا ہوتی رہیں گی۔ ہوائیں ختم ہوتی رہیں گی اور یہ تساہل آپکو دوپہر کو بھی سونے نہیں دے گا، نماز پڑھنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ اُدھر عصر کی مجلسیں ساتھ ہیں۔ جلدی جلدی کام نمٹانے کی ہوس پڑ رہی ہے، دفتر بند ہو رہے ہیں بندے سوچ میں پڑے ہیں کہ اب نماز پڑھیں یا کم از کم کام نمٹائیں، پھر آپ مغرب کو جاتے ہو، تھوڑا سا تو وقفہ ہے، دکانیں بند کرنی ہیں، کام سمیٹنے ہیں، صرف دو نمازوں کا وقفہ ہے پھر ماشاء اللہ گھر آئے، کھانا کھایا، دن بھر کی تھکن ...... اب عشاء کو کون زحمت اختیار کرے تو تھوڑے تھوڑے موڈ ہر چیز کے different ہیں۔ حکمتِ عالیہ صرف قیام کی ہدایت کرتی ہے کہ چلو یار! جو مرضی سوچو، کم سے کم کسی نہ کسی طرح، مشکل سے ہی سہی آپ نماز قائم کر لو۔ تمہارا یہی بڑا وصف ہے۔ کیا سوچتے ہو، کیا نہیں سوچتے ہو، کس انداز میں پڑھتے ہو کس انداز میں نہیں پڑھتے ہو بس "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی" (نماز میری یاد کیلئے قائم کرو) میری یاد کیلئے پانچ وقت میں کبھی نہ کبھی تم نماز مشکل سے، اوکھے سوکھے پڑھ لو، میں اسکا بہت بڑا کریڈٹ دوں گا۔

خواتین و حضرات! آدم آگے بڑھے نقطہ نقطہ، جستہ جستہ کتاب علم سے، لوحِ محفوظ سے، انسان کی ترقی کیلئے اس کی progress کیلئے اسے تھوڑا تھوڑا علم دیا جانے لگا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ بڑا دشوار تھا انسان پر یہ مرحلہ ...... ابتدائے انسان میں ایک قتل ہو چکا تھا مگر ناگوار حادثات میں حکمت کا اصول بخشا: "جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کیا۔ جس نے ایک انسان کو زندگی بخشی اس نے گویا سارے انسانوں کی زندگی بچائی"۔ اور ذرا ملاحظہ تو فرمائیے کہ مشرق ہو یا مغرب، یہ گناہ کا قانون ہر ہسپتال کے ماتھے پر سجا ہوتا ہے۔ زمانہ اور آگے بڑھا۔ کتاب علم و حکمت دی گئی۔ یہ کونسی کتاب تھی؟ لوحِ محفوظ پر محفوظ یہ conduct of the universe تھا، اس میں کائنات کا conduct تھا، اس میں افراد کا conduct تھا، آفرینشِ حیات کا conduct تھا، انجامِ حیات کا conduct تھا، جیسے آپ کے بڑے بڑے Electronic appliances کے ساتھ ایک کتاب بھی ہوتی ہے جو اس کو function کرنے کے بارے میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور انسان بنانے کے بعد

ایک کتاب ساتھ دی۔ پہلے تو یہ انسان mature نہیں تھا اس لیے وہ پورا جاننے والا نہیں تھا تو اسی کتاب سے ایک ایک ورق آپ کو عطا کرنا شروع کر دیا، صحائفِ آدمؑ کی شکل میں، صحائفِ موسیٰؑ کی شکل میں، صحیفہ ابراہیمؑ کی شکل میں ------ اب انسان mature ہوتا گیا، electronics میں تربیت پاتا گیا، حکمت و علم میں progress کرتا گیا، ہولے ہولے رسول آگے بڑھتے گئے ------ کہاں وہ وقت کہ جہاں Stephenson کا انجن جب پہلی مرتبہ ریل پٹڑی پر چڑھا تو اردگرد کے بارہ بارہ، پندرہ پندرہ میل کے علاقے خالی ہو گئے کہ شاید کوئی جن ہے جو انسان نے قابو کر لیا ہے جو پٹڑی پر چڑھا ہے ------ وہ وقت اور آج کا وقت ------!

آپ کو پتہ ہے کہ بدحواسی میں، ذہنی کمزوری میں یورپ آپ سے برسوں آگے ہے۔ جس زمانے میں آپ عالم تھے، آپ دانشور تھے، آپ سینا و فارابی تخلیق کر رہے تھے اس زمانے میں یورپ Dark ages میں تھا۔ اندھے اور تاریک رستوں کا مسافر تھا اور اس وقت جب کسی کو سر درد ہوتا تو وہ دَم کیلئے جاتے ------ ویسے انکا حال اب ہم میں آیا ہے We reverse the situations پہلے ہم عالم تھے اور وہ جاہل تھے۔ اب وہ عالم بنے ہوئے ہیں اور ہم جاہل ہیں۔ ہمارے پاس میراث اسی طرح موجود ہے، قرآن اسی طرح موجود ہے، انہوں نے قرآن کا خدا چھوڑ دیا، رسول چھوڑ دیا، اصول بنانے کی کوشش کی۔ اصول بھی ان کے اپنے نہیں تھے، اصول بھی انہوں نے مسلمانوں سے borrow کر لیے۔ اب کہنے کی بات یہ نہیں ہے کہ ہم مسلمان اس بات پہ ناز نہیں کرتے کہ ہم نے انکو علم دیا، ہمیں اس بات پہ افسوس کرنا چاہیئے کہ ہم نے اپنا علم ترک کر دیا ------ خواتین و حضرات! جب سر میں درد ہوتا، پادری کے پاس جاتے بالکل اسی طرح جیسے آپ کے ہاں کوئی تعویذ نکال لیا، سحر نکال لیا، آسیب نکال لیا، علاج یہ تھا کہ سر میں کیل ٹھونکو۔ سر میں کیل ٹھونک دی۔ نہ مرض رہا نہ بندہ ------ حساب بھی صاف ہو گیا۔ demons گئے، شیطان گئے، پیچھے والوں نے سکون کا سانس لیا۔

خواتین و حضرات! اس عالم میں جو وہاں کا مولوی تھا، جو وہاں کا راہب تھا، جو Roman Catholic Priest تھے انہوں نے دو سرٹیفکیٹ تیار کیے ہوئے تھے۔ ایک پانچ پونڈ کا تھا، ایک دس پونڈ کا تھا۔ اگر ایک غریب آدمی ہے تو یار! تجھے بڑی جنت نہیں مل سکتی، چھوٹی جنت پانچ پونڈ میں ملے گی، دس پونڈ میں بڑی جنت کا ٹکٹ بیچتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب قسطنطنیہ کا زوال ہوا۔ سلطان محمد فاتح Asia Minor سے نکل کر Roman Eastern

Empire کے آخری قلعے پر حملہ آور ہوا۔ اللہ نے اسے فتح بخشی اور وہ حدیث بھی پوری ہوئی کہ اس کو فتح کرنے والا میرا اہم نام ہوگا، دور کی حدیث ہے۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا، پادری بھاگے اور East کے پادری اپنے Western پادریوں سے بہت لائق تھے۔ انہوں نے "فارابی" اٹھایا، کسی نے "ارسطو" اٹھائی، کسی نے "زریاب" کی موسیقی اٹھائی، کسی نے "ابنِ حیان" کی کیمسٹری اٹھائی۔ یورپ والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جیسے آج آپ کی ہارورڈ اور آکسفورڈ سے کھلتی ہیں۔ جب آپ یہ نام سنتے ہو تو ذہنی اور عقلی طور پر مرعوب رہ جاتے ہو، اس وقت "غزالی" کے نام سے یورپ مرعوب ہوتا تھا، "ابنِ رُشد" کے نام سے ہوتا تھا۔ دو سو برس آکسفورڈ اور کیمبرج میں غزالی اور رُشد نصاب میں داخل تھے حتیٰ کہ فلسفہ مغرب کا سب سے بڑا سربراہ "ڈیکارٹ" جس کو Father of philosophy کہتے ہیں، آپ یقین جانیئے کہ غزالی کی لفظ بہ لفظ کاپی کرتا تھا۔ مثال تک quote کر جاتا تھا مگر یہ نہیں مانتا کہ میں نے غزالی سے لیا ہے۔ اس وقت بھی intellectual خود غرضی کا یہ عالم تھا کہ استاد کا نام نہیں لیتا۔ یہ بعد میں بھی یورپ کی عادت رہی۔ آج تک رسل پر یہ الزام لگتا ہے جس کے نام آپ نے بیسویں صدی کردی، وہ وٹگنسٹائن کا شاگرد تھا۔ اس بیچارے کی بہت ساری اختراعات لے کے بھاگ گیا اور خود اپنے نام سے Principi of Mathematica کو base کر دیا۔ رسل پر آج بھی یہ الزام لگتا ہے اور کوئی مفکر اس کو اس الزام سے بری نہیں کرتا۔

بہر حال مسلمانوں کے اس علم و حکمت کے کمال سے تحریک احیائے علوم شروع ہوئی۔ تحریکِ احیائے مذہب شروع ہوئی۔ جو کچھ بھی ہوا That's the story of the Europe مگر ہوا آپ کے علم و حکمت کے اس آغاز سے، اس وقت سے جب civilization نے کچھ share کیا مگر خواتین و حضرات! اللہ تعالیٰ نے جب قرآن دیا تھا، جب اصول حکمت عطا فرمائے تھے تو ایک بڑی عجیب بات تھی کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں نے تابعین اور تبع تابعین کے بعد قرآن حکیم کو براہ راست سمجھنا چھوڑ دیا۔ کسی نے حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا تھا کہ آج تو تم زندہ ہو اے استاذِ زمانہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں تاویلِ قرآن کی بشارت دی ہے۔ آپ علم قرآن میں ہم سب سے آگے ہیں...... بڑے بڑے صحابہؓ بھی ابنِ عباسؓ سے مشورے لیتے تھے...... کل جب آپ نہیں ہوں گے تو ہم قرآن کہاں سے سیکھیں گے؟ فرمایا:

"اَلقُرآنُ یُفَسِّرُہٗ زَمَانُہٗ"

(ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کریگا)

خواتین وحضرات! یہ ہونہ سکا اور تبع تابعین کے بعد مسلمان علماء نے اپنے اپنے استادوں کو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے بہتر سمجھنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں سے یہ سب سے بڑی حماقت ہوئی۔

ایک دفعہ سیدنا امیر المومنین عمر بن خطابؓ بیٹھے تو ایک شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سنایا تو وہ شخص بولا مگر فلاں جگہ فلاں فقیہہ تو یہ کہتا ہے۔ آپ نے کوڑا اٹھایا اور دو اسے مارے۔ آپ نے کہا، بد بخت میں تجھے اللہ اور رسول ﷺ کی بات بتا رہا ہوں تو اسکے جواب میں مجھے فقیہہ کی بات سنا رہا ہے یعنی جب Preferences of knowledge ناقص ہو جائیں، جب Preferences of authorities ناقص ہو جائیں گی تو علم ناقص ہو جائے گا، جب خدا اور رسول ﷺ کی بجائے ایک کمتر درجہ کے لوگوں کے راہنما آپ پر غالب ہو جائیں گے تو علم کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ پچھلے تیرہ سو برس سے اُمتِ مسلمہ کا یہ المیہ ہے کہ آزاد فکر نہیں رہی، آزاد سوچ نہیں رہی، قرآن بند کا بند جزدانوں میں پڑا رہا اور ہم لوگوں نے صرف ایک قسم کا لسانی سبق سیکھا، اپنے ہی جیسے کسی اور شخص سے سبق سیکھا، ہم نے براہ راست تعلیم و رشد و ہدایت کا یہ chapter close کر دیا، نہ ہمیں قرآن سے شغف رہا، نہ ہمیں غور و فکر کی اس صلاحیت سے شغف رہا جو اللہ نے ہم پر لازم قرار دی تھی اور ایک مرض جملہ مسلمانوں میں پھیل گیا کہ بغیر غور و فکر کے خدا مان لیا، blind faith ماں باپ کی طرف سے آئی ہوئی نعمت کو آخری سمجھ لیا۔ ماں باپ مسلمان تھے سو ہم مسلمان ہیں، سو ہندو کے گھر ہندو ہے۔ تمام لوگ اپنی جگہ satisfy ہو گئے، جو جس کے گھر پیدا ہوا اسکا مذہب قبول کیا۔ بھلا اب خدا کو کیا؟

یورپ میں لوگوں نے براہ راست اس چیز پر ضرب ماری scientific intelligences نے کئی قوانین عیسائیت define کر دیئے، ان کے ہاں denial کا جذبہ ابھرا، ہولی باکس اور Bradlaw جیسے لوگ پیدا ہوئے، secularism کو فروغ حاصل ہوا حتیٰ کہ secularism کے بانی نے کہا: If you want to be a good secularist, you have to be a good atheist. آج secular کی جو مرضی definition ہو مگر ہولی باکس نے کہا کہ اگر تمہیں اچھا سیکولر بننا ہے تو تمہیں اچھا لادین بننا پڑے گا پھر اس نے کہا کہ The difference between religion and secularism is the difference between land and the sea. جیسے سمندر زمین نہیں بن سکتا، جیسے زمین سمندر میں جا کے وجود کھو جاتی ہے جیسے سمندر زمین پر آئے گا تو زمین نہیں رہے گی اسی طرح religion اور secularism اکٹھے نہیں چل سکتے، جو سیکولر ہے وہ مذہبی نہیں ہے، جو مذہبی ہے وہ سیکولر نہیں ہو سکتا۔ ایک قانون کا سرچشمہ خدا کو سمجھتا ہے علم و حکمت کا سرچشمہ خدا کو سمجھتا ہے اور دوسرا جو ہے وہ انسانی intellectual effort کو supreme سمجھتا ہے۔ دونوں میں تصادم ہے، ایک کے علم کا سینٹر اپنی ذات کو مڑتا ہے، ایک کا مابعد الکائنات کو مڑتا ہے۔ پھر اگر ان دیکھے خدا کو کوئی ماننے والا نہ ہو تو جیسے فریڈ ریش نیٹشے نے کہا تھا: God is dead علم جب بڑھ گیا، عقل جب بڑھ گئی تو نیٹشے نے کہا: "God is dead and mankind has thrown him out of his universe. خدا وفات فرما گئے اور انسانوں نے اُن کو بڑے احترام سے اپنی کائنات سے باہر نکال دیا ہے"۔ دوسرے صاحب اٹھے، anthropologist تھے، انہوں نے کہا: "خدا کبھی بھی کوئی خارجی حقیقت نہیں تھا، اللہ کبھی بھی کوئی خارجی حقیقت نہیں تھا، یہ تو پیاز کے چھلکے تھے۔ آپ پھرولتے جاؤ، تحقیق کرتے جاؤ، بیچ میں خالی خلاء نکلے گا جس میں کوئی حقیقت نہیں"۔ تیسرے صاحب بولے تو انہوں نے کہا کہ "اللہ کا وجود بغیر کسی data کے ہے۔ کوئی علمی data نہیں، کوئی حکیمانہ data نہیں اس لیے جو چیز بھی بغیر کسی logical construct اور data کے ہے وہ non sense ہے۔ خدا کو ماننے والے احمقانہ تصرف تو ضرور رکھتے ہیں، emotional share تو رکھتے ہیں مگر کوئی علمی اہمیت نہیں رکھتے"۔

خواتین و حضرات! یہ اس دوری کا نتیجہ تھا اور اس کے برعکس مسلم سکالرز کو پتہ ہی نہیں تھا کہ خدا کی کوئی دلیل ہے کہ نہیں ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ بڑے بڑے علمائے دین ڈرتے تھے قرآن کو ہاتھ لگانے سے بڑے بڑے سائنسدان، بڑے بڑے حکیم ڈرتے تھے قرآن کو ہاتھ لگاتے ہوئے۔ کیوں؟ کہ ان کو اپنے taboos بڑے پیارے تھے، رسم و رواج بڑے پیارے تھے۔ قرآن رسم و رواج میں شامل تھا۔ اللہ کی کتاب سمجھا جاتا تھا، مگر مسلمان سائنسدان ڈرتا تھا، حمود بھائی ڈرتے تھے قرآن کو ہاتھ لگانے سے...... افتخار بھائی ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ جدید ترین اطلاعات کی روشنی میں اور ہاورڈ اور کیمبرج اور آکسفورڈ کے علماء کی روشنی میں یہ نہ ہو کہ قرآن کی آیت غلط ہو جائے۔ کم از کم اب قرآن کا ایک فائدہ تو ہے کہ "یٰس" کا دم پڑھ کے نیند آ جاتی

ہے۔ اب آدمی آرام سے مرجاتا ہے۔ "الحمد" کے دم سے یہ فائدہ ہوتا ہے۔ فلاں آیت سے آنکھوں کی بصارت تیز ہوجاتی ہے۔ ابھی اتنا یقین تو ہے نا۔ یہ نہ ہو کہ یہ یقین بھی اٹھ جائے، یہ نہ ہو کہ قرآن پر یہ اعتقاد بھی اُٹھ جائے کہ یہ دم درود کے قابل بھی نہیں ہے اس لیے خوف کے مارے قرآن کو پڑھتے نہیں تھے، اسے جاننے کی کوشش تو بڑی دور کی بات ہے...... تیسرے بڑی محنت کرتے تھے بیچارے...... الیگزینڈر فلیمنگ کی طرح بڑی محنت ...... Watson کی طرح Double Helix پر بڑی محنت کرتے تھے۔ اب بھی وہاں جا کر بڑی محنت کرتے ہیں۔ واپسی پر وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پچیس اور تیس برس کی ریاضت کے بعد ہم نے کیا حاصل کیا۔ اک نقطہ، حکمت...... اک معمولی سا نقطہ، حکمت حاصل کیا۔ قرآن میں کیا ہے جی! چومو! چاٹو! جزدانوں میں رکھو! سجادو! اللہ، اللہ خیر صلا ...... We are justifying our taboos. ہم نے we are always justifying our approach, our taboos. اللہ کو راضی رکھا ہوا ہے کہ اگر خدانخواستہ نکل آیا تو ہم کہہ تو سکیں گے کہ نماز پڑھی تھی، چوم چاٹ لیا تھا اور کیا کرتے؟ حقائق پر تو پورا ہی نہیں اتر رہا تھا۔ اسی لیے اللہ میاں اگر تو ہو گیا نا، قیامت کے دن نکل ہی آیا تو چلو پھر تھوڑی بہت justification تو ہو ہی جائے گی کہ دل سے تو نہیں مانا ٹھیک ہے، مگر رسم و رواج میں ہم نے تجھے زندہ رکھا جیسے مایانا فرقے نے مہاتما بدھ کو بتوں میں زندہ رکھا۔ بھلا آپ ان سے پوچھو جو آج آرٹ میں sculpture والے لوگ مہاتما بدھ کے بہت سارے بت بنا رہے ہوتے ہیں کہ اگر مہاتما زندہ ہوتے تو تمہیں داد دیتے اپنا sculpture بنانے کیلئے؟ اس شریف آدمی نے تو خوف سے زندگی بھر خدا کا نام ہی نہیں لیا، اس ڈر کے مارے نہیں لیا کہ اس long jungle of gods and goddesses میں جو ہنود کے پاس تھا، ایک طویل فہرست جو ہندوؤں کے خداؤں کی تھی...... اگر میں کسی بھی دیوتا کا نام لوں گا تو it will become a part of the list, اس بیچارے نے اس کا نام نہیں لیا۔ اس نے نہ اسے برہما کہا، نہ شیوا، نہ وشنو، نہ اندرا، نہ کالی، نہ دُرگا کہا۔ اس نے سوچا کہ بہتر یہ ہے کہ میں خدا کی بجائے اس کیفیت کو بے نام کر دوں، اسے کیفیت کر دوں تو اس نے اُسے نروان کا نام دیا۔ "شانتی شانتی نروانا نروانا"...... ہمارا بھی یہی کام ہے، خدا کو تو جانتے ہی نہیں ہیں، کوئی personal relationship ہے ہی نہیں جو کہے: "أَيْ رَبِّي" "میرا ربّ، میرا ربّ"...... اور جب رب کی، جب اللہ کی appreciation کا سوال آ رہا ہے تو پھر کوئی تو value آئے گی نا

سامنے کہ میں کس لیے خدا کو خدا مانوں۔ تو سب سے پہلی جو value اللہ آپ کو دیتا ہے وہ ہے:

”اَلحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِین“

خواتین و حضرات! ربوبیت ایک پہلو ہے۔ میں جو انسان ہوں میں کہتا ہوں کہ میں اپنا رزق خود کماتا ہوں، میں محنت کرتا ہوں، میں نے ڈگری لی ہے، میں نے انجینئرنگ اور میڈیکل میں کمال حاصل کیا ہے۔ یہ تو میرا اپنا واسطہ ہے، میں سیانا تھا، دانا و بینا تھا مگر ادھر دیکھو کتاب حکیم کیا کہتی ہے: ”مَا مِن دَآبَّةٍ فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزقُهَا وَ یَعلَمُ مُستَقَرَّهَا وَمُستَودَعَهَا کُلٌّ فِی کِتٰبٍ مُّبِین“ (نہیں ہے زمین پر کوئی جاندار جس کا رزق اللہ پر نہ ہو اور وہ جانتا ہے کہ کہاں رہے گا کہاں مرے گا۔ سب کھلی کتاب میں موجود ہے۔) ادھر وہ انجینئر ہے جو کائنات کا انجینئر ہے، جسے آپ اللہ کہتے ہو وہ تو عجیب ہی بات کہتا ہے۔ اس نے کہا: نہ تم نے رزق کھایا، نہ تم نے رزق چنا، نہ بیٹے تمہارے، نہ بیٹیاں تمہاری ہیں۔ ہم نے تو ایک ایک انسان کی مقدورہ معیاد کیلئے ایک متعینہ نمبر کو اس چھوٹے سے کیمپ میں اتارا تھا، زمان و مکان کی نسبت سے اتارا تھا۔ ہم نے اس کو plan کیا، اللہ کہتا ہے کہ ہم نے بڑی scientifically اور meticulously اسے plan کیا اور اس master plan میں ہم نے زمین کا ڈیزائن رکھا، life belt تخلیق کی۔ زمین پر پہلے وہ اسباب رکھے جو تم لوگوں کو چاہئیں تھے۔ کسی مسافر کو اگر سایہ شجر چاہئے تھا تو ہم نے شجر پہلے پیدا کیا پھر دھوپ پیدا کی، پھر اس کو پسینہ دیا تاکہ چلتا چلتا اس تک پہنچے اور درخت کے سائے میں آرام پکڑے۔ ہم اگر پہلے درخت نہ manage کرتے اور اس صحرائے کونت میں تم چلے جاتے تو تمہیں کوئی سایہ شجر نصیب نہ ہوتا۔ ہم نے سارے بندوبست پہلے کیے۔ دو دن لگائے ہم نے زمین بنانے میں، اور دو دن لگائے ہم نے اسباب ضرورت انسان رکھنے میں تب کہیں جا کے انسان یہاں رہ سکا۔ آج کا انسان بھی کوئی ایسا planner موجود ہے کہ بغیر اسباب پیدا کیے ہوئے بیچاری فوج کو ادھر بھیج دے؟ آج بھی کوئی ایسا مفکر اور delicate system موجود ہے جس میں آپ براہ راست کونت کے صحراء میں اتار دو اپنے کسی چہیتے کو، کسی بندے کو...... اگر کسی کو آپ نے لندن بھیجنا ہو تو اسباب پہلے مہیا کرتے ہو یا چائنا بھیجنا ہو تو پہلے اس کی معاشرت اور معیشت کے انداز مرتب کرتے ہو تو بھلا پروردگار عالم اگر انسانوں کی ہزاروں نسلوں کو زمین پر بھیج رہا تھا تو پہلے بندوبست نہ کرتا؟ کیا اس کی حکمتِ عالیہ آپکو ایسے ہی پھینک رہی تھی کہ جاؤ مرو، کھپو جا کے؟ کیا انسان کا بچہ

ایسے ہی آتا ہے؟ کہ وہ آ کے ازخود زمین پر سانس لے کے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ پہلے فیملی تحقیق کی جاتی ہے، پہلے ماں باپ دیے جاتے ہیں، اگلے processes مرتب ہوتے ہیں۔ بتاؤ تو سہی آپ میں سے کس نے ماں کو چنا، کس نے باپ کو چنا، کس نے بہن بھائی چنے، کس نے خاندان چنا؟ کیا یہ پہلے سے arrange نہیں ہے؟ ہے کوئی دعویدار......؟ اور پھر یہ تو سنو! آپ تو بس چند دنوں کیلئے رزق کمانے پر بڑے نازاں ہو، بڑا ناز ہے کہ کچھ دنوں کیلئے ہم نے روٹی کمائی وہ بھی اس لیے کہ انجینئرنگ کی BSC یا MSC ہم نے کی ہوئی تھی۔ مگر یہ تو آپ ہو، ایک billion کی تعداد میں زمین پر اجناسِ زندگی ہیں اُن ایک billion میں سے ایک آپ ہو۔ باقیوں کا کیا حال ہے؟ کتنے خود غرض ہو! کہ اپنے آپ تک حکمتِ الٰہیہ کو محدود کر رکھا ہے۔ باقی کے ایک billion میں آپ تو exception ہو، علیحدہ ہو جس کو تھوڑا سا شعور حاصل تھا، جو شاید روٹی چن کے کھا رہا ہے، صابن دیکھ کے استعمال کر رہا ہے باقی جو مخلوق ہے ایک billion جنس کی...... اٹھارہ ہزار تو شہد کی مکھی کی قسمیں ہیں جو زمین پر موجود ہیں جن میں ایک شہد کی مکھی وہ بھی ہے جو نیپال کی ترائیوں میں کڑوا شہد جمع کرتی ہے...... بھئی اتنی عجیب و غریب مخلوقات کے بیچ میں آپ تو ایک ہو۔ باقی کو کون پالتا ہے؟

جب حضرت عیسیٰ یوحنا کے ساتھ گزر رہے تھے تو اس کی بغل میں دو پوٹلیاں دیکھیں، پوچھا: یوحنا! تم نے توکل میں ہمیں پرندوں سے بھی گرا دیا ہے۔ کبھی پرندے کے گھونسلے میں بھی دو وقت کی روٹی دیکھی ہے...... یہ ایک علامت ہے رزق کی۔ یہ علامات کائنات وزمین وآسمان میں کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا اور اس سے ذرا اوپر اُٹھ جائیے! کائناتِ بالا میں جائیے! یہ اٹھارہ ہزار ایٹم جو سورج کی ایک سیکنڈ کی خوراک ہے جس کی توانائی سے سورج زندہ ہے، اس کو کیا آپ یہ سلسلۂ زندگی دیتے ہو؟ یہ جو چاند ایک اندھے کی طرح سورج سے بصیرت مانگ رہا ہوتا ہے اس کو کیا آپ یہ بصیرت مہیا کرتے ہو؟ خواتین وحضرات! اسی لیے وہ کہتا ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن" میں ربوبیت میں استثنا نہیں کرتا نہ کافر کی نہ مسلمان کی...... جو مانے ٹھیک، نہ مانے تو بھی ٹھیک...... میں ایسا رب ہوں کہ میں ربوبیت کا صلہ کسی سے نہیں مانگتا۔ یہ اس کی پہلی شانِ گرامی تھی۔ کہتے ہیں تم (مسلمانو) بہت دکھ کرتے ہو کہ کافروں کے بازار بھرے پڑے ہیں، بڑی بڑی شاندار ان کی markets ہیں۔ گزرتے ہوئے مزہ آ جاتا ہے، شیشوں کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، شرم آتی ہے اپنے محلے کے واہیات قسم کے دکاندار کے پاس جاتے

ہوئے۔ دیکھو، اگر ایک کار کے سامنے ایک آدمی چلا جائے، اس کی تیز روشنی پڑے تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

؎ نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

پروردگارِ عالم نے اس نظام کو بنا کر اس کی بنیاد علم و حکمت پر رکھی اور اپنے اوپر ناز فرمایا کہ میں علیم ہوں، میں حکیم ہوں اور صرف یہ نہیں کہ میں علیم و حکیم ہوں بلکہ فرمایا:

"یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَآءُ"
جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔
"وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیراً کَثِیراً"
اور جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔
"وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الاَلبَاب"
مگر بدقسمتی کیا ہے کہ اہلِ عقل کے سوا مجھے کوئی یاد نہیں کرتا ......

عقل جو حکمت کا بنیادی اصول ہے، جو اسکا drive motive ہے، حکمت کے پیچھے جو drive motive ہے وہ عقل ہے تو خواتین و حضرات! عقل کو ہم اصول کہتے ہیں۔ حکمت کو ہم اسکا use کہتے ہیں۔ حکمت by product ہے اس عقل کی، اس علم کی جو آپ حاصل کرتے ہو، جو اللہ آپکو عطا کرتا ہے اور حکمت execution کے معنی میں آتی ہے یعنی اگر آپ کے پاس MBBS کی ڈگری ہے تو وہ علم ہے مگر جب لوگوں میں استعمال ہوگی، execution ہوگی تو یہ حکمت کہلائے گی۔ بسا اوقات حکمت maturity of wisdom کو بھی کہتے ہیں۔ اعلیٰ ترین wisdom کا معیار آسمانوں میں صرف ایک ہے...... کئی مرتبہ آپ نے عنوانِ قرآن پڑھا ہوگا تو جو واحد بڑا لاحقہ اسکے ساتھ لگاتے ہیں وہ "قرآنِ حکیم" لگاتے ہیں۔ یہ کتاب علم و حکمت ہے۔ بھلا کیوں؟ دیکھئے قرآنِ حکیم میں اللہ کہتا ہے: "الر"۔ اسماءِ الٰہیہ سے ہم نے "الر" میں تین چیزیں جمع کی ہیں: "الف" اللہ کا ہے، "ل" لوحِ محفوظ کا ہے، "ر" رسالت کی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے کائنات کی ترتیب و تدوین کی، اس میں بڑے حکیمانہ رنگ رکھے، اسکو pure scientifically arrange کیا اور ایک ایک بات کے پیچھے اصولوں کو ترتیب دیا وہ کہتا ہے کہ یہ کائنات ہم نے اس طرح بنائی کہ چاند، ستارے مل نہیں سکتے اور اگر مل

جائیں تو تم انہیں روک نہیں سکتے۔ اس طبعی ہلاکت کو اگر کوئی روک سکتا ہے تو پھر ہم ہی روک سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ تمہیں کوئی پیغام پہنچے، رسالت پہنچے۔ تمہیں یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اس بات پر شاید مغرور ہو جاؤ کہ کل ہم زمین کی حدود سے نکلتے ہوئے، کائنات کو مسخر کرتے ہوئے اللہ پر کمند مار دیں گے۔ یہ اس لیے نہیں کیا۔ زمین پر یہ آپکا کام نہیں ہے مگر موت کے بعد تمہیں تمہارے تصور سے بالاتصرف دیا جائے گا مگر زمین کی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے۔ زمین کی زندگی کا مقصد qualify کرنا ہے اس آفس کیلئے جسے اللہ نے آپ کو زمین کے بعد دینا ہے۔ سب سے مصنوعی زندگی اس کائنات میں زمین کی زندگی ہے جسے آپ افسوس یہ ہے کہ اصلی سمجھ بیٹھے ہو۔ یہ سراب زندگی ہے، نہ یہ انصاف کی جگہ ہے نہ یہ خداوندِ کریم کے قول کے مطابق تمہاری permanent place ہے۔ آزمائش کے بغیر تمہیں اس میں کچھ نہیں ملے گا، "اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِن" یہ تمہارا قید خانہ ہے، مگر کیا عجیب بات ہے کہ:

؎ لو سنی گئی ہماری یوں پھرے ہیں دن کہ پھر سے
وہی گوشۂ قفس ہے، وہی فصلِ گُل کا ماتم

جب پرندہ قید کا اسیر ہو جائے، جب پرندہ اپنی قید سے ہی مانوس ہو جائے تو ایک عجیب بات ہے کہ آپ دنیا ہی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ آپ اتنے خُوگر ہو گئے ہو اس قید کے......غلامی کا یہ عالم ہے جیسے اقبال نے کہا تھا کہ

؎ سفید فام افرنگی کرے قبول اسلام
سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام

بڑے بڑے دانشور مذہب کے کہتے ہیں کہ اگلا زمانہ اسلام کا ہے، انگریز مسلمان ہو جائیں گے، بُش مسلمان ہو جائے گا، بلیئر مسلمان ہو جائے گا مگر میرا خیال یہ ہے کہ آپ پھر بھی ویسے ہی رہو گے۔ اب جو ظلم آپ پر عیسائی بن کر کر رہے ہیں، کل وہی ظلم (بقول ان بزرگانِ دین کے) مسلمان ہو کر کریں گے۔ کتنے تمسخر کی بات ہے؟ How funny آپ حکمت اتنی چھوڑ بیٹھے ہو، آپ غلامی کے اتنے عادی ہو چکے ہو، ہر شخص کی غلامی کے۔ وہ اقبال نے بڑی خوبصورت بات کہی اس نے کہا: اگر قرآن پڑھنا تو آزاد فکر سے پڑھنا، غلامانہ فکر سے نہ پڑھنا۔ کیوں؟ اس نے کہا:

؎ اَز غلامِ لذتِ قرآن مجو

غلام سے لذتِ قرآن نہ طلب کرنا، وہ تو معنی بدل دے گا، کوئی ابابیلوں سے انکار کر دے گا، کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے انکار کر دے گا، اسے سمجھ جو نہیں آتی ہوگی، کوئی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے حدود اللہ کو بدل دے گا۔ یہ تو وہی لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ پہلے کہہ چکا ہے کہ غلام کی یہ عادت ہے کہ "وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً" (اور خرید لیتے ہیں اس کے بدلے معمولی قیمت) کبھی اقتدار کیلئے، کبھی پیسے کیلئے وہ آیاتِ قرآنی پیش کرتے ہیں۔ ان کا تو علم ہی یہی کہتا ہے۔ جو اسکی زندگی کے مقاصد ہیں، جو وہ secular ہے وہ تو یہی کہتا ہے، یہی سوچتا ہے کہ کب موقع ملے اور وہ آیات کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کرے۔ تو خداوند کریم نے ایسے تمام علماء کے بارے میں یہ کہا اب دیکھو! کتنی serious بات کر رہے ہیں...... فرض کرو میں آج اللہ کی بات کر رہا ہوں، فرض کرو میں قرآن کی بات کر رہا ہوں اور ناگہاں عمر فاروق اٹھے کہ ایک منٹ ٹھہریے گا، ذرا ہم نے ساتھ ایک ناچ گانے کا اشتہار بھی دینا ہے...... میری کیا seriousness وہاں رہ جائے گی؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ وہ لوگ جو خدا کی باتیں کر رہے ہیں How do they tolerate this break, Ladies and gentlemen! stay for a break. اسکے بعد صابن کا اشتہار آ گیا ہے...... dramatic sense میں شیکسپئر کے ڈراموں میں ایک طرف بڑا اعلیٰ high serious مقصد چل رہا ہوتا ہے تو دوسری طرف clown چل رہا ہوتا ہے، مسخرہ چل رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک technique ہے ڈراموں میں کہ ایک طرف اگر اعلیٰ روایت رکھی جاتی ہے تو دوسری طرف کسی "ناقص کریم" اور محلے داروں کے فضول قسم کے جھگڑوں کا بھی ایک chapter رکھا جاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ religion کے بارے میں زیادہ serious ہو جائیں۔ اس کے مقاصد ہیں، ایسا نہ ہو کہ کسی بڑے عظیم عالم کی بات سنتے سنتے زیادہ serious ہو جائیں۔ پھر بڑے عظیم عالموں کو بھی ساتھ ساتھ تنبیہ ہے کہ میاں! ہم چانس تو دے رہے ہیں تمہیں علمیت اور فضیلت کے بکھراؤ کا مگر زیادہ وہ نہ خطفہ نہ کرو۔ سب پیسے کے کھیل ہیں ہمیں پیسے بھی کمانے ہیں۔ انہیں پیسوں سے تو تم کو ہم دیں گے تو خبردار اسکو برا نہ منانا......!

یہ وہ طرزِ ادا ہے جو کم علمی، کم تعلیمی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب آپ کسی چیز کے background کو نہیں سمجھو گے تو یہ لوگ اپنے self کے نقائص نہیں سمجھ سکیں گے۔ جب یہ اپنے self کے نقائص نہیں سمجھیں گے تو انہوں نے کتابِ حکیم کو کیا سمجھنا ہے اسی لیے اقبال کہتا ہے:

از غلام لذت قرآن مجو
(غلام سے لذت قرآن طلب مت کر)
گرچہ باش حافظ قرآن مجو
(اگرچہ حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو)

اگرچہ اس نے ایک ایک لفظ ہی کیوں نہ رٹا ہوا ہو، اس لیے کہ خدا کا مقصد قرآن اُتارنے کا یہ نہیں تھا۔ فرمایا: "الٓرٰ ۔ کِتٰبٌ اُحکِمَت اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَت مِن لَّدُن حَکِیمٍ خَبِیرٍ" (ھود 11:1) میں خبر والا، بہت بڑا سائنسدان ہوں، علیم، خبیر، علم والا...... میں نے یہ جو کتاب اتاری ہے، اس کی ایک ایک آیت کو standardize کیا ہے۔ "کِتٰبٌ" "اُحکِمَت" میں نے اس کو محکم کیا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ دس سال بعد language بدل جائے گی اور ہمیں کسی بڑے specialist کی ضرورت پڑے، کسی ماضی کے specialist کی کہ یار آ کے بتا قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب بنتا تھا اور آج کیا بنتا ہے؟ آپ دیکھئے کہ سارے subjects میں اُن departments کے علاوہ کتنے لوگ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ انگلش لٹریچر، فرنچ لٹریچر، فلاں لٹریچر ایک چھوٹے سے طبقے کے علاوہ جو اس صنف میں، اس ادب میں کمال حاصل کرتا ہے اس کے علاوہ باہر کا کون بندہ انہیں جانتا ہے؟ کون ہے جو بار بار "فلا بیئر" کو quote کرتا ہو، کون "رابرٹ براؤننگ" کا نام لیتا ہے؟ بہت بڑے بڑے ادیب ہیں، ٹولسٹائی، شولوکوف، بڑے ادیب ہیں مگر کتنے لوگوں کو ان کے نام آتے ہیں؟ یہ کتاب ہائے علم جو ہیں، دانشورانِ عصر جو ہیں...... "دانتے، گیبرئیل روزیٹی" کو کون جانتا ہے وہ Divine comedy کا مصنف ہے، ادب میں بہت بڑا نام ہے...... مگر سوال یہ ہے کہ چند ایک سپیشلسٹوں کے علاوہ ان کو کون جانتا ہے؟ مگر یہ کیا کتاب ہے! لاکھوں، کروڑوں، ارب ہا ارب لوگوں کے درمیان موجود ہے، نہ صرف موجود ہے بلکہ well understood ہے۔ یہ لوگوں کی مرضی ہے کہ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لوگوں کی مرضی ہے کہ اسے محبتوں کا اور ہجوم چاہت کا مرکز رکھیں یا اس کو غور و فکر کی اساس بنائیں۔ خدا اپنی طرف سے یہ کہہ رہا ہے، کہ "کِتٰبٌ اُحکِمَت اٰیٰتُہٗ ......" ہم نے ایک ایک آیت کو پرکھا ہے، جانچا ہے، توازن میں رکھا ہے، علم و حکمت میں رکھا ہے، زمانوں کے معیار میں رکھا ہے، قدیم اور جدید کیلئے رکھا ہے۔ جو آیت پندرہ سو برس پہلے کسی کو سمجھ آئی، آج بھی وہ آیت اس طرح اس کو سمجھ آئے گی۔

خواتین وحضرات! آپ سوچتے ہونگے کہ لوگوں میں اُس وقت علم نہیں تھا، آیئے چلیں! تھوڑی سی علامت بدل کر دیکھیں۔ میں آپ کو دو احادیث سناؤں گا۔ اس میں علامت بدل لیں۔ اب دیکھئے گا کہ یہ سائنس ہے یا کیا ہے؟ آپ سمجھتے ہو کہ سائنس بہت بڑی بات ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جہاں اللہ نے بہت ساری اچھی چیزیں پیدا کیں وہاں حکمت میں جو sciences کی تخلیق کی وہ بھی انسان کیلئے کی۔ اس کو یہ طریقہ پسند تھا۔ جاننے، سوچنے اور پرکھنے کا طریقہ پسند تھا۔ اس نے پندرہ سو برس پہلے declare کیا کہ میرے بہترین بندے صرف وہ نہیں جو خالی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اس نے کہا: میرے بہترین بندے وہ نہیں جو صبح و شام نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس نے کہا: میرے بہترین پسندیدہ بندے وہ نہیں جو روزے ہی رکھے جاتے ہوں۔ غور کرو اس نے کیا کہا؟ "نَرفَعُ دَرَجٰتٍ مَّن نَّشَآءُ" جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں، "وَفَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیم" (اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے) ترجیحات پروردگار تو آپ کو اس آیت میں نظر آ گئی ہیں۔ اب یہ عبادات تو ظاہرہ میں اتنی تبلیغ......! بھئی مان لیا ہم گناہگار ہیں، اب تو شرم آتی ہے کہ شاید پانچ وقت نماز کو پڑھ لیا گناہ ہو گیا ہے کیونکہ متقی لوگ جو بہت بیٹھے ہیں۔ لوگ بڑے متقی ہو گئے ہیں، مارل سے بے حد و حساب...... ایک صاحب نے فرمایا: ''ہمارے شیخ و مرشد نے سترہ دن سے نہ کھانا کھایا، نہ پانی پیا، تو میں نے کہا: ''آپ کے در و دیوار میں (سوراخ) موری تو نہیں ہے، اسے بند کرنا پڑے گا۔ یہ امر تو محال ہے مگر چیک کرنا پڑے گا کہ یہ جانازی ہو کیسے رہی ہے سترہ دن سے کیا یہ ہوا پھانک رہے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟

جتنے بھی سکول بنے ہوئے ہیں ان میں اتنا ابلاغ ہے تقوٰی کا، نماز کا...... بھئی! اتنا پریشر ڈال دیا تم نے نماز، روزے کا...... نماز روزہ کتنی چیزیں ہیں؟ پانچ وقت نماز ہے۔ مسلمان کے نماز پڑھنے میں یقین جانو! نہ اسکا عقیدہ حائل ہے، نہ اسکا secularism حائل ہے۔ کوئی چیز نہیں حائل، مگر صرف سُستی حائل ہے۔ مسلمان کے نماز پڑھنے میں اسکی preference اور سُستی حائل ہے۔ اسکے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ وہ اس بات کو مانتا بھی ہے۔ بیچارہ کل کو ذرا بوڑھا ہو گا، دانت گر جائیں گے...... جب بھیڑیا بوڑھا ہو جائے تو mystic ہو جاتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے نا، ہر بوڑھا بھیڑیا صوفی ہوتا ہے، جس طرح ہر سول سروس کا اُترا ہوا بندہ صوفی ہوتا ہے اور آج تک ماشاءاللہ صوفیا کی ایسی لائن لگی ہے کہ...... یوسف صلاح الدین صاحب جنرل

سیکڑی ہیں صوفی ازم کے، آپ سب جانتے تو ہیں انکو......! اب اگر اس قسم کے صوفیاء کی لائن لگ جائے تو ظاہر ہے کہ confusion تو ہوگا...... کسی زمانے میں ہمارے ہاں ایک رجحان اٹھا تھا، بڑا نادر روزگار قسم کا کہ ایمان تصوف کے مقابلے میں نئی قسم کا تصوف اٹھا تھا، communist تصوف یا یوں سمجھو کہ Secular تصوف تھا، اب یہ اسی کا اعادہ ہو رہا ہے تو پوچھا جاتا کہ یہ قسم کا تصوف ہے جو کہ آپ promote کر رہے ہو؟ تو کہتے تھے This is mysticism of flesh, But mysticism of flesh کیا ہے؟ کہ یار flesh جو مانگ رہا ہے اسے بھی تو پورا کرنا ہے...... Existential philosophy? یا فلسفہء وجودیت کا بنیادی خاصہ یہ تھا کہ وجود کو روح پر فضیلت حاصل ہے، وجود نہ ہوتا تو روح نہ ہوتی۔ ادھر ڈیکارٹ وغیرہ جیسے کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ روح کو وجود پر فضیلت حاصل ہے۔ ان دونوں کے بیچ میں سے mysticism of flesh نکل آیا۔ بھئی! یار، یہ دیکھو گوشت بھی تو پالنا ہے......! پیٹ پالنا ہے، باقی جنونی شرائط بھی پوری کرنی ہیں تو یہ اصل میں تسلیم کرنا، اپنی راہ کو چھوڑنا ہے۔ اپنے آپ کو چھوڑ دو، جدھر تمہیں زمانہ لے جاتا ہے جدھر تمہیں وجود لے جاتا ہے...... اصل میں exactly انہوں نے قرآن کی وہ آیات پوری کر دیں کہ: "اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اللہ اہلِ ایمان کا دوست ہے۔ "یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" انہیں اندھیروں سے نکال کے روشنی کو لے جاتا ہے۔ "وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ" اور اہلِ کفر شیطان کے ولی ہیں، یہ نور سے جہالت کو جا رہے ہوتے ہیں۔

خواتین و حضرات! یہ mysticism of flesh اس وقت شیطان کے اولیاء کا نیا مسلک تھا کہ شراب کیوں resist کریں، ڈرگز کو کیوں resist کریں؟ تمام چیزیں قبول کرو۔ اس فلسفے کی اتباع کرنے والوں میں سے ہمارے بہت سارے دوست بیچارے اب زندہ ہی نہیں بچے جو اس کا انجام ہمیں بتاتے۔ They died early وہ ان تجربات کی بھینٹ چڑھ گئے اور وہ جو ادھر کے لوگ تھے جنہوں نے شاید اللہ کے رستے میں کوئی تھوڑی بہت ہی اپنی محافظت اختیار کی وہ بچ بچا کے آپ کے سامنے پہنچ گئے۔ ہر زمانہ آپکے اعتقاد کا امتحان لیتا ہے۔ یقین جانو آپ وہ کمزور خیال لے کر آگے نہیں بڑھ سکتے جو under question رہ گیا، کبھی نہیں آگے بڑھ سکتے۔ It has to be tested through time and space جو نظریہ زمان و مکاں کی مار سہہ گیا وہی نظریہ آخر تک زندہ نظر رہتا ہے، جو blind faith ہے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

علم و حکمت کی بنیاد پر آپکے وہ اعتبارات جن کیلئے آپکے پاس دلیلِ مُحکم ہے، خیالِ مُحکم ہے، حکمتِ عالیہ موجود ہے وہی آگے بڑھ کر آپکو قبر کی تنہائیوں تک مشعلِ نور عطا کرتے ہیں۔ اسکے بغیر کوئی idea آگے نہیں چلتا ورنہ پھر insomnia ہے اور Alzhimier ہے اور قبر تک آپ ایسے پہنچو گے جیسے قرآن حکیم نے ایک بڑی خوبصورت مثال دی ہے کہ یہ اپنی قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے کسی بدروح نے انہیں چھوا ہوا ہے۔ "اَلَّذِی یَتَخَبَّطُهُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ" (بقرہ ۲:۲۷۵)(جس کو شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔) قبروں سے تم ایسے اٹھو گے جیسے تمہیں بدروحوں نے چھو رکھا ہے۔ یہ سود خور ایسے اٹھے گا، secular ایسے اٹھے گا It's a big too late now to revise and rethink. This is the time کہ اپنے اعتقاد کو revise کرو اور یہی وقت ہے کہ سوچو، غور کرو کہ کن اشتہاءات کے بنا پر آپ دنیا میں خواہش اور ہوا کے پیچھے لپک رہے ہو، Don't leave any thing اچھا کھانا نہیں ترک کرنا، اچھی choices نہیں ترک کرنا، اچھا لباس تو بہت ضروری ہے خوبصورت جوتے پہنو گے تو رسول اللہ ﷺ کی دعا پہنچے گی کہ پہنو اور ہنڈاؤ...... مگر اپنی priorities کا خیال رکھو، اللہ کے واسطے بدتر چیز نہ دو۔ بہتر چیز نہ دو تو درمیانی دے دو، متوازن چیز دے دو۔ اگر اپنی عمرِ اول نہیں دے سکتے تو عمرِ آخر بھی نہ دو۔ وہ بوڑھے نکمے، بے کار خدا کے کس کام کے......؟

"Sans taste, sans teeth, sans everything"

کان نہیں، آنکھوں میں کچھ نہیں، دانت رہ گئے ہیں۔ اب یہ بوڑھے بھیڑیے جو ہیں، یہ اللہ کی طرف آ رہے ہیں۔ خدا کو چاؤ نہیں Don't give a blind faith. کہ تم ساری زندگی اس عمرِ بیکار کو دنیا کے حوالے کر کے گھٹیا سی lesser priority کے حوالے کر دو۔ پچاس پچپن سال کے ہوئے، تو دنیا نے کہا جاؤ میاں گھر بیٹھو اب آپ فائٹ وائٹ نہیں کر سکتے۔ Give this chance to a more alert youngman, go home. ریٹائر ہوئے، گھر آئے۔ اچانک خیال آیا کہ میں تو Main priority بھول گیا ہوں، بچے بگڑ رہے ہیں، ساری زندگی ان کو کہا جو کچھ نہیں، مثال جو کوئی نہیں دی۔ اب الٹے سیدھے moral lesson دیے شروع کر دیے، لوٹا پکڑا، مصلیٰ تھاما، بڑے میاں اب اٹھ نہیں سکتے اپنی مرضی سے تو سوچا چلو یہ وقت اللہ کو دے دیتے ہیں۔ کیا بےکار چیز ہے! کیا بےکار عمر ہے جو آپ اللہ کے حوالے کر رہے ہو۔ آپ سمجھتے ہو کہ خدا نگران نہیں ہے اس چیز کا کہ بہترین عمر ناکارہ ترین ترجیحات کے سپرد کر کے اب آپ یہ بےکار وجود لے کر کائنات کی سب سے بڑی ترجیح کے سامنے آئے ہو۔ نہ وہ ذہن ہے نہ دماغ ہے نہ عقل ہے نہ وجود ہے تو خدا اسکا بُرا مناتا ہے، بہت بُرا مناتا ہے۔ یہ یاد رکھنا! اس عمرِ آخر کے ایمان اور اسلام کا بہت بُرا مناتا ہے۔ وہ تو تحقیق اور جستجو کا ربّ ہے وہ حکمتِ عالیہ کا خدا ہے۔ جس عمر میں حکمت ہی نہیں رہی، نہ talent رہا ہے جس عمر میں آپ پنشن پا گئے ہو زندگی سے، اخلاقی قدروں سے، اختیار سے پنشن پا گئے ہو۔ تب آپ اللہ کے سامنے کیا لے کے آئے ہو؟

؎ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

میری دی ہوئی نعمتوں کے جواب میں یہ وہ تحفہ ہے جو مجھے لوٹا رہے ہو؟ میرے نام پر گلی سڑی کھجوریں ......تو سن لو! آج تو میں معاف کرتا ہوں، تمہیں علم جو دیتا ہوں مگر اگر تم اپنی بہترین چیز کے بارے میں بخیل ہو، تو نہ دو مگر بدترین بھی میں نہیں قبول کروں گا۔ کم از کم بہتر اور متوازن چیز میرے لیے دو۔ خود تو مُرغن کھانوں کی سوغات لئے پھرتے ہو اور اللہ کے نام پر دیتا ہو تو نان پر تھوڑی سی دال چپڑی اور حوالے کر دیا۔ او نیک بختو! کچھ تو لحاظ کرو، چلو کچھ تو بہتر خوراک دے دو، ایک دن وہ چیز اللہ کے نام پر کھانے کو دے دو، جو خود کھاتے ہو۔

وہ صاحبِ دلیل رب ہے، صاحبِ علم خدا ہے، حکمت اُس کا ایک ذریعہ ہے۔ ذریعہ انتساب ہے۔ میں صرف تحفۃً آپ کو اس عظیم و حکیم رب کے دو واقعات حدیث میں سناؤں گا۔ آپ خود مجھے بتانا کہ آپ ان سے خدا کے بارے میں کیا guess کرتے ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اُمّ ہانی کے گھر سے اٹھایا گیا......(یہ شبِ معراج کا واقعہ ہے......) مجھے اُمّ ہانی کے گھر سے جبرائیلؑ نے اٹھایا، پھر مجھے لے کے ایک درخت نما جگہ پر آئے۔ اسکا اوپر کا سارا حصہ سبز تھا اور اسکے نیچے کا حصہ آگ کا بنا ہوا تھا۔ پھر جبرائیل امین نے مجھے اس میں داخل کیا۔ اس میں بیٹھنے کی دو جگہیں تھیں۔ ایک پر مجھے بٹھایا ایک پر جبرائیل خود بیٹھے۔ پھر انگلی سے اشارہ کیا۔ براق جھنجنایا اور اس کے نتھنوں سے آگ نکلی اور پلک جھپکتے ہوئے وہ آسمان کی پنہائیوں میں گم ہو گیا“۔

خواتین وحضرات! درخت کی جگہ ذرا کوئی cosmic helicopter رکھ کے تو سوچو، سمجھ آتی ہے بات آپکو کہ صرف علامت بدل لو کیونکہ اس زمانے میں تو درخت ہی کہہ سکتے تھے مگر دیکھو تو سہی کہ یہ کیا ہے؟ یہ وہ vehicle (سواری) ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کیلئے بھیجا گیا۔ cosmic helicopter ہے جو آسمانوں سے اترا، جس کے پاؤں آگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ fuel نیچے ہی ہوتا ہے، آگ کا ہوتا ہے جس کے اوپر سرسبز درخت کی طرح چھاؤں پڑی ہوئی تھی یعنی اسکا اوپر کا حصہ سبز تھا، اسکے اندر دو سیٹیں بنی ہوئی تھیں۔ بڑا مخصوص ہیلی کاپٹر ہوگا جو آیا ہوگا...... "تو اس کی ایک سیٹ پر مجھے بٹھایا گیا، دوسری پر جبرائیل امین بیٹھے پھر انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا"...... (کوئی بٹن دبایا ہوگا......) "اور دیکھتے ہی دیکھتے براق کے پاؤں سے شرارے نکلے اور وہ آسمان کی پنہائیوں میں گم ہو گیا"۔ اگر آپ براق کا وہ تصور اردو جو ہمارے ہاں ہے جو common مولوی پیش کر رہا ہے کہ یہ ایک گھوڑا تھا جس کا منہ پری کی طرح تھا یعنی حضور ﷺ گھوڑے پر بیٹھے، جبرائیل گھوڑے پر ساتھ پیچھے بیٹھے۔ حدیث تو کچھ اور کہہ رہی ہے۔

اب دوسری حدیث ذرا دیکھئے پھر آپکو تھوڑی بہت glimpse ملے گی اوپر کے system کی، اگر آپ سائنس کے بندے ہو، تو اس سے ہزار گنا sophistication اوپر کی sciences میں ہے۔ اگر آپ کے پاس F-Thunder ہے، اگر آپ کے پاس یہ معمولی سا F-16 اور 15 موجود ہے تو ظاہر ہے کہ جو اللہ کے پاس ہیں، جو اس نے اپنی کاریگری سے instruments بنائے ہوئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ superior اور delecate ہیں مگر آپ کو نظر نہیں آتے۔ اللہ کے وہ محافظ آپ کو نظر تو نہیں آتے جو خدا کہتا ہے کہ میں نے تمہارے دونوں طرف بٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر میں یہ نہ بٹھاؤں تو شیاطین تمہیں ہواؤں میں اُچک کر لے جائیں۔ اس نے ہر بندے کے ساتھ دو گارڈز رکھے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اندازہ کرو کہ چھ ارب دنیا میں لوگ ہیں، چھ ارب دنیا کے بارہ ارب محافظ بھی اسی دنیا میں ہوتے ہیں جو ہر وقت ہر آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس population کیلئے مکان نہیں چاہئیں ہوتے لیکن وہ صبح شام آپکی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ جو آپ کا اصل دشمن ہے وہ invisible ہے۔ شیاطین بھی آپ کو نظر نہیں آتے...... قرآن حکیم کہتا ہے: تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ تمہیں دیکھ لیتا ہے اور اگر ہم محافظ مقرر نہ کریں تو یہ تو تمہیں نوچ کر کھا جائیں...... تم پر اللہ کی یہ رحمت ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ اگر تم انہیں دیکھ لو، تو تم ایک پل زندگی نہیں گزار سکتے، خوف اور ہراس کے مارے

آپ کو پتہ ہے کہ Louis Pasteur کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے spontaneous growth کی تھیوری reject کر دی تھی کہ spontaneous growth کوئی نہیں ہوتی، ہر چیز کی وجہ ہے، ہر چیز کا جرثومہ ہے، ہر چیز کا cause and effect ہے۔ اس بیچارے کو جراثیم دیکھنے کی عادت پڑ گئی۔ اتنی عادت پڑ گئی کہ جب اس نے پانی دیکھا جو وہ پی رہا تھا تو خوف کے مارے اس کی چیخیں نکل گئیں کہ یہ کیا-----؟ billions & billions جرثومہ، حیات کے اس نے مناظر دیکھے، جب اس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو دیکھا کہ کوئی پندرہ بیس کروڑ جرثومے اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ وہ ہر وقت بیچارہ خوف کے مارے خورد بین ساتھ رکھتا تھا۔ جب وہ کھانا کھانے لگا تو خورد بین سے پتہ لگا کہ میں کھانے کی بجائے جراثیم کی فوج منہ میں ڈال رہا ہوں۔ وہ اتنا پاگل ہوا کہ اسے جرثوموں کا obsession ہو گیا۔ بیچارہ اسی obsession میں مر گیا۔ اگر آپ کی آنکھ کھول دی جائے، ان چیزوں پر جو آپ کے اردگرد ہیں تو پرابلم ہو جائے۔ یہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ انسانی آنکھ پر اس نے vision بند کیا ہوا ہے۔ مگر یہ مُرغے کی آنکھ پر کھولا ہوا ہے، گدھے کی آنکھ پر اس نے کھولا ہوا ہے۔ جو آپ کی آنکھ پر بند ہے وہ مُرغے کی آنکھ پر کھلا ہے۔ کتا شیطان کو دیکھ لیتا ہے اور گدھا شیطان کو دیکھ کر ہنکتا ہے۔

یہ ساری کوئی غیر معمولی باتیں نہیں ہیں۔ ہر جانور کی کوئی نہ کوئی حس آپ سے زیادہ اور کوئی حس آپ سے کم ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ نے یہ حکمت رکھی ہے کہ وہ مجموعی طور پر آپ سے اس لیے کم ہے کہ اسے عقل نصیب نہیں ہے۔ تو میں دوسری ایک مثال پر اختتام کر رہا ہوں، اس پر غور کیجئے گا۔ حدیث رسول ﷺ ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ”کہ موت ایک درخت کی طرح ہے جس پر لاتعداد پتے ہیں۔ پھر ایک پتا گرتا ہے، اس کے اوپر مرنے والے کا نام مقام ہر چیز درج ہوتی ہے، پھر اس کے نیچے ملائکہ کی فوج کھڑی ہوتی ہے، پھر ملائکہ اس پتے کو اٹھاتے ہیں۔ جو نام پتہ لکھا ہوتا ہے وہ اس کو جا کے وہاں سے پکڑ لیتے ہیں اور اس طرح موت واقع ہوتی ہے“۔

خواتین و حضرات! یہاں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جو اس وقت local image تھی وہ درخت کی تھی مگر آپ اسے کمپیوٹر سے بدل دیجئے، ایک بڑا super computer جس میں کارڈ punch ہو رہے ہیں، کارڈ نکل رہے ہیں، نیچے بہت بڑا آفس ہے ملائکہ کا۔ جب کارڈ punch ہو کے باہر نکلتا ہے، یہ نکالتے ہیں، نام پتہ اٹھا کے چلے جاتے

ہیں اس محلے میں ------ مجھے ایک لطیفہ بھی یاد آیا کہ ہمارے ساتھ ایک جگہ ہے جسے ہم ڈھوک حیات علی کہتے ہیں۔ اسمیں ایک آدمی مر گیا، حیات علی مر گیا۔ جب اسے نہلا دھلا کے آگے لے جا رہے تھے تو اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ------ This is a factual incident. وہاں آنکھ کھل گئی، وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جب وہ اٹھ کھڑا ہوا تو لوگ پہلے تو بڑے پریشان ہوئے، چیخیں مار کے ادھر اُدھر بھاگے کہ یار یہ تو بھوت بن گیا ہے مگر جب اس نے کہا، نہیں نہیں، میں زندہ ہوں، تم ذرا ساتھ والے گاؤں کا حیات علی دیکھنا زندہ ہے کہ مر گیا۔ اس نے کسی کو بتایا ------ وہ گیا، ادھر اس نے دیکھا ویکھا، واپس آیا تو جس وقت اس کو ہوش آیا تھا، اس نے ٹائم نوٹ کیا ہوا تھا، اسی وقت وہاں وہ مر گیا تھا۔ اس نے پوچھا: ''تجھے کیسے پتہ لگا What happened to you?'' کہنے لگا: ''یار! میں تو مر گیا تھا۔ مجھے دو آدمی لے کے جا رہے تھے صحراء میں ------ بہت بڑا صحرا تھا ------ مجھے بڑی سخت پیاس لگی''۔ میں نے کہا: ''یار! پانی تو پلا دو''۔ ایک نے کاغذ نکالا، کہتا ہے: ''یار! تو نے تو زندگی میں کسی کو نہیں پانی پلایا ہوا۔ تجھے پانی نہیں ملے گا''۔ پھر اس نے کہا: ''ٹھہر جا ذرا! ٹھہر جا!'' پھر دوسرے نے دیکھا: ''یار! ایک دفعہ اس نے ایک رشتہ دار عزیز کو دودھ کا گلاس پلایا تھا'' تو پھر انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ پانی نہیں مل سکتا، ہاں، تجھے دودھ کا گلاس مل سکتا ہے۔ کہتا ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے صحراء میں ایک گائے پیدا ہوئی، پھر ایک گلاس پیدا ہوا۔ انہوں نے دودھ دوہا اور وہ گلاس انہوں نے مجھے دیا کہ یہ پی سکتا ہے تُو پانی نہیں پی سکتا۔ کہتا ہے اس کے بعد یہ ہوا کہ وہ مجھے لے کے ایک بہت بڑی بلڈنگ میں گئے، بڑا رش تھا، لوگ آ جا رہے تھے، جگہ جگہ ٹیبل لگے ہوئے تھے، مجھے لے کے وہ ایک ٹیبل کے پاس آئے اور کہا کہ حضور! یہ حیات علی آ گیا ہے۔ ٹیبل والے نے نظر اُٹھا کے دیکھا: ''اوئے بدبختو! کمینو!'' ------ ساتھ اس نے کوئی فائل دیکھی ہوگی نا، ------ ''او! یہ کس کو لے آئے ہو؟ یہ تو وہ حیات علی نہیں ہے۔ جاؤ! جاؤ! اسے چھوڑ کے آؤ وہ مانکیال کا حیات علی ہے۔ یہ تم سے کیا غلطی ہو گئی؟'' وہ کہتا ہے کہ بس اسکے بعد وہ فوراً گھبرا گئے۔ وہ بھی بھاگے۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ مجھے ہوش آ گیا اور مانکیال کا حیات علی فارغ ہو گیا۔

خواتین وحضرات! آپ کو پتہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس نے کیا کیا؟ پانی کی وہاں بڑی قلت تھی، اس نے ڈھوک حیات علی میں ایک بڑا کنواں کھدوایا۔ سارا دن کنویں کے کنارے بیٹھتا تھا، خود پانی نکالتا تھا، ہر آتے جاتے کو پانی دیتا۔ کہتا: ''یار! please یہ گلاس پی کے جاؤ۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ مجھے وہاں اسلئے پانی نہیں ملا تھا کہ میں نے زندگی میں کسی کو پانی نہیں پلایا تھا''۔

سوال و جواب

سوال: سوال آیا ہے کہ میوزیکل نعت کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟

جواب: وہ میوزک اگر پہلے کسی فلم سے گزر گیا تو اور بات ہے۔

میں آپ کو ایک مصدقہ چیز کی طرف لے جاتا ہوں کہ حضور گرامی مرتبت ﷺ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں، تو مدینہ کی بچیاں دف بجا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ ایک نعت گا رہی تھیں۔

طَلَعَ البَدرُ عَلَینَا   مِن ثَنِیَّةِ الوِدَاع
وَجَبَت شُکرُ عَلَینَا   مَادَاعَ اللهِ دَاع

اب آپ خود سوچو کہ میوزک بھی تھا، یہ دف بھی بجا رہی تھیں اور وہ نعت بھی سنا رہی تھیں...... یہ واقعہ ایسے ہی ہے، آپ نے بھی ایسے ہی پڑھا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ reasonable, respectable, background جو ہے موسیقی کا، جو شائستہ ہے، جسے سادہ لوگ سادہ سمجھتے ہیں، وہ نعت کے ساتھ منع نہیں ہے۔ مگر وہ میوزک جس کو normally Jampacked کہتے ہیں یعنی ایک تو میوزک ہوتا ہے، ایک رجز ہوتا ہے رجز جو دھواں دار عشقیہ شاعری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو پہلے کوئی ہیرو صاحب ہیروئن کیلئے گا چکے ہوں اور خاصی فلمی situation میں...... تو اگر آپ اسکو نعت کیلئے استعمال کرو گے تو وہ توہین رسالت کا باعث بنے گا، مگر جہاں تک صرف ایسے میوزک کا تعلق ہے جس کی مثال آپ کو پہلے مل چکی ہے کہ موزوں ہو، یعنی دف کو آپ دف نہیں سمجھو بلکہ It's a kind of musical instrument کہ جو اس وقت لڑکیاں بجاتی بھی تھیں اور ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی مدح بھی کرتی تھیں اور ہمیں مکمل اطلاعات موجود ہیں کہ یہ جو نعت اس وقت پڑھی گئی

طَلَعَ البَدرُ عَلَینَا   مِن ثَنِیَّةِ الوِدَاع

کہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند نے طلوع فرمایا اور حضور ﷺ ہمارے پاس آئے اور ہر شکر کرنے والے کو اس وقت تک شکر کرنا واجب ہے جب تک اس کی زندگی رہے کہ اللہ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صورت میں یہ نعمت عطا فرمائی۔ میرا خیال یہ ہے کہ افراط و تفریط کے درمیان میں اسکا جواب ہے کہ نہ تو اتنی سختی کہ سرے سے اس کا انکار کر دیں مگر یہ جو کسب ہم نے پکڑا ہوا ہے نعتِ رسول ﷺ کا particularly جب سیرت رسول ﷺ کا کوئی موقع یا میلادِ رسول ﷺ آتا ہے تو اس وقت کبھی گمان نہیں ہوتا کہ یہ میلادِ رسول ﷺ ہے۔ دور سے سننے پر لگتا ہے کہ مختلف

فلمی گانوں کی بھرمار ہوئی پڑی ہے اور ان کے میوزک چل رہے ہیں، تھرکتے ہوئے نوجوان ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا خرافات ہیں جو میلاد کے نام پر ہوتی ہیں۔ میلاد منانا جرم نہیں ہے مگر معیار decency ہونا چاہئے۔ اُس صاحبِ وقار کے منافی نہ ہو۔ اس لیے یہ تمیز اور ادب اور لحاظ کی judgement اپنی اپنی ہے۔ خدا ہمارے لوگوں کو توفیق بخشے۔

سوال: حکمتِ قرآن کے حوالے سے حروفِ مقطعات خصوصاً ''المرا'' کے بارے میں بتایئے؟

جواب: ''المرا'' کے بارے میں یہود کو تھوڑی سی سُن گُن تھی کہ یہ اس زمانے سے relate کرتا ہے جو کسی نبی کی حکومت کا ہو۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ ﷺ کو کیا عطا کیا گیا؟ تو انہوں نے ''خم'' کے عدد گنے، اسکے بعد پھر دوسرے سنائے گئے۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا: ''المرا'' تو وہ گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اس نبی کا زمانہ تو قیامت تک جائے گا اور وہ پریشان ہو کے چلے گئے۔ یہ ''ابتدائے حروف'' ہے اور ''انجامِ حروف'' ہے، یہ ''ابتدائے کائنات'' ہے اور ''آخرِ کائنات'' ہے، یہ ''ابتدائے حیات'' ہے اور ''آخرِ حیات'' ہے اور حضور ﷺ کا اقتدارِ عالم جو ہے وہ نبوت سے پہلے بھی تھا اور نبوت کے بعد بھی ہے۔

وہ ''غرض و غایتِ کائنات'' تھا اسی لیے قرآنِ حکیم میں یہود کو اللہ طعنہ دیتا ہے کہ اے نبی ﷺ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو تیرے حوالے سے یہ دعائیں کرتے تھے خواتین و حضرات! یہ یاد رکھیے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بعد میں تھے مگر قرآن کچھ اور کہتا ہے کہ: ''اے نبی ﷺ! ابھی تُو پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو یہود تیرے توسط سے (مدینہ کے یہود) ہم سے مدد مانگتے تھے، تیرے وسیلے سے ہم سے دعائیں کرتے تھے، غلبہ مانگتے تھے اور ہم ان کو عطا کرتے تھے۔ کیسے بدبخت ہیں کہ اب تیرا انکار کرتے ہیں۔ کیسے بدبخت ہیں!'' خواتین و حضرات! ان علماء کو دیکھیے جو رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہیں کہ چالیس برس پہلے وہ نبی نہیں تھے اور قرآن کو دیکھیے جو کہہ رہا ہے کہ تُو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا اے نبی! تو تیرے حوالے اور وسیلے سے لوگ دعا مانگا کرتے تھے۔ یہ صرف understanding کا فرق ہے۔ اگر ادب رکھا جائے تو کہا کہ نبی ﷺ تو نبی ﷺ ہی تھے مگر نبوت کے دعوے کو ایک خاص عمر تک اخفاء رکھا گیا تا کہ بحیثیتِ انسان ان کی صداقت و امانت کی انکا معاشرہ گواہی دیتا۔ اسکے بغیر دین نے آگے نہیں چلنا تھا۔

صادق وامین کے ٹائٹل کو حضور ﷺ کیلئے نبوت نہیں بلکہ انسانی conduct چاہیے تھا جو نبی ﷺ کو چالیس برس میں confirm ہوا مگر نبی تو وہ اس وقت بھی تھے ...... جیسے بقولِ قرآن ...... جب ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب ابھی غرض و غایتِ کائنات بن رہی تھی۔ نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب اللہ یہ سوچ رہا تھا کہ کوئی تو ایسا ہو جو مجھے properly جانے اور میری تعریف کرے۔ پھر اس نے آسمانوں پر "اسم احمد" رکھا، نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب داؤدؑ اور سلیمانؑ کے وظائف میں عہد نامہ عتیق میں کہا گیا کہ سب سے آخر میں "فارقلیط" آئے گا، The praised one آئے گا، نبی تو وہ اس وقت بھی تھے جب مہاتما سدھارتا بدھا سے نندا نے پوچھا: "اے استادِ محترم! تیرے بعد بھی کوئی استاد ہے؟" تو اس نے کہا: "ہاں! وہ اوّل و آخر، وہ بڑا" استاد ہے"۔ تو اس نے کہا: "کیا میں اسے دیکھ پاؤں گا؟" کہا: "ہاں، ہوسکتا ہے تُو اسے دیکھ لے، ہوسکتا ہے تیری زندگی میں نہ ہو"۔ تو نندا نے کہا: "اے بادشاہِ علم و فقر! اگر وہ آئے تو میں اسے کیسے پہچانوں گا؟" کہا: "اسکا ایک نشان ہوگا، 'مترا' (رحمت) اس کا ایک نشان ہوگا اور وہ اس نام سے پہچانا جائے گا، مترا کے نام سے، رحمت کے نام سے پہچانا جائے گا۔ نبی تو وہ پتہ نہیں کب سے تھے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جس نے انہیں نبی بنایا تھا، جس نے افضل الانبیاء قرار دیا، جس نے نسبتِ رسالت کو محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود سے اعزاز بخشا۔

سوال: استادِ محترم! آپ نے اپنے لیکچر کا اختتام حیات علی کی موت اور پھر جی اٹھنے پر کیا۔ "موت کا منظر" "مرنے کے بعد کیا ہوگا؟" اس پر کچھ کتابیں لکھی گئیں اور بہت سے لوگوں کو psycho case بنا گئیں۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ مرنے والے کی مرتے وقت اور مرنے کے بعد کیا کیفیات ہوتی ہیں؟ اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نزع کے عالم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: (اگر تم سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے؟ اور ہم مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے۔) کیا وہ مرنے والے کو نظر آتے ہیں؟

جواب: بھئی بات یہ ہے کہ "موت کا منظر" وغیرہ ان لوگوں نے لکھی ہے جو ابھی مرے نہیں ہوتے۔ میرا خیال ہے مرنے کے بعد وہ یہ کتاب نہیں لکھ سکتے۔

جو مثال میں دے رہا ہوں اس میں وہ مر گئے تھے۔ دیکھو نا، اللہ ہی perfect ہے۔

اب ملائکہ سے بھی کہیں کوئی ایک آدھ غلطی ہو جاتی ہوگی۔ One in billions۔ اگر ہماری one in hundred ہے تو ان کی one in billions ہو جاتی ہوگی تو اتفاق یہ ہے کہ ایک آدھا اس غلطی کا حیات علی شکار رہا اور اس کی وجہ سے ہمیں بھی خبر مل گئی، مگر یہ غلطی ہوتی بھی نہیں، ملائکہ کی یہ غلطی ہوگی مگر خدا کی طرف سے یہ اس لیے ہوا کہ کبھی کبھی اوپر والی دنیا کی خبر نیچے والوں کو بھی مل جائے۔ باقی رہا کہ اللہ نے کہا: ''آج سکرات میں اس کی آنکھ کیا تیز ہے'' کہ جن چیزوں پر پہلے اسکو اعتبار نہ تھا آج اسکا اعتبار قائم ہوا۔

خواتین وحضرات! ابن ہشام نے سیرت میں لکھا: حضور اکرم ﷺ بار بار ابو طالب سے درخواست کر رہے تھے کہ چچا آپ میرا کلمہ پڑھ لیجئے، حضرت عباسؓ بھی ساتھ کھڑے تھے اور انہوں نے بھی کہا: ''اے بیٹے اگر مجھے قریش کے طعنہ کا گلہ نہ ہوتا، کہ ابو طالب نے موت کی گھڑی میں کلمہ پڑھ لیا تو میں کلمہ پڑھ لیتا...... ابو طالب کے بڑے خوبصورت شعر ہیں۔ وہ ساتھ ساتھ شعر بھی پڑھ رہے تھے۔ عرب basically گفتگو بھی شعر میں کرتا تھا...... ابو طالب نے کہا کہ اگر مجھے لوگوں کے طعنے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور کہہ دیتا۔ یہ نہیں کہ میں تیرا قائل نہیں ہوں بلکہ میں ضرور یہ بات کہہ دیتا جو تو کہہ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ درخواست کی کہ چچا میں ضمانت دیتا ہوں، ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لو۔ پھر حضور ﷺ دل گرفتہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے کہ چچا بار بار کہنے پر اضطراب میں ہیں اور قبیلے کے دباؤ کی وجہ سے وہ بات نہیں کہہ رہے جو میں چاہتا ہوں تو اس عرصے میں سکرات شروع ہو گیا، جب سکرات شروع ہو گیا تو آگے بڑھتے ہوئے عباسؓ نے کان لگا دیئے۔ ابو طالب کچھ بڑبڑا رہے تھے، حضرت عباس ابن عبدالمطلبؓ نے کان لگائے تو کہنے لگے: ''بھتیجے! تمہارا چچا وہی پڑھ رہا ہے جو تم چاہتے تھے...... یہ سکرات کا وقت تھا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا چچا وہی پڑھ رہا ہے جو تم چاہتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں نے نہیں سنا میں نے نہیں سنا'' سکرات کے وقت کی statement آپ ﷺ کے کان میں نہیں آئی۔ تو یہ کا وقت سکرات تک ہے تو انہوں نے کہا: ''چچا! میں نے نہیں سنا''۔

سکرات میں جب موت کے خوف کا دباؤ پڑتا ہے تو brain کے وہ cells بھی کشادہ ہو جاتے ہیں جو زندگی میں نہیں کھلتے۔ اگر آپ LCD استعمال کریں، یا جیسے کوئی شخص بھنگ استعمال کرتا ہے تو physically بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو آپکے دماغ میں High degree sensitivity create کر دیتی ہیں، آپکے muscles میں، آپکی

sensitivity of brain میں بہت زیادہ اضافہ کر دیتی ہیں، غالباً آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دفعہ جب لاہور میں لسر جک ایمڈ کا نشہ شروع ہوا تو لوگ بڑے مست پڑے ہوتے تھے، ہنس رہے ہیں، مسکرا رہے ہیں، جب ہم پوچھتے کہ بھئی یہ کیا ہو رہا ہے تو وہ کہتے کہ we are on a trip یعنی ہم تو جنتِ ماوئی کی سیر کر رہے ہیں، بڑی بڑی لمبی چیزیں ہو رہی ہیں، یہ ہو رہی ہیں، وہ ہو رہی ہیں، یہ صرف اس وجہ سے کہ Brain cells حد درجہ sensitive ہو جاتے ہیں، اس طرح موت کے خوف اور دباؤ کی وجہ سے یہ sensitive' cells ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات زندگی میں بھی یہ sensitivity پیدا ہو جاتی ہے جیسے نوسٹر ڈیمس کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ مسلسل depressive حالات کی وجہ سے وہ اتنا sesitive ہو گیا تھا کہ اس کے brain میں Extra Sensory Perception(ESP) پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ پیشین گوئیاں کرنے کے قابل ہو گیا۔ شاہ نعمت اللہ ولی کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔

تصوف میں concentration art کے بعد جو ایک High degree ہے یعنی brain cells کی activity جسے telekinesis کہتے ہیں یا telepathic vission کہتے ہیں اس میں بھی یہ sensitivity پیدا ہو جاتی ہے اور موت کے وقت یہ خصوصی sensitivity پیدا ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ تمام چیزیں بقول پروردگارِ عالم کے وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ملائکہ، آثار، جو اسے لینے آتے ہیں، جدھر وہ جا رہا ہوتا ہے، ہر چیز وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کی چھوٹی سی مثال آپ کو بتاؤں کہ جیسے یہ حیات علی کا واقعہ پیش آیا، اس سے بہت پہلے حدیث مبارک ہے کہ ایک صحابیؓ فوت ہو گئے، غسل دیا گیا، ان کو اٹھا کے لے جا رہے تھے کہ رستے میں کانوں کی لو پھڑکی، لوگ چونکے ہوئے، وہ صحابیؓ اٹھ کھڑے ہوئے، پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ پوچھا: میری بہن کدھر ہے؟ لوگ کہنے لگے، پتہ نہیں کیا آفت آ گئی کہ ابھی زندگی میں واپس آئے ہیں اور آتے ہی بہن کا پوچھنے لگے۔ انہوں نے کہا: نہیں نہیں مجھے میری بہن کے پاس لے چلو۔ بہن وہاں بڑا ماتم کر رہی تھی۔ جاتے ہی ایک تھپڑ اسے زور سے مارا تو وہ کہنے لگیں، کیا ہوا بھائی؟ کیا دیوانہ ہوا ہے زندہ ہونے کی خوشی میں ...... اس نے کہا، نہیں بات یہ ہے کہ جب تو بین کر رہی تھی، میرے بارے میں بڑی بڑی تعریفیں کر رہی تھی تو میرے ساتھ ملائکہ چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھ کیا جھوٹ بول رہی ہے، اگر تو ایسے نہ نکلا تو ہم تیرا بندوبست کریں گے تو

خواتین وحضرات! افراط وتفریط کے درمیان ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا اصلی نہیں ہے، ایک مصنوعی سی دنیا ہے۔ میں اگر اس پر بہت تفصیل سے غور کروں، میں اگر یہ دیکھوں کہ یہ محدود ذرائع کی دنیا ہے، محدود زمانے کی دنیا ہے، کسی وقت بھی تباہ وبرباد ہوسکتی ہے تو میرے پاس کوئی امید نہیں رہتی۔ اگر زندگی اور موت کے بعد میری اُمید کسی سے قائم ہے تو میرے اللہ سے ہے تو پھر میں اس کے ساتھ کیوں نہ خوش گمانی برتوں؟ میں کیوں اسے ظالم سمجھوں؟ میں کیوں اسے محتسب سمجھوں؟ میں اس کی ابتدائی صفات سے اسے کیوں نہ پہچانوں؟ میں اسے "رحمان ورحیم وکریم" کیوں نہ سمجھوں؟ جب میرا اسکا معاہدہ ہے، جب مجھے اس نے وعدہ دیا ہوا ہے: "وَكَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ رَحْمَةً" کہ میں ہر حال میں تم پر رحم کروں گا تو کیا رحمت میں جہنم شامل ہوسکتی ہے؟ نہیں ہوسکتی..... تو پھر مجھے کیوں نہ خدا کی بات کا یقین آئے، مگر مجھے جواب میں کیا کرنا ہے؟ میں اپنی خطا سے درگزر رہا ہوں، میں اپنے حواس سے درگزر رہا ہوں، مجھے تو یہ جاننا ہے کہ اے ربِ کریم! اس تیرے عہد وپیمان کے وارث ہونے میں مجھے کیا کرنا ہے؟ تو اللہ مجھے کہتا ہے کہ تہہ دل سے اے بندہ خدا! ایک دفعہ مجھے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دے تو خواتین وحضرات! اگر یہ بھی مشکل ہے نا، تو پھر اللہ ہی آپ کا حافظ ہے۔ اگر پوری زندگی میں، پورے ہوش وحواس میں یقین اور اثبات کے ساتھ ایک دفعہ بھی اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا مشکل ہے تو پھر آپ خود سوچو کہ آپکا کیا استحقاق اللہ کی رحمت پر بنتا ہے۔ It means you don't believe in God at all.

سوال: کیا کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے؟ اور دوسرا سوال تھوڑا interesting ہے کہ موجودہ حالات میں یونیورسٹی میں لڑکیوں سے دوستی کرنا جائز ہے؟

جواب: خالی لڑکیاں کیوں.....؟ عجیب بےتکا سوال ہے۔ اگر تو آپ یہ سوال کرتے کہ کیا لڑکے اور لڑکیوں کی آپس میں دوستی جائز ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ حدوداللہ کو دیکھیں تو یہ دوستی مرد اور عورت میں نہیں ہوسکتی۔ دوستی ایک قسم کی اجناس میں ہوتی ہے، ایک قسم کے pattern میں ہوتی ہے۔ لڑکی اور لڑکا مختلف اجناس ہیں اس لیے ان میں دوستیاں نہیں ہوسکتیں۔ اس دوستی کے پیچھے ایک ہی غرض ہے اور وہ procreative مقاصد کیلئے اکٹھا ہونا ہے جیسے پطرس نے کہا تھا کہ کوئی پتہ نہیں کہ کب بھونکنے والے کتے بھونکنا بند کرکے کاٹنا شروع کردیں۔

یورپ کی اصلاح میں جو friend اور boy friend کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کچھ پتہ نہیں ہے کہ boy friend, اور girl friend کس وقت ------ friendship ختم کر کے boy اور girl ہونا شروع کر دیں اور normally اس قسم کی تقسیم کا کوئی پیمانہ انسانی معاشرے میں بالکل موجود نہیں ہوتا۔ Hostilities موجود ہیں۔ Both the sexes are very very different in nature اور انکو پتہ ہے کہ ہمارے مقاصد کیا ہیں اور انکو پتہ ہے کہ ہماری صحبتوں کے اثرات کیا ہیں اس لیے اگر تو یہ معاملہ یونیورسٹی اور کالج میں صرف اس دعا وسلام تک رہے جس کے مقاصد تعلیم ہیں تو یقیناً جب ایک جگہ پڑھیں گے تو اس دعا وسلام میں تو کوئی حرج نہیں ہے مگر جب یہ لفظ دوستی استعمال کیا جائے تو دوستی بعض معاملات ظاہرہ اور باطنیہ میں interdependence ہے۔ دوستی بہت بڑا لفظ ہے جس کو ہم انتہائی قربت کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک interdependence ہے۔ feelings کی اور emotions کی ------ اگر کوئی بھی لڑکا اور لڑکی اس interdependence تک پہنچ جاتے ہیں کہ

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالی و در ماندگی

اگر دوستی کا اصل مطلب دیکھا جائے تو وہ صرف سلام دعا نہیں ہوتا۔ دوستی تو بہت ہی قریب کی چیز ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کی feelings کسی مرد اور عورت میں پیدا ہوتی ہیں تو I don't think that's a local condition. وہ ایک مستقل تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی دوستی صرف میاں اور بیوی میں ہو سکتی ہے۔

آپ دیکھئے کہ تاج محل بنایا گیا۔ دنیا میں محبت کی بہت ساری علامات ہیں۔ وہ ایک احمقانہ سا valentine's day بھی منایا جاتا ہے۔ کسی کو صحیح valentine کا پتہ، نہ اس کے origin کا پتہ ہے نہ یہ پتہ ہے کہ وہ کون صاحب تھے؟ کیا تھے؟ بس منائے جاتے ہیں۔ بھئی! ایک "تاج محل ڈے" نہ منایا گیا کبھی ------ کیوں؟ میاں بیوی کی محبت کا جو اس دنیا میں سب سے بڑا symbol ہے، وہ تاج محل ہے مگر کمال کی بات ہے، ہمارا حال دیکھیں کہ "تاج محل ڈے" تو آج تک ہم نے کبھی منایا ہی نہیں جس کے بارے میں ایک top class historian کے ذرا جملے آپ سن لو کہ:

It's a lyric in stone, It's a dream in marble, It's an eternal tear on the cheeks of mortality and the finest monument of conjugal love and fidelity.

یہ تو آپ نے کبھی نہیں منایا۔ صرف valentine day ہی منائے جا رہے ہوتے ہیں Now
I again repeat ذرا ان الفاظ پر غور کرنا۔ بڑا ہی مشکل ہے کہ اتنے خوبصورت الفاظ میں
کسی چیز کی تعریف کی جائے۔ اس نے کہا: It's a dream in marble... ''یہ ماربل کا
ایک خواب ہے''۔ It's a lyric in stone ''یہ پتھر میں ایک غزل لکھی ہوئی ہے''......
and the eternal tear on the cheeks of mortality ''فنا کے عارض
پہ ڈھلکتا ہوا یہ لافانی قطرہ ءآرزو ہے'' اور The finest monument of conjugal
love and fidelity کہ ''یہ ازدواجی زندگی کی محبت اور دوستی کا خوبصورت ترین نشان اور
نمونہ ہے'' ......اسکو تو کوئی بھی نہیں مناتا and i must say this particular
concept of friendship in female and males never been
had before اور جہاں بھی یہ concept زیادہ مستعمل ہوا ہے جیسے یورپین life
flash کر رہی ہے جس کے نتائج میں شادی ختم ہو گئی ہے، ذمہ داری ختم ہو گئی ہے۔ آپ غور
کریں کہ Fifty percent there are no marriages in England باقی
50% میں صرف partnership لکھی جاتی ہے، marriage نہیں لکھی جاتی ہے۔
Living together کے concepts آ گئے ہیں۔ دوستی کے عنوان سے شروع ہوتے
ہوئے چار پانچ بچے عورت کے ذمے چھوڑ کر آپ چلتے بنتے ہیں۔

خواتین و حضرات! This is a very very irresponsible to
the youth کیونکہ youth کو بغاوت کی عادت ہوتی ہے۔ وہ ابھی محبت کے معنی نہیں سمجھتا
اور محبت کر رہا ہوتا ہے۔ ابھی بھی یہ جو لفظ دوستی استعمال ہوا ہے غلط استعمال ہوا ہے۔ They
are only asking for the submissive attitude to love somebody and to be loved in return.

جو مسئلہ بیعت کا ہے وہ میں آپ کو بتاؤں کہ بیعت کیا چیز ہے؟ ایک حدیث ہے:
''اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِی رُشْدِی وَاَعِذْنِی مِنْ شَرِّ نَفْسِی'' (اے اللہ مجھے خیال خیر الہام کر اور مجھے

نفس کے شر سے بچا) تو basically جب کوئی بھی انسان خدا اور رسول ﷺ کو اپنی ترجیح اوّل قرار دیتا ہے، priority چنتا ہے تو اس کی دوسری طلب ان وسائل کی ہوتی ہے کہ جو آپ کو منزل سے قریب تر کر دیتی ہے۔ بسا اوقات آپ اس شخص کو، تصوف میں اس شخص کو ڈھونڈتے ہیں جو دعویٰ نہیں شعور رکھتا ہو اور آدمی جب اس کی خدمت میں جاتے ہیں تو اس سے ایک سودا کرتے ہیں۔ خواتین و حضرات! بیعت ایک سودا ہے۔ جب یہ سودا کرتے ہیں تو استاد پوچھتا ہے کہ بھئی کیا چیز چاہیے تمہیں؟ تم اتنے دیوانے کیوں ہو کہ جان بیچنے آ گئے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں آگہی چاہتا ہوں، میں شناختِ ذات چاہتا ہوں، میرا مقصد خدا کی پہچان ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ یہ سودا آپ کے پاس ہے۔ میں جان بیچنے آیا ہوں، میں اس کی قیمت دینے آیا ہوں......
دراصل بیعت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ خدا کی پہچان، اس کے علم، اس کی قربت، اسکی محبت کے سودے پر آپ اپنی زندگی کو داؤ پر لگاتے ہو اور کسی مرشد کے حوالے کرتے ہو کہ آپ جو چاہو مجھ سے لے لو اس غلامی کے بدلے......

جب چشتیہ بزرگوں کے پاس لوگ جاتے تھے، young لوگ جاتے تھے، بڑے مشتاق ہوتے تھے کہ ہم آپ سے اللہ کی محبت چاہتے ہیں، آپ لوگ خدا کے برگزیدہ ہیں تو وہ کہا کرتے تھے:

"وَلَا تَحلِقُوا رُءُوسَكُم حَتّٰى يَبلُغَ الهَدیُ مَحِلَّهٗ" (البقرہ ۲:۱۹۶)

کہ قربانی بغیر سر منڈائے نہیں ہوتی اس لئے پہلے سر منڈا کے آؤ تو اس زمانے کے اساتذہ Early narcistic pressure کو توڑنے کیلئے نوجوانوں کو خوبصورت زلفیں تراشنے کو کہتے جیسے آج کل نوجوان لڑکوں میں لمبے لمبے بالوں کا trend ہے۔ حسین فیشن جو آج چلے آتے ہیں، اوٹ پٹانگ بھی ان میں سے آتے ہیں۔ تو اس وقت اُس نوجوان کو راہِ ہدایت میں قدم بہ قدم چلانے کیلئے سب سے پہلے کہا جاتا تھا کہ چلو ٹنڈ کر لو، اسکا سر منڈاؤ۔ مگر بات یہ ہے کہ ہدایت نہ سر منڈانے میں تھی، نہ لمبے بالوں میں تھی۔ یہ ایک attitude تھا کہ Love is only known for what you'r ready to give for it? کہ تم محبتِ خدا کیلئے کیا دینے کو تیار ہو......

اگر محبت کا کوئی پیمانہ ہوتا کہ محبت کس کو کہتے ہیں؟ تو اس کی واحد definition یہ ہے کہ "محبت" ایک چیز ہے جس کو کسی اور چیز سے replace نہیں کیا جا سکتا کہ "الصِّفَاءُ صِفَتُ

الاَحبَاب" کہ یہ صفائے قلب جو ہے، جو اللہ کے دوستوں کی علامت ہے" وَھُم شُمُوسُ بِالاَسحَاب "اور یہ وہ آفتاب ہے جس پر بادل کے سائے نہیں پڑتے تو یہ جو محبت ہے، جو خدا کی محبت ہے یہ کسی چیز کا نعم البدل نہیں ہے اور اللہ نے بھی آپکو سنا کے کہہ دیا: "لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" مجھ سے دعوٰی، محبت نہ کرنا......! یہ محبت کا دعوٰی مجھ سے نہ کرنا......! میرے حضور اس طرح نہ آنا یہ کہنے کہ اللہ! ہمیں تم سے بڑی محبت ہے۔ یہ نہ کہنا......! حتیٰ کہ تم اپنی محبتوں (باقی محبتوں) کی قربانی نہ دے دو۔ مگر خواتین و حضرات! خدا یہ نہیں چاہتا کہ لوگ دیوانے ہو کے اس کیلئے نکل پڑیں۔ اگر خدا کو دیوانگی اور "جنونِ محبت" مراد ہوتا تو محمد رسول اللہ ﷺ کسی جنوں میں آپ کو تبلیغ کرتے۔ مگر ایسا نہیں ہے، جو اللہ کو سب سے زیادہ خوبصورت انسان لگا، جس نے سب سے زیادہ خوبصورت انداز میں خدا کی تعریف کی، جو سب سے زیادہ اپنے پروردگارِ عالم سے ڈرا اور محبت کی وہ اتنا معتدل ہے، اتنا معتدل ہے کہ لگتا یہ ہے کہ بہترین علم، بہترین اعتدال خدا کی محبتوں کا بہترین مرکز ہے۔ سو اگر آپ بیعت کیلئے نکلنا چاہو، جب آپ بیعت کیلئے جاؤ اور مقصد علم ہو، مقصد شناخت ہو، مقصد اعتدال ہو تو پھر اگر کوئی استاد ملے تو بہتر ورنہ میرا خیال یہ ہے کہ آج کے دنوں میں بیعت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے آپ کو آزاد رکھو اور جہاں سے بھی علم ملے حاصل کرو۔ علم حاصل کرو چاہے اس کیلئے تمہیں چین جانا پڑے۔ (حدیث) تمہیں اتنی دور دراز سے علم ملے تو حاصل کرو، اگر تمہیں self کی شناخت یورپ سے ملتی ہے تو وہاں سے حاصل کرو مگر وہاں آپ بیعت تو نہیں ما کر سکتے۔ مگر خدا کو سامنے رکھو، گائیڈ کرنے والے اصحاب کی معرفت کو اپنا مقصد نہ بناؤ۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ آپکو مل جائے گا اور اللہ آپکو مقامِ معرفت ضرور عطا کرے گا۔

آخر میں اس سوال کے جواب میں سید ہجویریؒ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ وہ میرے شیخ و مرشد ہیں، سلسلہ جنیدیہ کے استاد ہیں اور میرے دل میں اپنے شیخ کا بڑا انس ہے، انکے علم کا بڑا اعتراف ہے۔ فرمایا کہ "جب ہم خدا کی تلاش میں نکلے تو میں نے خراسان میں صرف تین سو پینسٹھ اولیاء کو محوِ عبادت دیکھا اور میں نے ان پر نظر کی۔ کچھ خوش بخت تھے، کچھ خوش نظر تھے، کچھ خوش مقام تھے اور میں نے کسبِ علم تصوف میں ہزاروں شیوخ سے ملاقات کی مگر اے طالبِ الہٰ! اے طالبِ حق! ایک وقت آئے گا جب تو خدا کی تلاش میں نکلے گا تو تجھے کوئی بھی "صاحبِ نظر" نظر نہیں آئے گا تو پھر کیا تو خدا کی تلاش ترک کر دے گا؟ تو میری اتنی بات یاد رکھنا کہ جو قدیم کا رب

ہے اور جو زمانہ، آخر کا ربّ ہے وہ تیرا بھی ربّ ہے اور اس کو اخلاص مراد ہے اور جب تُو اپنا اخلاص اس کے حضور پیش کرے گا تو بغیر واسطہ، بغیر کسی شیخ کے بھی وہ تیرے دل پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے گا اور بغیر بیعت کے بھی وہ تجھے رُشد و ہدایت دے گا"۔ اللہ ہمیں ایسا ہی عطا فرمائے۔

سوال: براہ کرم عصر، دہر، زمان اور وقت کو differentiate کریں۔

جواب: عصر کے بارے میں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم "امتِ عصر" ہیں یعنی باقی قومیں جو ہیں وہ اگر صبح، دوپہر تک رہی ہیں تو ہم اس وقت میں آئے ہیں جس کو تمام اقوام کا "وقتِ عصر" کہتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ "ہمارا وہ حال ہے کہ ایک شخص مکان تیار کرتا ہے، اسکا تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے، مکان پورا ہو چکا ہے۔ مستری پیسے لے کے چلے گئے، مزدوری لے کے چلے گئے مگر اس کو مکان مکمل کرنا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے کہیں سے مزدور مل جائے، پھر اس کو مزدور مل گیا، وہ اسے کہتا ہے کہ تم سارے دن کے پیسے لے لو، جتنی پہلے مزدوروں نے ساری مزدوری لی ہے اتنی تم کو دوں گا، بس میرا مکان مکمل کر دو"۔ تو فرمایا: "ہم اس مزدور کی طرح ہیں"۔ کہ باقی اقوام نے جو محنت کی، جو بھی اس پہ اتنا وقت لگا، جتنی مزدوری انہوں نے لی...... کہ اے اُمتِ وسطیٰ! اے اُمتِ عصر! (جو ہم ہیں) آپ تھوڑی محنت کرو گے اور صلہ اُنہی اقوام کی شدید محنتوں کا سا پاؤ گے:

"وَالعَصرِ ○ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ ○ اِلاَّ الَّذِینَ اٰمَنُو وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوا
بِالحَقِّ وَتَوَاصَوا بِالصَّبرِ" (العصر ۱۰۳ : ۱-۳)

خواتین و حضرات! میں نے اس آیت کی وضاحت میں ایک دفعہ ایک محترم عالم کو دیکھا کہ انہوں نے اس کے بہت سارے ٹکڑے کر دیئے جیسے کسی کے ایمان کا ٹکڑا ہو...... قبول کرنا، کلمہ، وغیرہ وغیرہ...... اسمیں انہوں نے ایک ٹکڑا add کر دیا کہ مسلمان کو اس وقت تک نجات نہیں ملے گی جب تک ہر مسلمان تبلیغ نہیں کرے گا۔ وہ ماشاءاللہ بڑی مشہور علمی شخصیت ہیں ...... انہوں نے اسلام کے بنیادی ارکان میں یہ رکن بھی شامل کر دیا تھا کہ کلمہ پڑھنا، نماز، حج، زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ یہ بھی شامل ہے کہ آپ جب تک تبلیغ نہیں کرو گے آپ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ میرا تو خیال ہے وہ بیچارے گونگے بہرے سب کام سے گئے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ جنت میں جائیں۔ وہ تمام بچے بھی گئے جو شعور تک نہیں پہنچے۔ وہ تو سرے سے جنت میں جانے کے قابل ہی نہیں

ہیں ۔ باقی وہ جوان، بڑے بوڑھے جن کو ایک لفظ اسلام کا نہیں پتہ جو محض رسم عبادت تک تھے، دو چار وہ لوگ جو پڑھنے لکھنے والے لوگ ہیں ان میں سے جو ڈاکٹرز ہیں، scientists ہیں، جن بیچاروں نے مذہب کے بارے میں رسمی طور پر عبادت کا ہی علم رکھا اور انہیں زیادہ خدمت خلق کا حصہ ملا، وہ بھی جنت سے گئے ۔ باقی رہ گیا میں اور ڈاکٹر ذاکر نائیک تو اس قسم کی احمقانہ statement دینے والے عالم بھی موجود ہیں کہ جو اپنے خود خیال کو مذہب کا حصہ بنا لیتے ہیں ۔

تبلیغ ایک استحقاق ہے علم کا، تبلیغ خداوند کریم نے line out کی ہے کہ "اُدعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَۃِ" بلا! اللہ کی طرف علم وحکمت کے ساتھ "وَبالمَوعِظَۃِ الحَسَنَۃِ" اچھے کلام کے ساتھ، خوبصورت زبان کے ساتھ، شائستگی اور ترفع کے ساتھ "وَجَادِلھُم بِالَّتِی ھِیَ اَحسَن" اور اگر بحث سے واسطہ پڑے تو تعیص اور دیدہ زیب بات کا تجھے علم ہونا چاہیے، جدلیات لفظ کا علم ہونا چاہیے، انداز فکر کا علم ہونا چاہیے، شرق و مغرب کی گفتگو کا علم ہونا چاہیے مگر خواتین و حضرات! پھر کتنے لوگ جنت کیلئے qualify کریں گے؟ اگر یہ ساری چیزیں بقول خدا تبلیغ کے اندر inclusive ہیں اور اگر یہ فریضہ ہے ہر اس شریف اور غریب مسلمان پر جس نے روٹی کمانے کے سوا اور کوئی کام نہ کیا، جو مشکل سے محنت کر کے رسول اللہ کی بات مان کر اللہ کو مان کر جنت کا قصد کرتا ہے، توقع کرتا ہے تو پھر اسکا کیا بنے گا؟

آیئے آپ کو حدیث سناؤں! ایک بدو آیا He was not known before اصحاب نے کہا کہ وہ منمنا رہا تھا یعنی آواز بڑی باریکی سے ناک میں سے آتی تھی ۔ "پُیں پُیں" کر رہا تھا ۔ ظاہر ہے وہ دیہاتی بیچارہ اور کیا بولتا، کوئی "ڈاکٹر صاحب" کی طرح تھوڑا ہی تھا...... تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے جنت کیلئے کیا کرنا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کو ماننا، کلمہ پڑھنا اور پانچ وقت کی نماز ادا کرنا، پھر اس میں تُو نوافل سے اضافہ کر لے یعنی تہجد بھی پڑھ لے ۔ کہا: کہ نہیں میں تو پانچ نمازوں سے ایک کم نہیں کروں گا، ایک زیادہ نہیں کروں گا، میں نہیں پڑھوں گا، اگر پانچ وقت کی نماز ہے تو بس اتنی ہی پڑھوں گا، میں نے کوئی نفل نہیں پڑھنے ۔ فرمایا: اچھا! اس نے کہا کہ مجھے اور کیا کرنا ہے یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: "تم نے اتنی زکوۃ دینی ہے اور اگر تم چاہو تو اس میں زیادتی کر لو خیرات اور صدقات کے ذریعے" ۔ اس نے کہا: نہیں میں نے بس زکوۃ دینی ہے نہ ایک پیسہ زیادہ نہ ایک کم ۔ کہا: اچھا! اور

یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا: حج ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے پانچ باتیں گنوائیں۔ اس شخص نے بار بار یہ بات کہی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں پانچ نمازوں سے ایک نماز بھی زیادہ نہیں پڑھنی، میں نے تیس روزوں سے ایک روزہ زیادہ نہیں رکھنا، میں نے زکوٰۃ سے ایک پیسہ فالتو نہیں دینا۔ اب بس جو کچھ آپ نے کہا ہے، اگر یہی جنت کا سودا ہے تو میں نے قبول کیا۔ اتنا میں کروں گا۔ اٹھا اور چل دیا تو رسول کرم ﷺ نے فرمایا: "اگر اس نے اپنے اس عہد و پیان کی حفاظت کی تو یہ جنتی ہے"۔ اگر اس نے اس ultimate، لازمی بات کی حفاظت کی تو دیکھ لو کہ یہ جنتی ہے۔ خواتین و حضرات! سرکارِ رسالت مآب تو اس طرح جنت دے رہے ہیں۔ "ڈاکٹر صاحب" پر اگر بات پڑتی تو بڑی مشکل ہوتی۔

دوسرا لفظ "دھر" کا ہے۔ "دھر" صدیوں میں محیط عرصے کے ایک packet کو کہتے ہیں۔ millennium مگر شاید ten millennium کے زمانے کو "دھر" کہتے ہیں۔ اس لیے جب سورۃ دھر کا نزول ہوا قرآن کی یہ آیت اتری کہ "ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا" کہ بلاشبہ زمانے میں انسان پر ایک طویل عرصہ ایسا گزرا کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا تو اس سے ہمیں "دھر" کی مسافت کا پتہ لگ جاتا ہے کیونکہ ابھی انسان نے بڑی ترقی کر لی، بڑی progress کر لی and from the first cellular human being, single cellular human being سے ترقی کرتے ہوئے جو modern انسان تک آنے کا ٹائم ملا ہے یہ دو ارب سال کے قریب ہے۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو اس سورت کا دائرہ تخلیق ہے وہ دو ارب سال ہے "دھر" سے یہاں جو مراد ہوگا وہ دو ارب سال ہوگا۔ اسی طرح جب قرآن حکیم کو آپ دھر کے فاصلوں سے ماپتے ہو تو بعض اوقات دو آیات اوپر تلے آتی ہیں "ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" (کہ خدا ہی ہے جس نے جملہ زمین کے اسباب تخلیق کیے) "ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" (پھر بلند ہوا آسمانوں کو اور سات آسمان درست کیے۔) یہ اوپر تلے کی آیات ہیں مگر یہاں وقت کے بجائے لفظ دھر استعمال ہوگا کیونکہ اس کی مدت چار ارب سال ہے۔ ان دونوں آیات پر اگر ہم مدت کا تعین کریں گے تو یہ چار ارب سال ہیں جو زمین کو سورج سے علیحدہ ہو کے، ٹھنڈا ہو کے، اسباب ضرورت انسان پیدا کر کے، انسان پیدا کر کے آج کے زمانے تک پہنچتے ہوئے جو ٹائم لگا اس کو ہم "دھر" کہیں گے۔ پھر جب خدا نے

زمانے پر فخر کیا اور زمانے کو تخلیق کیا تو یہ چھا رب سے آگے بڑھتا ہے اور پھر یہ بے حساب ہو جاتا ہے جب خدا یہ کہتا ہے کہ "لَا تَسُبُّو الدَّهرَ اَنَا الدَّهر" (زمانے کو بُرا مت کہو، میں خود زمانہ ہوں) یہاں دھر کا مطلب change ہو جاتا ہے۔ یہاں دھر کا مطلب "مقدر" ہوگا۔ جب آپ گلہ کرتے ہو یا آپ کہتے ہو: "بہت بھیڑا وقت سی جی! او جی! اَج دے دِن تُوں بھیڑا دن نہیں ویکھیا"۔ تو دن کسی اور نے نہیں خدا نے بنایا ہے۔ وقت کسی اور نے نہیں اللہ نے بنایا ہے۔ جب آپ وقت کو بُرا کہتے ہو یعنی جب آپ یہ کہتے ہو: "کیسی منحوس گھڑی تھی" تو یہ آپ خدا کو کہہ رہے ہو کہ تُو نے آج کی گھڑی بڑی غلط بنائی ہے۔ جب آپ یہ کہتے ہو کہ "مقدر ہی خراب سی، زمانہ ہی خراب اے" تو آپ خدا کو گلہ کر رہے ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ جان لو، یہ سمجھ لو کہ "زمانے کو بُرا مت کہنا، میں زمانہ ہوں"۔ میں خدا ہوں، میں نے بنایا ہے اور اگر تم آج غریب ہو اور زمانہ بُرا ہے اور کل امیر ہو زمانہ اچھا ہے تو یہ دونوں صورتوں میں تمہاری خرابی ہے اس لیے کہ "تِلکَ الاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَینَ النَّاسِ" میں ہوں جو لوگوں میں دن اور رات بدلتا ہوں، میں ہوں جو عصر بدلتا ہوں، میں ہوں جو زمانہ بدلتا ہوں۔ تو دھر جو ہے دونوں طرف ایک ہی عمدگی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور "زمانے" کا لفظ قرآن کبھی استعمال ہی نہیں کرتا۔ یہ حرف زائد ہے اور "وقت" کا استعمال خدا چھوٹے limit میں، چھوٹے دوران کیلئے کرتا ہے۔ مثلاً "یَسئَلُونَکَ عَنِ الاَهِلَّةِ قُل هِیَ مَوَاقِیتُ لِلنَّاسِ وَالحَج" جب پوچھا گیا کہ چاند کیا ہے؟ تو کہا کہ اس میں لوگوں کیلئے اوقات ہیں۔ "وقت" ایک چھوٹے unit کے طور پر خدا استعمال کرتا ہے جس کی limit ایک مہینہ اور، ایک دن ہو سکتی ہے۔ خدا اپنے لحاظ سے چھوٹی limit کے لیے لفظ "وقت" استعمال کرتا ہے اور "عصر" اس وقفہ حیات کو کہتا ہے جو مختصر ترین ہے مگر انتہائی نفع بخش ہے اور جو عصر کو neglect کرے گا وہ خسارے میں رہے گا۔

رسولِ کرم ﷺ نے صرف ایک مرتبہ بددعا دی ہے جب بنو قریظہ کی فتح کے دوران ان کی عصر قضا ہوئی تو خدا کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی کہ اللہ ان پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے ہم سے ہماری عصر چھین لی ہے۔

سوال: اگر ہم قرآن کو آزاد ذہن سے سمجھنا چاہیں تو ہمارے لیے کن skills کی ضرورت ہے جبکہ ہم پاکستان میں اردو جانتے ہیں اور صرف ترجمہ کو سمجھ سکتے ہیں۔

جواب: بات یہ ہے کہ opinion making کا problem ہوتا ہے۔ جب تک آپ

تسلی سے enough information نہیں اکٹھی کر لیتے، اگر آپ opinion making سے بچے رہو تو آپ علم حاصل کرتے ہو کہ جب آپ نگلتے اور اگلتے ہو تو اسے علم نہیں کہا جا سکتا۔ علم آپ کے اندر ٹھہرنا چاہیے۔ اس پر غور کرو پھر اسے عمل میں لاؤ۔ ایک آدمی کی آپ نے opinion سنی پھر اسکے بعد آپ اسکے قائل ہوئے اور فوراً بعد دوسرے کی آپ نے مخالفت اس لیے شروع کر دی کہ جو پہلے استاد نے کہا ہے وہ final ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا تحمل برتو اور آراء کو پڑھتے رہو تو آپ کو اللہ نے ایک choice دیا ہے اور مجھے یقین ہے، مجھے پورا پورا یقین ہے کہ ہر بندہ آراء کو جمع کرے اور سب کی پڑھے تو وہ یقیناً ایک بہتر رائے پر پہنچ سکتا ہے۔

میرا خیال یہ ہے، میں یہ کہوں گا کہ جب تک انسان فیصلے کی عمر کو نہ پہنچے اصول اور اخلاق کے لحاظ سے maturity of opinion تک نہیں پہنچے He should not make an opinion. باقی تعلیم میں کوئی حد نہیں۔ آپ جو کچھ بھی پڑھ سکتے ہو پڑھو، جو چاہو پڑھو، جسکا چاہے کلام پڑھو مگر جب تک آپ فیصلے کی عمر کو نہیں پہنچتے آپ اپنے آپ کو کوئی رائے دینے سے بچاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ آپ جلدی میں کسی متفقہ فیصلے پر کوئی بڑی غلطی کر جاؤ and you should always seek more and more guidance on the situation اور کسی بھی آنے والے نقطۂ علم کو ignore نہ کیا جائے۔ آپ کو ہر نقطۂ علم کی طرف لپکنا چاہیے، جیسے کوئی مرغی جو ہے نا، ہر وقت کسی گری ہوئی چیز کو لپکتی ہے۔ طالبِ علم کا معیارِ جستجو یہ ہونا چاہیے کہ کہیں سے ایک ذرۂ علم بھی دستیاب ہو It should be in your clutches if you are a good student.

سوال: Sir! what do you say about the use of credit card in respect of Islamic principles?

جواب: Why in respect of Islamic principles? You just tell me why? There is no Islamic principle.

نہ نظامِ حکومت ویسا، نہ نظامِ عدالت ویسا، نہ نظامِ معیشت ویسی ...... آپ کیوں بیچارے Islamic system کو بیچ میں involve کرتے ہو۔ You are asking this question in one single individual capacity آپ ایک آدمی ہو جس کو اس سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ اگر آپ کے پاس choice ہوگا تو اس کو change کر سکو گے۔

You have no other option, you have no option to change the present monitory system or banking system.

Why are you insisting on those questions?

جن کا جواب سن کے صرف آپ کو ذہنی کوفت ہو سکتی ہے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ایک مسلمان ہو تو پہلے آپ اسلامی نظام تخلیق کرو گے۔ آپ سُود سے نجات کا نظام تخلیق کرو گے۔ یہ تو اس کے بچے ہیں چھوٹے چھوٹے، سُودی نظام کے بچے ہیں، آپ کا ملک سُود پر چل رہا ہے، آپ کی مسجدیں سُود پر بن رہی ہیں، آپکی سڑکیں سُود پر بن رہی ہیں، پانی سُود پر مل رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے ----- مبارک ہیں وہ ہستیاں جنہوں نے پندرہ سو سال پہلے آپ کا حال دیکھ لیا ----- فرمایا: ''وہ وقت آئے گا، میری امت پر وہ وقت آئے گا جبکہ سُود نہیں تو اس کا دھواں ہر گھر میں پہنچے گا''۔ کیا یہ وہی وقت نہیں ہے کہ آپ میں شعور نہیں تبدیلی کا، آپ کو اسلامی نظام کی acceptance کا شعور نہیں ہے؟ خدا تو صاف کہہ رہا ہے کہ تم میرے ساتھ یہ دھوکا نہ کرو ----- آدھی democracy مار رہے ہو، آدھا یورپی monitory system مار رہے ہو، آدھا communist system مار رہے ہو۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو میرے ساتھ۔ خالی نماز میری رکھ لی ہے، روزے میرے رکھ لیے ہیں، باقی system ادھر اُدھر سے لیکر مجھے بدنام کرنے کیلئے یہ سلسلہ چلا ہے۔ اگر تم نے اسلام کا فائدہ اٹھانا ہے، اگر تم نے دیکھنا ہے کہ کونسا system اچھا ہے تو جیسے تم پورے democratic system کو in full قبول کرتے ہو، جیسے communist system کو full قبول کرتے ہو جیسے control democracies کو تم مکمل استعمال کر رہے ہو "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً" ''تو اے اہلِ اسلام! اگر تم نے system کو اسلامی بنانا ہے تو پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ''۔ نظام صدقات ہو، زکوٰۃ ہو۔ حکومت کے پاس اپنے حقوق ہوں۔ عوام کے یہ حقوق ہوں کہ عمرؓ کا گریبان پکڑ سکیں۔ آپ کی شرع آپ کے ساتھ موجود ہو، آپکے قوانینِ ادب اسلامی ہوں، آپ کے قوانینِ فلاح و بہبود اسلامی ہوں پھر جب سارا مل کے تمہیں اسلام سے کوئی تکلیف ہوئی! پھر مجھے آ کے گلہ کرنا۔ اللہ کہتا ہے کہ پھر مجھ سے گلہ کرنا۔ یہ تم کیا کرتے ہو؟ آدھا اصول اُدھر کا پکڑ لیا، آدھا مسلمانوں کا لے لیا You are just maintaining me. تم نے روایتی taboos کی طرح مجھے قبول کیا ہوا ہے اور ساری دنیا

کوتم credit دے رہے ہو، میرے مذہب کوتم discredit کر رہے ہو:

"یَاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُو ادخُلُوا فِی السِّلمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیطٰن"

If you want to accept my religion and Islam then do it fully and completely, don't mix it.

"وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیطٰن" اس میں میرے علاوہ جو تمہیں system دے رہا ہے وہ شیطان ہے، اس میں ان کے سسٹم کی ملاوٹ نہ کرو "اِنَّہٗ لَکُم عَدُوٌّ مُّبِین" میرے نظام کے علاوہ بالآخر ہر نظام شیطنت کا نظام ہے اور ہر نظام تباہی، بربادی اور ہلاکت پر جا کے ختم ہو گا۔ اس لیے credit card تو بہت معمولی سی چیز ہے۔ ویسے میرے تجربات میں کریڈٹ کارڈ کے بارے میں کافی لوگوں نے یہی گلہ کیا ہے کہ ہم over spend کر گئے ہیں، ہمارے قرضے بڑھ گئے ہیں۔ اب کوئی صورت قرضے اتارنے کی نظر نہیں آتی practically speaking آپ نہ ہی لو تو بہتر ہے۔

سوال: یا علی مدد کہنا کیسے ہے؟ اس کے بارے میں آپ کی رائے چاہیئے۔

جواب: اگر مجھے choice ہوتی تو میں تو پھر یا اللہ ہی کو مدد کیلئے پکاروں گا۔ یہ نہیں کہ مجھے علیؓ سے محبت نہیں ہے، اب آپ دیکھیں کہ "یا علی" ہیں تو مدد طلب کرنا ایک رسم ہے...... چلیئے ہمارا ایک گروہ ہے جو بڑا firmly faith رکھتا ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ پر، ان کو حل المشکلات سمجھتا ہے مگر کبھی آپ نے سنا: "یا ابوبکرؓ میری مدد فرماؤ" یا کبھی سنا ہے: "یا عمرؓ میری مدد فرماؤ"۔ یہ جملہ آپ نے نہیں سنا ہو گا۔ میرا خیال ہے نہیں سنا۔ تو وجہ یہ ہے کہ یہ total concentrative ہے۔ مگر اگر آپ اس سے نیچے اتر آؤ۔ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں میں particular کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں "یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ "شَیئاً لِلّٰہ" ایک طرف ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے۔ یعنی اس وقت اگر یہ استمداد مانگنا اس طرح ہو کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں چلتا تو میرا خیال یہ ہے کہ سب سے زیادہ حقدار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھی ہیں جیسے یہ علی کرم اللہ وجہہ ہیں، عمرؓ ہیں، ابوبکرؓ ہیں تو میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے پاس ان سے بہت بزرگ و برتر ہستیاں مدد مانگنے کیلئے موجود ہیں اور اگر آپ نے ان چھوٹے چھوٹے رستوں سے ہی بالائی منزل تک پہنچنا ہے تو آپ کے پاس براہ راست ایک آفر (Offer) موجود ہے مثلاً ایک بہت بڑی جنگ تھی، والیٔ حمص (صلاح الدین) کی، والیٔ کرک سے جنگ ہوئی

ہوئی۔ رجنالڈ نے مسلمانوں کے ایک قافلے کو پکڑ لیا۔ جب وہ قافلہ پکڑا تو ان میں سلطان صلاح الدین کی رشتے کی ایک بہن بھی تھی۔ جب رجنالڈ قتل و غارت کرتا ہوا آیا تو اس کے پاس آ کے رکا، اس کو خبر تھی کہ یہ سلطان صلاح الدین کی بہن ہے تو اس نے اُسے کہا کہ صلاح الدین تو بڑی دور کی بات ہے، آج تو تیرا خدا اور تیرا رسول ﷺ بھی تجھے نہیں بچا سکتا، تجھے میرے ہاتھ سے نہیں چھڑا سکتا۔ اس عورت نے رُو بہ مدینہ کیا اور آواز دی کہ ”وامحمدؐ!“ پھر وہ قتل کر دی گئی تو اس قافلے میں سے جو بھاگ گئے تھے انہوں نے آ کے سلطان صلاح الدین کو یہ بات بتائی کہ یہ ہوا تھا۔ وادیٔ حطین کی جنگ کے بعد جب ایک سو بتیس Princes of Europe قید ہو کے صلاح الدین کے سامنے لائے گئے اور ان کو پانی پلایا جانے لگا تو صلاح الدین نے قسم کھائی کہ اس شخص کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔ جب رجنالڈ کو پانی دیا جانے لگا تو اس نے ہاتھ مارا اور پانی گرا دیا کیونکہ عرب کا دستور ہے کہ جس کو پانی دے دیں اس کو امان دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اٹھا اور اٹھ کے تلوار کا ایک ہاتھ مار کر رجنالڈ کو نیچے گرا دیا تو تمام بادشاہ، گھبرا گئے، ڈر گئے کہ اب صلاح الدین ہمارے ساتھ بھی یہ سلوک کرے گا تو صلاح الدین نے کہا کہ "kings do not kill the kings" (بادشاہ بادشاہوں کو نہیں مارتے۔) مگر اس کا اتنا بڑا جرم تھا کہ اس نے میرے prophet پر طنز کیے تھے، اس نے میرے رسول ﷺ پر طنز کیے تھے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ آج محمد ﷺ کو بلاؤ، مدینے والے کو، تمہاری مدد کو پہنچے ----- exactly یہی واقعہ سپین میں طارق بن زیاد کے ورود کا باعث بنا۔ وہاں بھی اس طرح travel کرتے ہوئے مسلمان پکڑے گئے تو ”راڈرک“ جو اس وقت اسپین کا حکمران تھا اس نے بھی قافلے کی عورتوں کو بلا کے یہی کہا کہ بلاؤ اب تم اپنے محمد ﷺ کو...... اصل میں جو اس وقت کی مخاصمت کی بنیاد تھی وہ اللہ نہیں بنتا تھا کیونکہ کہیں نہ کہیں عیسائی بھی خدا پر یقین رکھتے تھے۔ دراصل پوری Christian world کو مسلمانوں سے جو دشمنی تھی، Middle East سے نکلنے کی دشمنی، اس دشمنی کی ایک وجہ عیسائیوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں مختلف علاقوں میں شکست کھانا تھا۔ اُس وجہ سے ان کا main enemy اللہ نہیں بنتا تھا محمد ﷺ بنتے تھے تو جب بھی وہ کوئی negative remarks دیتے تھے مسلمانوں کو تو ان کے پیغمبر کے بارے میں دیتے تھے۔ جب بھی مسلمان پکارتے تھے تو یا رسول اللہ ﷺ! کہتے تھے اور انہیں پکارتے تھے۔ ان بڑی جنگوں میں بھی ایسا ہوا اور جب بھی وہ الزام دیتے تھے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے حتیٰ کہ ایک فرنچ پادری تھا، بڑا محقق بڑا

research کرنے والا تھا۔ اس نے اپنی research میں لکھا کہ مسلمان ایک دیوتا کو پوجتے ہیں جس کا نام ''مہیت'' ہے، یہ اس نے اپنی research فرمائی تھی کہ مسلمان generally ایک دیوتا کو پوجتے ہیں جس کا نام مہیت ہے یعنی اسکو لفظ گرامی محمد ﷺ بھی ادا کرنا نہیں آیا۔ محمد ﷺ کی پکار تو آپ لوگ صبح وشام کرتے ہو جب آپ تشہد میں بیٹھتے ہو تو آپ "اَیُّھَا النَّبِیُّ" ہی پکارتے ہو۔ یہ پکار جو آپ صبح، دوپہر، شام کرتے ہو اس سے تو کوئی انکار نہیں۔

خالق ومخلوق کا فرق اگر ملحوظ خاطر رہے تو اللہ کے بعد اگر کوئی محبت کا مرکز ہے، ایمان کا مرکز ہے تو وہ محمد رسول ﷺ ہیں اور ایسے کیسے ہو سکتا ہے، کہ جس شخص سے، جس حضرت گرامی سے، جس ذات پاک سے آپ اتنی محبت کرتے ہو، دن میں اپنے بال بچوں سے زیادہ اس کی یاد نہ آئے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر آپ واقعی اس ذات گرامی سے اتنا انس رکھتے ہو، اتنی محبت رکھتے ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو دن اور رات میں یاد نہ کرو؟ اور درود ایک صورت یاد ہے جو آپ صبح وشام ان کیلئے پڑھتے ہو سنتے ہو یا جس کا ذکر کرتے ہو اور ایمان کی علامات تین ہیں۔ خدا کو ایسے ماننا کہ اس میں کسی کو شریک نہ کرنا، جب ایمان یہاں تک آیا تو تمام احتیاطیں ختم ہو گئیں، تمام اعتقاد ختم ہو گئے۔ اللہ کو ایسے ماننا کہ اس میں کسی ذات کو شریک نہ کرنا مگر ایمان کی حلاوت بقول حدیث دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے ایسا پیار رکھنا کہ اس جیسا کسی سے نہ رکھنا۔ فرمایا: ''عمر فاروقؓ! تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟'' عرفرمایا: یا رسول اللہ! میں جان ومال ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت رکھتا ہوں مگر اپنے نفس سے کم''۔ فرمایا: عمر تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک تم مجھے اپنی جان سے زیادہ نہیں چاہو گے''۔ فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آج کے بعد آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں''۔ اس وقت تک آپ کے ایمان کا حصہ نہیں پورا ہوتا، جب تک آپ ایک اللہ میں کسی کو شریک نہ کریں، محمد رسول ﷺ سے بڑھ کر، اس ذات گرمی سے بڑھ کر کسی کو نہ چاہیں۔ امام ابن تیمیہؒ بڑے سخت مزاج تھے، ہر وقت لٹھ ہاتھ میں رہتا تھا، ہر دوسرے بندے کو جاہل وکافر بھی کہہ دیتے تھے مجاہد اور متقی تھے مگر سخت مزاج تھے اور آپ کو پتہ ہے کہ اکثر مسلمان اس قابل ہی نہیں ہوتے۔ سخت مولوی کو سہارنا بڑا مشکل ہے، سو وہ گریزاں بھی رہے، بعد میں قید بھی ہوئی، جیل میں بھی گئے تو امام ابن تیمیہؒ نے خواجہ ابوالحسن شاذلی کو ایک خط لکھا...... خواجہ ابوالحسن شاذلی ''امام مغرب'' کہلاتے ہیں۔ الجزائر وغیرہ تمام ان علاقوں میں

پہچانے جاتے ہیں۔ جس طرح آپ کے یہاں شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اسی طرح تمام مغرب میں امام خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ ہیں۔ یہیں سے شاذلیہ فرقہ تصوف نکلا تو خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ کو امام ابنِ تیمیہؒ نے ایک خط لکھا کہ آگاہ رہو کہ تم لوگوں کو عبادت ظاہرہ کے بغیر بھی مغفرت کا سبق دے رہے ہو، تم لوگوں کو ان کے اعمال سے غافل کر رہے ہو، تم اپنی بات کی حفاظت کرو۔۔۔۔۔۔ (ان دنوں انکا اختیار بڑا تھا۔۔۔۔۔۔ اللہ میاں کسی سخت آدمی کے ہاتھ میں اختیار نہ دے) ورنہ میں تمہیں بلا کر سختی کروں گا اور گردن ماروں گا۔ خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ بھی بہت بڑے محقق تھے۔ انہوں نے ایک متفق علیہ حدیث ابنِ تیمیہ کے پاس بھیجی اور ساتھ لکھا کہ تُو امامِ حدیث ہے، تو عالمِ زمانہ ہے، مجاہد ہے اگر تجھے اس حدیث میں نقص نظر آئے تو مجھے واپس کر دینا۔ اگر اس حدیث کے مطابق میرا رویہ نہ ہو تو مجھ سے گلہ کرنا۔ اس حدیث میں یہ تھا کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا، پوچھا: "یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَةِ" "یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟" فرمایا: "قیامت کا پوچھتے کیوں ہو؟ کیوں پوچھتے ہو؟ کیا تم نے اس کیلئے بڑی عبادات کی ہیں؟" کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! نہیں ایسے ہی بس گئی گزری عبادت تھی، نمازیں تھوڑی تھوڑی پڑھیں"۔ پوچھا: "کیا اے بندہ خدا! تم نے صدقات اور خیرات کیے ہیں؟" اس نے کہا: "نہیں یا رسول اللہ ﷺ! میرے تو پلے ہی کچھ نہیں ہے۔ میں نے کیا دینا، کیا لینا تھا"۔ "بھئی کیا تُو نے روزے بڑے رکھے ہیں؟" "نہیں یا رسول اللہ ﷺ! کچھ رکھے، کچھ چھوڑے، میرے اعمال میں یہ بھی نہیں ہے"۔ تو پوچھا: "کس برتے پر تُو قیامت کو پوچھتا ہے"؟ کہ میاں نہ تیری عبادت پوری، نہ تیری خیرات پوری، نہ تیرے صدقات پورے، نہ تیرے انفال پورے، نہ روزے پورے۔۔۔۔۔۔ کس برتے پر قیامت کو پوچھتا ہے؟ فرمایا: "یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے محبت بڑی ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن لوگ اسی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے انہیں بڑی محبت ہے"۔

خواتین و حضرات! یہ وہ بات ہے جسے حلاوتِ ایمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک ultimate محبت رکھنا مگر یہاں تھوڑا سا میں add کر دوں کہ جسے رسول ﷺ سے زیادہ محبت ہوگی وہ یقیناً اُن اعمال کی ضرور جدوجہد کرے گا جن اعمال کی رغبت رسول اللہ ﷺ زیادہ کرتے تھے اور جن کی تلقین آپ کو زیادہ کرتے تھے۔ رسول ﷺ کا جو یہ عالم ہے، کہا: اے سالافتو! تمہارا یہ حال ہے اور میرا یہ حال ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ گڑھے میں آگ جل رہی ہے اور جیسے پروانے اس میں گرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تمہارا یہ حال ہے کہ دنیا کی اس آگ میں (جہنم کی

آگ کی طرف پروانوں کی طرح آگے بڑھتے جا رہے ہو اور دونوں ہاتھوں سے تمہیں میں پیچھے کھینچ کھینچ کر تھک گیا ہوں۔ یعنی ہمارا حال یہ ہے، اور رسول ﷺ کا حال یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی شفاعت اور کرم نصیب فرمائے، قیامت کے دن ان کے امان کا خیمہ عطا فرمائے، ان کے مقامِ وسیلہ کا توسط عطا فرمائے جو ہم صبح و شام نماز میں پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس محترم و مقدس ہستی کے خاکِ پاک کے طفیل کرم بخشے ان کی زیارت کا، اسکے حضور جانے کا شرف بخشے، اللہ سے اپنے لیے امن مانگنے کی استطاعت بخشے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس معاملے میں ہمارے ضامن بھی ہوں، شافع بھی ہوں اور ہماری طرف سے ان کے دل پر ملال بھی نہ ہو (آمین)

لاہور 2nd May 2007